اعلی حضرت کے بعض نئے فتاوی

22 جلدوں میں شائع ہونے والے فتاوی رضویہ میں شامل

اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے بعض فتاوی جو پہلی بار منظر عام پر آئے ہیں

چند اہم باتیں

حال ہی میں "**امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف**" اور "**ادارہ اہل سنت کراچی**" کی مشترکہ کاوش سے فتاوی رضویہ شریف جدید تصحیح و تخریج کے ساتھ 22 جلدوں میں پاک وہند میں شائع ہوکر منظر عام پر آیا ہے۔ اس ایڈیشن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اعلی حضرت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کے بعض ایسے فتاوی شامل کیے گئے ہیں جو پہلے کبھی بھی فتاوی رضویہ (مخرجہ و غیر مخرجہ) میں شائع نہیں ہوئے۔ بقول علامہ محمد حنیف خان رضوی مدظلہ العالی ان کی تعداد 100 کے قریب ہے۔ (اس کی مزید تفصیل علامہ محمد حنیف خان رضوی مدظلہ العالی کے پیش لفظ میں ملاحظہ کیجیے) ایسے فتاوی کی علامت یہ ہے کہ ان کے آخر میں سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مبارک نام درج ہے، جیسا کہ اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ اپنے رسائل کے آخر میں اپنا نام تحریر فرمایا کرتے ہیں۔

نوٹ:

مکمل 22 جلدوں کی ورق گردانی اور تلاش کے بعد تقریبا 54 نئے فتاوی مل پائے ہیں۔ سردست وہ فتاوی الگ مجموعے کی صورت میں حاضر ہیں۔ ان فتاوی کو الگ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی ان فتاوی کا مطالعہ کرنا چاہے تو ایک نظر میں آسانی کے ساتھ مطالعہ کرلے۔ بعض فتاوی ایسے بھی ملے جن کے آخر میں سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا نام مبارک درج تھا لیکن وہ 30 تیس جلدوں میں شائع ہونے والے ایڈیشن میں موجود تھے، یعنی وہ فتاوی پہلے سے شائع ہو چکے تھے لہذا انہیں اس مجموعے میں شامل نہیں کیا گیا۔

ٹرین پر نماز کے بارے میں کیا حکم ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مسئلہ ۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ...

ریل پر نماز صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب

اہتمام لازم ہے کہ فرائض حالت وقوف میں پڑھے، دو تین رکعت پڑھنے کی ہر اسٹیشن پر مہلت مل سکتی ہے جب کہ وضو پہلے سے طیار ہو۔ اگر وقفہ کم جانے تسبیحات رکوع وسجود میں ایک پر اقتصار کافی ہے، اگر تشہد قعدۂ اخیرہ کا پڑھ لیا ہو کہ ریل چل دی معًا سلام پھیر دے۔ باوصف اہتمام تام بھی اگر معاذاللہ بعض اوقات کی نماز حالت وقوف میں نہ ملے مجبورًا حالت سیر میں پڑھے اور پھر بحال وقوف یا نزول اعادہ چاہیے، كل ذٰلك للخروج عن العهدة بيقين والله ﷻ أعلم.

عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

کتبــــــــــــہ

بمحمدہ المصطفى النبي الأمّي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

مہر عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱

(حوالہ تحفہ حنفیہ جلد ۷ صفحہ ۴ پرچہ ۴۔ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ)

حضور پر نور رحمت عالم ﷺ کا ذکرِ اقدس ہر وقت ہر آن مسلمان کا ایمان، ایمان کی جان جان کا چین، چین کا سامان ہے

مسئلہ ۶۷:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی کہ...

اذان کے بعد صلاۃ جیساکہ جامع مسجد مصطفٰے آباد وغیرہ میں رواج ہے جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

اذان کے بعد نبی ﷺ پر صلاۃ و سلام عرض کرنا کہ ملک عرب و مصر و شام وغیرہا بلاد دارالاسلام بلکہ خاص مسجد الحرام و مسجد اقدس مدینہ طیبہ میں مغرب کے سوا پانچوں وقت میں معمول ہے اور پانسو برس سے زیادہ گزرے کہ ائمہ وعلما اس فعل پر تقریر و تسلیم کرتے آئے، بیشک جائز و مقبول ہے اور اس میں کسی طرح محذور شرعی نہیں حضور پر نور رحمت عالم ﷺ کا ذکر اقدس ہر وقت ہر آن مسلمان کا ایمان ایمان کی جان جان کا چین چین کا سامان ہے والحمد للہ رب العلمین.

حضرت حق جل وعلا فرماتا ہے: ﴿وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝﴾[1] (اونچا کیا ہم نے تیرے لیے تیرا ذکر)

اور ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝﴾[2] (بیشک ہم نے تمھیں ذکر کثیر عطا فرمایا)

---

(۱) پ ۳۰، الشرح: ۴.

(۲) پ ۳۰، الکوثر: ۱.

اور فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴾(۱) (بیشک تیرا بدخواہ خود ہی بے برکت ہے)

قال في "المدارك": هو الأبتر المنقطع عن كل خير لا أنت، لأن كل من يولد إلى يوم القيمة من المومنين فهم أولادك وأعقابك وذكرك مرفوع على المنابر على لسان كل عالم وذاكر إلى أخر الدهر يبدؤ بذكرالله ويثنى بذكرك ذلك في الأخرة مالا يدخل تحت الوصف.

یعنی حق تعالٰی اپنے پیارے نبی ﷺ سے فرماتا ہے تیرا دشمن ہی ہر خیر سے جدا ہے نہ تو کہ قیامت تک جتنے مسلمان پیدا ہوں گے سب تیرے بال بچے ہیں اور تیرا ذکر منبروں پر اور ہر عالم اور ہر ذکر کرنیوالے کی زبان پر ابدالآباد تک بلند ہے ہمیشہ خدا کے نام سے ابتدا ہوگی اور اوسکے برابر ہی تیرا ذکر کیا جائیگا اور تیرے لیے آخرت میں جو خوبیاں ہیں وہ تو بیان سے باہر ہیں) تو معلوم ہوا کہ تکثیر ذکر شریف حضور سید المحبوبین ﷺ حضرتِ حق تبارک تعالٰی کو محبوب اور معاذاللہ ان کے ذکر کی کمی ان کے دشمنوں کی تمنا قسم اس کی جس نے ان کے ذکر کو ابدالآباد تک رفعت بخشی کہ خدا ہی کا چاہا ہوگا اور ان کے دشمنوں کی تمنا کبھی نہ برآئے گی کروڑوں اسی امید میں زمین کا پیوند ہوگئے کہ کسی طرح ان کی یاد میں کمی واقع ہو مگر وہ خود ہی خاک میں ملتے گئے اور ان کا ذکر تو قیامت تک بلند ہے۔

جس سے ہفت آسمان و زمین گونج رہے ہیں والحمد للہ رب العلمین

ابن حبان اپنی صحیح اور ابویعلٰی مسند میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

إن النبي ﷺ قال: «أتاني جبرئيل فقال: إنّ ربي وربك يقول تدري كيف رفعت ذكرك قلت الله أعلم قال إذاذكرت ذكرْتَ معي»(۲).

یعنی مصطفٰے ﷺ فرماتے ہیں میرے پاس جبرئیل نے آکر عرض کی میرا اور حضور کا پروردگار حضور سے ارشاد فرماتا ہے تم نے جانا میں نے کیونکر تمھارا ذکر بلند کیا میں نے کہا خدا خوب جانتا ہے کہا یوں کہ جب میں یاد کیا جاؤں تم میرے ساتھ یاد کیے جاؤ۔

ابن عساکر کعب احبار سے روایت کرتے ہیں سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے صاحبزادہ سیدنا شیث علیہ الصلاۃ والسلام کو وصیت کی:

"كلما ذكرت الله فاذكر إلى جنبه اسم محمد ﷺ".

جب تو خدا کو یاد کرے اس کے برابر محمد ﷺ کا نام لینا۔

(۱) پ ۳۰، الکوثر: ۳.
(۲) "صحیح ابن حبان" باب ذکر الأخبار عن إباحة ـ ۸/ ۱۷۵ .

خرابی اس کے لئے جو ان کا نام چھپنے کو شرک بتائے، اور فرمایا: "فأکثر ذکرہ فإنّ الملئکۃ تذکرہ في کل ساعاتھا".

محمد ﷺ کی یاد بکثرت کرنا کہ فرشتے ہر گھڑی ان کی یاد کرتے رہتے ہیں۔

حدیث میں ہے حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: «من أحب شیئاً أکثر من ذکرہ». جو کسی چیز کو دوست رکھتا ہے اس کی یاد بہت کرتا ہے۔

رواہ أبو نعیم والدیلمي عن أم المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا

اور مروی کہ فرماتے ہیں ﷺ :

«ذکر الأنبیاء من العبادات وذکر الصلحین کفارۃ». ذکر انبیا کا عبادت ہے اور ذکر نیکوں کا کفارہ گناہ۔

رواہ في "مسند الفردوس" عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ.

اور وارد کہ فرماتے ہیں ﷺ : «ذکر علي عبادۃ». علی کا ذکر عبادت ہے۔

رواہ الدیلمي عن أم المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا.

سبحان اللہ! جب حضرت مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ اور تمام اولیا کے ذکر کی یہ فضیلتیں ہیں تو حضور اقدس ﷺ کا ذکر تو حضور اقدس ﷺ کا ذکر ہے خوشی وشادمانی اور اللہ تعالی کی برکت ومہربانی اس مسلمان کے لیے جس نے ان کے ذکر کو اپنا حرز جان بنایا اور ہر وقت اور ہر آن اس میں مشغول رہ کر لطف ایمان اٹھایا برخلاف اس طاغی سرکش کے جو ذوق ایمان سے دفعۃً ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے ذکر رسول اللہ ﷺ مطلقا حسن نیست. أعوذ باللہ من خباثۃ العقیدۃ.

"درمختار" میں ہے: "التسلیم بعد الأذان حدث في الربیع لآخر سنۃ سبعمأۃ وإحدی وثمانین في عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین حدث في الکل إلا المغرب ثم فیھا مرتین وھو بدعۃ حسنۃ"[1].

اذان کے بعد صلاۃ وسلام عرض کرنا شب دوشنبہ نماز عشا ماہ ربیع الآخر ۷۸۱ ہجری قدسی میں حادث ہوا، پھر جمعہ کے دن پھر دس برس بعد مغرب کے سواسب نمازوں میں پھر دو دفعہ مغرب میں بھی اور یہ ان تازہ باتوں میں ہے جو نیک ومحمود ہیں۔

امام محدث شمس الملۃ والدین سخاوی "قول البدیع" پھر علامہ عمر بن نجیم "نہر الفائق شرح کنزالدقائق" پھر فاضل محقق مولانا امین الملۃ والدین شامی "ردالمحتار علی الدرالمختار" میں فرماتے ہیں: "والصواب من الأقوال إنّھا بدعۃ

(۱) "الدرالمختار" فائدۃ التسلیم بعد الأذان ـ ۱/ ۳۹۰.

حسنة". حق بات یہ ہے کہ وہ بدعت حسنہ ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم

عبده المذنب أحمد رضا البریلوي عفي عنه

کتبہ

بمحمده المصطفی النبي الأمّي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم

أصاب من أجاب حررہ الفقیر عبدالقادر القادری عفی عنہ

عبدالقادر محب الرسول قادری ۱۲۹۱

المجیب مصیب و مثاب والجواب صحیح وصواب

حررہ الفقیر عبدالمقتدر القادری العثمانی البدایونی غفراللہ تعالیٰ لہ

ذلك الجواب هو الصواب

محمد شاہ عفااللہ عنہ

قد أصاب من أجاب

حافظ بخش محمد ۱۳۰۰

الجواب صواب محمد امداد حسین ۱۲۸۵

صح الجواب بلا ارتیاب عبدالرزاق بن عبدالصمد ۱۲۹۶

لله درالمجیب المثاب حیث أفاد وأطاب ارشاد حسین محمدی ۱۲۸۲

الحمد لله ما أجاب به مولٰنا المحقق و أستاذ نا المدقق دام فضله و مدظله فهوالحق بلا ریبة و خلافه باطل بلا مریة والله تعالی أعلم.

کتبہ الفقیر عبداللہ بن احمد القریشی غفراللہ تعالےٰ لہ

عبداللہ عفی عنہ ۱۲۹۸

نعم الجواب وحبذا التحقیق للصدق و الصواب

ابوالذکاء سراج الدین محمد سلامت اللہ

باالخیر تمتّ

باب أحکام المسجد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیر مسلم کا مال مسجد میں نہیں لگ سکتا

مسئلہ ا:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
کوئی ہندو یا دیگر کافر اپنا مال مسجد میں لگانے کے واسطے دیں اور اہل اسلام اس کو مسجد میں صرف کریں تو کفار کا مال مسجد میں صرف کرنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

نہیں؛ لقوله صلى الله عليه وسلم: «إنا لا نستعين بمشرك» ہم مشرک کی مدد نہیں چاہتے "بلکہ بعض صور میں تعمیر مسجد مال مشرک سے ہو تو مسجد مسجد ہی نہ ہوگی۔ ان تمام صور کی تفصیل تام وتحقیق احکام فتاوی فقیر میں ہے کہ اس کے غیر میں نہ ملے گی۔ واللہ تعالیٰ أعلم.

عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

کتبہ

بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

بمطابق ۱۳۰۱ھ

(حوالہ تحفہ حنفیہ جلد ۹، شمارہ ۴، ص ۸)

مقتدی کے بتانے سے امام اس وقت لَوٹا جب کھڑا ہوگیا تھا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ ۱۳۱: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ...

قعدہ اُولیٰ کو امام سہو کرکے کھڑا ہوگیا بعدہ مقتدی نے تحیات کی آواز دی۔ پھر بحالتِ رکوع ہوا (اور یہ بھی سہو سے ہوا) لیکن فوراً پھر کھڑا ہوا جبکہ خیال کیا کہ قعدہ اولیٰ میں بعد کھڑے ہونے کے بیٹھنا روا نہیں اور دو ایک مقتدی کھڑے ہوئے باقی سب بیٹھے رہ گئے۔ سجود میں اقتداءِ امام کی۔ نماز امام کی ومقتدی بیٹھے ہوئے کی اور بولنے والے کی ہوئی یا نہیں؟ بینوا وتوجروا.

(خادم حضور احسان علی مظفر پوری طالب علم مدرسہ منظر اسلام)

الجواب

اگر امام سیدھا کھڑا ہوگیا تھا اور اس کے بعد مقتدی نے آواز دی جیسا کہ عبارت سوال کا مفاد ہے تو اس کو قعدہ کی طرف رجوع کے لئے جھکنا۔ (۱) یا تو اس (مقتدی) کے بتانے ہی کی بنا پر ہوگا۔ یعنی اس کے بتانے پر ترک قعدہ یاد آیا اور اس کے بتانے

سے عود چاہا۔(۲) یا یوں کہ اُسے (امام) صرف ترک قعدہ اس کے بتانے سے معلوم ہوا اب خود بھول کر عود چاہا حالتِ رکوع تک پہنچ کر مسئلہ یاد آیا۔ پھر کھڑا ہو گیا۔(۳) یا قریب تمام قیام ترک قعدہ خود یاد آگیا تھا مقتدی کے آواز دینے پر عود کیا اور نصف تک پہنچ کر باز رہا۔(۴) یا ترک قعدہ بھی آپ ہی (خود بخود) یاد آگیا تھا نہ اُس کے کہنے بلکہ سہواً اپنے ارادہ سے عود شروع کیا اور رُک گیا۔ (یہ چار صورتیں ہیں)

بتانے والے مقتدی کی نماز تو ہر حال میں بتاتے ہی فاسد ہو گئی۔ رہا امام اور بقیہ جماعت۔ تو صورت چہارم میں امام اور اس کے ہمراہیوں کی نماز ہو گئی۔ اور جو بیٹھے رہے اور قیام ور کوعِ رکعتِ ثالثہ میں اقتدا نہ کی سجدہ میں ملے اگر بعد سلام امام اپنی ایک رکعت پڑھ لی۔

اُن کی بھی ہو گئی۔ ورنہ اُن کی گئی اور باقی تین صورتوں میں کسی کی نماز نہ ہوئی کہ امر خارج عن الصلاۃ کا امتثال ہے یا خارج سے تعلیم پاکر اس پر عمل کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ (فتاوی اللؤلؤ والمرجان)

آستین چڑھی ہونا مکروہ ہے، اور جو نماز کراہت کے ساتھ ادا ہوئی ہو ضرور قابلِ اعادہ ہے

مسئلہ ۴۳۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ۔۔۔

نماز جماعت سے ہو رہی ہے اور زید وضو کر رہا ہے بعد فارغ ہونے وضو کے نماز میں شریک ہوا لیکن زید بخیال جماعت کے اپنے کرتے کی آستین کہنیوں سے نیچے نہیں کر سکا پس اس صورت میں زید کی نماز قابل اعادہ ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا عنداللہ۔

الجواب

یقیناً قابل اعادہ ہے کہ آستین چڑھی ہونا مکروہ ہے اور جو نماز کراہت کے ساتھ ادا ہوئی ہو ضرور قابل اعادہ ہے بلکہ صورت مذکورہ میں نماز قابل اعادہ ہی نہیں عند التحقیق واجب الاعادہ ہے اور صحیح مذہب میں یہ وجوب ہمیشہ ہے اگرچہ وقت نکل گیا ہو، مثلاً دس برس بعد یاد آئے کہ فلاں نماز آستین چڑھی ہوئی پڑھی تھی تو واجب ہے کہ اب اُسے پھیرلے، نہ پھیرے گا تو گنہگار ہوگا، یہ مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی ترک واجب اور ترک واجب پر اعادہ لازم ہے۔

"درمختار" میں ہے: "كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها"[1]. "رد المحتار" میں ہے: "وجوب الإعادة في الوقت وبعده حيث كان النقصان بكراهة التحريم في "فتح القدير" والحق التفصيل بين كون تلك الكراهة كراهة تحريم فتجب الإعادة أو تنزيه فتستحب أي: تستحب في

(۱) "الدر المختار" واجبات الصلاۃ، ۱/ ۴۵۷.

الوقت وبعده أيضاً"[۱]. صحاح ستہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: «أمرتُ أن أسجدَ على سبعة أعضاء وأن لا أكف شعراً ولا ثوباً».

صحیحین میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: «أمرت أن لا أكف الشعر والثياب»[۲]. "فتح القدیر" و"بحرالرائق میں" ہے: "يدخل أيضاً في كف الثوب تشمير كميه"[۳]. "درمختار" میں ہے: "كره كفه أي رفعه ولولتراب كمشمر كم أوذيل"[۴]. "ردالمحتار" میں ہے: "حرر الخير الرّملي ما يفسد أنّ الكراهة فيه تحريمية"[۵]. "قنیہ" میں ہے: "يكره أن يكف ثوبه وهو في الصلاة بعمل قليل بأن يرفه من بين يديه أومن خلفه عند السجود أو يدخل فيها وهو مكفوف، كما إذا دخل وهو مشمرالكم أو الذيل".

علامتین محققین جلیلین شارحین منیہ تحقیق فرماتے ہیں کہ اکثر کلائی پر سے آستین چڑھی ہونا ہی کراہت کو کافی ہے اگرچہ کہنی تک نہ ہو۔ "غنیہ" میں ہے: "(و) يكره أيضاً (أن يرفع كمه) أي: يشمره (إلى المرفقين) وهذا قيدٌ اتفاقي؛ فإنّه لو شمر إلى ما دون المرفق يكره أيضاً؛ لأنّه كف للثوب وهو منهيٌ عنه في الصّلاة لما مر وهذا إذا شمره خارج الصّلاة وشرع في الصلاة وهو كذلك أما لو شمره في الصلاة تفسد". حمل کثیر"حلیہ" میں ہے: "ينبغي أن يكره تشميرهما إلى ما فوق نصف الساعد لصدق كف الثوب على هذا". تو لازم ہے کہ آستین اُتار کر نماز میں داخل ہو، اگرچہ رکعت جاتی رہے اور اگر آستین چڑھی نماز پڑھی تو اعادہ واجب ہے۔ والله تعالى أعلم.

عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

كتبـــــــــه

بمحمد المصطفى النبي الأمّي صلى الله تعالى عليه وسلم

---

(۱) "رد المحتار" باب قضاء الفوائت، ۲/ ٦٥.
(۲) "صحيح البخاري" باب لا يكف ثوبه في الصلاة، ۱/ ۱٦۳.
(۳) "البحر الرائق شرح كنز الدقائق" افتراش ذراعيه في الصلاة، ۲/ ۲٦.
(٤) "الدرالمختار" فروع مشي المصلي مستقبل القبلة، ۱/ ٦٤۰.
(٥) "ردالمحتار" فروع مشي المصلي مستقبل القبلة، ۱/ ٦٤۰.

فقہائے حنفیہ کے نزدیک جمعہ یا عیدین غیر مصر میں مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ ۲:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا ایسے قریہ میں جس پر کسی طرح حد مصر صادق نہیں۔ اگر وہاں کے حنفی المذہب بخیال شوکت اسلامی نماز جمعہ مع ظہر احتیاطی یا صلوۃ العیدین پڑھتے ہوں تو وہ گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب

فقہاء حنفیہ کے نزدیک جمعہ یا عیدین ایسے مقام میں مکروہ تحریمی ہے۔ "صلاة العيد في القرىٰ تكره تحريما". (درمختار) ومثله الجمعة "شامی" اور مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے۔ كذا في "الشامي" ص۱۷۵، اور صغیرہ پر اصرار کبیرہ ہے۔ اس کے علاوہ گناہ ہونے کے وجوہ اور بھی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ احتیاطی پڑھنے والے ظہر کو الگ الگ پڑھتے ہیں حالانکہ جب مذہب حنفی میں نماز جمعہ قریٰ میں صحیح نہیں تو ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے ورنہ ترک سنت مؤکدہ لازم آتا ہے۔ اور ترک سنت مؤکدۃ ایک دوسرا گناہ ہے۔ والله أعلم بالصواب.

کتبہ محمد ظہیر احسن النیموی العظیم آبادی فی جامع الآثار ص ۱۴

صح الجواب، فی الواقع ایسی جگہ جمعہ، عیدین پڑھنا مذہب حنفی میں گناہ ہے۔ نہ ایک گناہ بلکہ کئی چند گناہ۔
اولاً: جب نماز جمعہ و عیدین وہاں صحیح نہیں تو یہ امر غیر صحیح میں مشغولی ہوئی اور وہ ناجائز ہے۔ في "الدر المختار": "تكره تحريما، أي: لأنه اشتغال بما لا يصح، لأنّ المصر شرط الصحة".

ثانیاً اقول: فقط مشغولی نہیں بلکہ اس ناجائز کو موجب شوکت اسلام جانا بلکہ بہ قصدونیت فرض وواجب ادا کیا۔ یہ مفسدہ عقیدہ ہے جس سے علماء نے تحذیر شدید فرمائی ہے۔

ثالثاً: جبکہ واقع میں نماز جمعہ و عیدین نہ تھی تو نماز نفل ہوئی کہ باجماعت واعلان وتداعی ادا کی گئی یہ ناجائز ہوا في "در المختار" ہو نفل مکروہ ہے، لأداءه بالجماعۃ، یہ تینوں وجہیں جمعہ وعیدین سب میں شامل ہیں۔

رابعاً اقول: جمعہ میں اس کے سبب جو ظہر نہ پڑھیں ان پر تو فرض رہ گیا ترک، فرض اگرچہ ایک ہی بار ہو خود کبیرہ ہے اور جو بزعم خود احتیاطی رکعات پڑھیں تو وہ تارک جماعت تو ضرور ہو گئے اور جماعت مذہب معتمد میں واجب ہے جس کا ایک بار ترک بھی گناہ ہے اور متعدد بار ہو کر وہ بھی کبیرہ، کما نصوا علیہ والأمر أوضح من أن یوضح.

خامساً اقول: احتیاطی رکعت والے کہ حقیقت مذہب حنفی میں آج ہی کی ظہر پڑھ رہے ہیں فإنها إذا لم تصح الجمعة بقيت فرضية الظهر في أعناقهم فإذا نووا آخر ظهر اداكوها ولم يؤدوها وجب الصرافها إلى ظهر اليوم بآنکہ مسجد میں جمع ہیں۔ جماعت پر قادر ہیں۔ تنہا پڑھتے ہیں۔ یہ دوسری شناعت ہے کہ مجمع ہو کر ابطال جماعت ہے جسے شارع نے خوف جیسی حالت ضرورت شدیدہ میں بھی روانہ رکھا بلکہ ابطال درکنار دین میں بلاوجہ شرعی تفریق جماعت کو ناجائز رکھ کر ایک ہی جماعت کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا۔ کما نطق به القرآن العظيم، وبالله الهداية إلى صراط مستقيم، والله تعالیٰ أعلم.

عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

کتبــــــــــہ

بمحمد المصطفى النبي الأمي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم

(حوالہ رسالہ النور واللمعہ فی ذکر الجمعہ المسمی بہ اشعۃ الأنوار اللمعہ فی فتویٰ الجمعہ معروف بہ فتاویٰ علوی ص ۱۳ تا ۱۴)

(تحفہ حنفیہ (۱۳۱۸ھ)، پرچہ ۷، جلد ۴، ص ۱۱)

باب العیدَین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ، والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

دمن خُرد علاقہ پر تکیز میں ۱۲۲۶ ہجری میں ایک عیدگاہ بنی اُس وقت سے جملہ اہل سنت وجماعت اُس میں دوگانہ ادا فرماتے رہے۔ چند سال سے بباعث نفسانیت بعض اشخاص نے عیدگاہ میں عیدین کی نماز پڑھنا ترک کردیا۔ کئی سال اپنے محلے کی مسجد میں پھر ایک میدان میں جو متصل عیدگاہ کے ہے پڑھتے رہے ہم نے کچھ تعرض نہ کیا کہ شاید کسی وقت ہدایت پائیں۔ راہِ راست پر آئیں قلت جماعت کی باعث نہ ٹھہریں۔ امور دینی میں نفسانیت کو دخل نہ دیں۔ مثلِ سابق ایک کے ایک ہوجائیں۔ کسی مفسد کے کہنے پر کچھ توجہ نہ فرمائیں۔ افسوس ہمارا خیال غلط نکلا۔ فساد بڑھتا گیا۔ نفاق کی ترقی نفسانیت کی زیادتی روز بروز ہونے لگی حتی کہ بناء تعمیر اسی میدان میں ڈالی۔ عیدگاہ جدید کے بنانے کی مصمم رائے ہوگئی۔ جس طرح ہوسکا چندہ بھی وصول کرلیا ہم نے چل پھر کر حتی الوسع سعی کی کہ تعمیر اسکی موقوف رہے لیکن مطلق سودمند نہ ہوئی۔

پھر خیال گزرا کہ صورتِ موجودہ بے کم وکاست قلمبند کرکے اپنے علماء کی مبارک خدمت میں پیش کریں جواب آنے پر سمجھائیں۔ نفاق دو صورتِ اتفاق کا ظہور ہو۔ سب مل کر ایک جگہ نماز پڑھیں ثواب بے قیاس پائیں۔ اس کارِ خیر کی انجام دہی جناب مولوی محمد ضیاء الدین صاحب پیلی بھیتی نے اپنے ذمے لی۔ صعوبت ومشقتِ سفر گوارا فرمائی۔ ہوبہو یہاں کی کیفیت بطور استفتا لکھی اور قدوۃ المحققین زبدۃ العارفین افضل الفضلا تاج العلما مجددِ مائۃ حاضرہ مؤیدِ ملتِ طاہرہ امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت جناب مولانا حاجی محمد احمد رضا خانصاحب دام فیضہم کو تکلیف تحریر جواب دی۔ حضور ممدوح نے نہایت خوبی وخوش اسلوبی سے جواب باصواب تحریر فرمایا۔ اگرچہ یہ جواب موافق صورتِ مسؤلہ وکیفیتِ واقعیہ کے عیدگاہِ جدید کی تعمیر کی ممانعت کے واسطے کافی ووافی تھا مگر بخیال عوام مولوی محمد ضیاء الدین صاحب نے ہندوستان کے اکثر نامی وگرامی علما سے تصدیق کرائی۔ جملہ حضرات نے تصحیح جواب فرمائی اور نہایت پاکیزہ الفاظ میں عیدگاہ جدید کے نقصانات اور خرابیاں ظاہر کرکے اُس کے بانیوں کو اس حرکتِ بےجا سے ممانعت کی اور نرم وملائم فقروں سے پند ونصیحت دی جب استفتا ہندوستان کے فضلا واساتذہ کی عبارات ومواہیر سے مزین ہوکر ہمارے پاس آیا تب یہ مشورہ قرار پایا کہ ایک جلسہ عام انتیس (۲۹) صفر کو کیا جائے۔

اول فضائل کریمہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیان ہوں پھر فتوی کے مضامین حاضرین کو سنائے جائیں۔ مولوی صاحب موصوف کو علمائے اہل سنت کے لانے کی تکلیف دی گئی، انہوں نے بطیب خاطر گوارا فرمائی اور بمبئی تشریف لے گئے، حسن اتفاق سے واعظِ نامی وگرامی حضرت مولانا مولوی محمد ہدایۃ الرسول صاحب صانہ اللہ تعالٰی عن النوائب بمبئی میں تشریف رکھتے تھے، ان سے کل

حال بیان کیا گیا آپ نے "دمن" قدم رنجہ فرمانے کا وعدہ کیا۔ طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے بجائے انتیس (۲۹) صفر کے دوسری ربیع الاول شریف کو حضرت ممدوح نے جلسہ قرار دیا۔ اسی درمیان میں ایک صاحب کو علما کے لانے کے واسطے سورت روانہ کیا گیا۔ مولوی ضیاء الدین صاحب نے تاریخ انعقاد جلسہ کا اشتہار چھپوا کر بمبئی میں تقسیم کرایا اور مساجد کے دروازوں پر چسپاں ہوا۔ ریاست بڑودہ میں جناب مولانا بشیر الدین خان صاحب کی خدمت میں بھی بھجوایا۔ کچھ ہمارے پاس بھی روانہ کیا ہم نے سورت، بلسار، سنجان وغیرہ میں بھیجا۔ دمن اور اس کے اطراف میں خاص طور پر مع ایک ایک خط کے ارسال کیا۔ بمبئی سے حضرت مولانا مولوی محمد ہدایۃ الرسول صاحب لکھنوی وجناب مولانا مولوی محمد عمر الدین صاحب مدرس مدرسہ فتحیہ وحکیم مشتاق احمد صاحب اور پندرہ سولہ اور حضرات اور بلسار سے جناب قاضی صاحب اور اُن کے ہمراہ چار پانچ اور صاحب۔ اور ریاست بڑودہ سے جناب مولانا محمد بشیر الدین خان صاحب مصنف منیر الدین اور اُن کے ساتھ ایک اور بزرگ تشریف لائے، چونکہ تبدیلی تاریخ جلسہ کی خبر علمائے سورت کو نہیں معلوم تھی لہذا انتیسویں (۲۹) کی شب کو سورت سے مولوی عبدالقادر صاحب بافقطہ سیکریٹری انجمن اسلام سورت و مولوی سید احمد علی صاحب واعظ رونق افروز ہوئے اور دو ڈھائی گھنٹے اسٹیشن پر قیام فرمایا اور تاریخ معین پر تشریف لانے کا وعدہ کرکے واپس گئے۔ سورت والے علماء کی قبل کی گاڑی میں جناب مولانا محمد ہدایۃ الرسول صاحب وغیرہ بمبئی سے تشریف لائے تھے۔

اور دمن سے تو ہم لوگ پہلے ہی پندرہ بیس آدمی حضرات علماء کی پیشوائی کے لیے اسٹیشن پر پہنچ گئے تھے۔ رحیم بھائی کی دوکان پر جو قریب دمن کے اسٹیشن کے ہے تین گھنٹے تک ہم لوگوں کا اور علمائے بمبئی وسورت کا خوب جلسہ رہا اسی جلسے میں مولانا محمد عبدالقادر صاحب بافقطہ نے مولانا محمد ہدایۃ الرسول صاحب سے فرمایا کہ میں نے بانیان عیدگاہ ثانی کو نہایت سمجھایا مگر وہ کسی طرح نہ سمجھے۔ بمبئی میں ایک استفتا میرے پاس لے کر گئے اور اس کی تصحیح کے خواہاں ہوئے۔ میں نے کہا کہ عیدگاہ جدید نہ بنواؤ اس میں سوائے نقصان دینی ودنیوی کے اور کچھ حاصل نہیں اسی طرح دیر تک اُن کو سمجھاتا رہا کچھ بھی اُن کے خیال میں نہ آیا۔ انجام کار اس امر کا اظہار کیا کہ ہم نے پانچ سو روپے کے پتھر اور پانچ سو روپے کی زمین خرید کرلی ہے اس قدر نقصان کیوں کر گوارا کریں۔ میں نے جواب دیا کہ اس نقصان سے محفوظ رہنے کی تدبیر مجھ سے سنو۔ پتھر راندیر کی مسجد میں بھجوا دو فروخت کرادوں گا اور زمین کو بیچ ڈالو جس قدر نقصان ہوگا میں اپنے پاس سے پورا کردوں گا۔ افسوس کہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے اور بے نیل مرام واپس گئے۔ پھر میرے شاگرد حکیم صاحب کے پاس استفتا لے گئے انہوں نے بھی دستخط نہ کیے۔ المختصر ان کے سورت تشریف لیجانے کے وقت تک اسی قسم کی مولانا محمد ہدایۃ الرسول صاحب سے گفتگو ہوتی رہی۔ آٹھ دس گاڑیاں اول ہی سے مہیا تھیں جب مولانا محمد عبدالقادر صاحب بافقطہ و مولوی سید احمد علی صاحب تشریف لے گئے ہم مولانا محمد ہدایۃ الرسول صاحب وغیرہ کو سوار کراکے نہایت احترام سے دمن لائے اور جامع مسجد کا بنگلہ آراستہ کیا ہوا جائے اقامت قرار دیا۔

دوسری ربیع الاول شریف پنجشنبہ کی صبح کو آٹھ بجے کے بعد سے جلسہ مبارکہ شروع ہوا اور قریب بارہ بجے کے اختتام کو

پہنچا۔ اول حامی سنت ماحی بدعت سرکوب وہابیاں و بدمذہباں جناب مولانا مولوی محمد بشیر الدین خان صاحب بڑودھوی نے آدھا گھنٹے تک حضور پر نور علیہ الصلوۃ والسلام کے فضائل کریمہ صاف صاف الفاظ میں اس خوبی سے بیان فرمائے کہ حاضرین نہایت محظوظ ہوئے۔ اسکے بعد مؤید دین متین ناصر سنت سید المرسلین جناب مولانا مولوی محمد ہدایۃ الرسول صاحب نے دو گھنٹے تک فخر بنی آدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اوصاف وعادات شریفہ اس جوش وخروش سے لسان جادو بیان سے اظہار فرمائے کہ سامعین پر سکتے کی حالت طاری ہوگئی۔ اور جس وقت حضور کے محبوں اور جان نثاروں کا ذکر مبارک آیا حضار مجلس کی آنکھوں نے آنسوؤں کا مینھ برسایا۔ پھر اہل اسلام کو باہمی اتفاق واتحاد کی ترغیب دلاکر اور اسپر مضمون کو وسعت دے کر تعمیر عیدگاہ جدید کی عقلی بُرائیاں دینی خرابیاں ایسی عمدہ وپاکیزہ الفاظ میں بیان فرمائیں کہ حضار مجلس کی سمجھ میں اچھی طرح سے آئیں اور سب کے سب اُس کے عیوب ونقائص پر مطلع ہوگئے۔ اسکے بعد حضرت مولانا ابو المسکین محمد ضیاء الدین صاحب مہتمم تحفہ حنفیہ سے فرمایا کہ جو فتوی عیدگاہ ثانی کی ممانعت میں جماعت اہل سنت کھاراواڑ نے کرایا ہے اور ہندوستان کے اکثر بلکہ قریب قریب کل علماء کرام نے نہایت شدومد سے اس کی تصحیح فرمائی ہے اُس کو پڑھ کر جملہ حاضرین کو سنادیجئے۔ چنانچہ مولانا محمد ضیاء الدین صاحب نے اس فتوی کو باآواز بلند پڑھا۔

اور جو عبارت کس قدر مشکل تھی اس کا خلاصہ دو دو تین تین مرتبہ فرمایا کہ جس سے سامعین نے اچھی طرح عیدگاہ ثانی کے عدم جواز کا حال اور تفریق جماعت واسراف کا وبال وغیرہ اچھی طرح سمجھ لیا اور بخوبی اُن کے ذہن نشین ہوگیا۔ فتوی کو کھڑے ہوکر دکھابھی دیا اور موجودین سے یہ کہا کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں کیسے کیسے علماء نامی کی مواہیر ثبت اور کتنے وارثان حضور کے دستخط درج ہیں اور کیسی مدلل عبارتین عیدگاہ جدید کی بطالت میں تحریر فرمائی ہیں۔ پھر مولانا محمد ضیاء الدین صاحب بیٹھ گئے۔ اور جناب مولانا محمد ہدایۃ الرسول صاحب نے ابناء زمان کی منافقانہ کیفیت اور عہد سے پھر جانے والوں کی مذمت اور اُن کی افسوس ناک حالت اور اس بارے میں ورودِ وعیدِ شدید بیان فرماکے حضرت سید کائنات فخر موجودات علیہ الف الف تحیات کے خاص فرمان عالیشان کی جو شیر خدا حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دست مبارک کا تحریر فرمایا ہوا ہے حاضرین کو زیارت کرائی جس سے ایمان تازہ اور روح کو فرحت بے اندازہ حاصل ہوئی پھر فاتحہ پر جلسے کا اختتام ہوا جلسے کی آرائش قابل دید تھی دور تک شامیانہ تنا ہوا اس کے نیچے ہاروں کا جال بنا ہوا۔ بعض بعض مقام پر پھولوں کا گلدستہ دیا ہوا خاص کر علماء کی نشست کے محاذی شامیانے کے اندرونی حصے میں عجیب صنعت کی جھالر وغیرہ بنائی تھی اور اُن کی نشست کا مقام جو ایک ممتاز جگہ تھی خوب آراستہ اور پُر تکلف کی گئی جس کی خوبی دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی تھی شائقین صادقین کثرت سے شریک جلسہ ہوئے اپنے اپنے خلوص کے دامنوں کو انعام ایزدی سے بھر کر لے گئے۔ جن کی قسمتوں میں یہ انعام واکرام نہ تھا وہ محروم رہے۔

جلسے کے دوروز قبل ایک تحریر مع اشتہار بانیان عیدگاہ جدید کی خدمتوں میں روانہ کی گئی کہ شریک جلسہ ہوں مگر نہ معلوم کہ کس مصلحت سے وہ حضرات تشریف نہ لائے بعد نماز عصر حضرات علماء کو رخصت کیا۔ بارہ تیرہ گاڑیوں پر سوار ہوکر بہت سے لوگ اُن کے پہنچانے کے واسطے اسٹیشن تک گئے اور نہایت عزت وحرمت سے رخصت کرکے وطن واپس آئے۔ اب ہم اپنے بھائیوں

کی خدمت میں عرض رساں ہیں کہ بر سرِ انصاف آئیں۔ ہٹ دھرمی کو چھوڑیں فتوی ملاحظہ کرکے عیدگاہ جدید کو نیست و نابود فرمائیں۔ کسی مفسد کے بہکانے کی طرف توجہ نہ کریں جادہ مستقیم ہرگز نہ چھوڑیں۔

حسبنا الله ونعم الوكيل وهو يهدي من يشاء إلى سواء السبيل، وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله وأصحابه وبارك وسلّم.

نیاز گزار

جماعت اہل سنت، کھاراواڑ، واقع ومن صانہا اللہ تعالی عن الفتن

نماز عید ایک شہر میں متعدد جگہ اگرچہ روا ہے، مگر ایک شہر کے لیے دو ۲ عیدگاہ بیرون شہر مقرر کرنا زمان برکت نشان حضور سیدِ عالم ﷺ سے اب تک معہود نہیں

استفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۲: از دمن خرد ملک پرتگال محلہ کھاراموڑ، مرسلہ مولوی محمد ضیاء الدین صاحب ۱۰ / محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے میں کہ...

ایک عیدگاہ ایک چھوٹی سی بستی میں ۱۲۳۶ھ / ہجری سے بنی ہوئی ہے بعض مسلمانان اہل شہر کو اپنے محلے سے ربع میل کے قریب مسافت طے کرکے جانا پڑتا ہے اور بعض اہل محلہ ربع میل سے بھی کم چل کر داخل عیدگاہ ہوجاتے ہیں۔ سال مذکور سے جملہ اہل شہر اسی عیدگاہ میں برابر نماز عید ادا کرتے رہے حال میں ان اشخاص نے جن سے بہت قریب عیدگاہ تھی بباعث نفسانیت دنیوی کے عیدگاہ میں نماز عید پڑھنا ترک کردیا۔ حالانکہ اُن کو کسی نے عیدگاہ میں نماز پڑھنے سے ممانعت بھی نہیں کی تھی صرف اسی نفسانیت کی بنا پر یا کسی مفسد کے بہکانے سے یہ بات اپنی طبیعت سے گڑھ لی کہ ہم کو بانیان عیدگاہ کی طرف والے عیدگاہ میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں بایں وجہ ہم نے عیدگاہ میں دوگانہ ادا کرنا ترک کردیا۔ دیگر یہ کہ اُن کا بیان ہے کہ طرفین کے دلوں میں عداوت ہے اور جس شخص کو کسی سے عداوت ہوتی ہے اس کی نماز اس کے پیچھے درست نہیں ہوتی آیا یہ بات اُن کی صحیح ہے یا غلط۔ چند سال سے ایک میدان میں جو عیدگاہ کے قریب ہے نماز عید پڑھتے تھے امسال اُن کا ارادہ اسی میدان میں دوسری عیدگاہ کی تعمیر کا ہے۔

اور عیدگاہ ثانی کی تعمیر کا بظاہر یہ عذر بیان کیا جاتا ہے کہ سمندر کی طغیانی کا پانی جو آجاتا ہے اس نے اس محلے کو دوسرے محلوں سے جدا کردیا اور یہ پانی بمنزلہ ندی کے ہوگیا۔ اور دو محلوں کے درمیان جو ندی واقع ہوجائے تو اس کے ادھر ادھر دو عیدگاہیں بنانا جائز ہیں اور اس بارے میں فتاوی قاضی خان کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ کیفیت سمندر کی طغیانی کی یہ ہے کہ ایک ماہ میں دو روز زیادہ پانی آتا ہے اور اُن کے محلے کا ایک راستہ گھیر لیتا ہے اور دو تین گھنٹے کے بعد وہ پانی پھر سمندر میں چلا جاتا ہے اور وہ راستہ بھی صاف ہوجاتا ہے اس پانی کے بڑھنے کی تاریخیں نہ عید الفطر میں واقع ہوتی ہیں نہ عید الاضحی میں یہ عذر اُن کا سراسر بار دہی

اور محض حیلہ سازی اور تصنع ہے کیونکہ قدیم سے اُن کے آباءواجداد اور اس نفسانیت تک وہ خود اُسی عیدگاہ میں نماز عید ادا کرتے رہے اور دوسرے محلے کی راہوں میں بھی یہی صورت واقع ہوتی ہے مگر آج تک برابر اُسی قدیم عیدگاہ میں دوگانہ ادا کرتے ہیں کبھی پانی حائل ومانع نہیں ہوتا۔

اس پانی پر ندی کا اطلاق ہوسکتا ہے یانہیں اور اس حالت میں ان چند اشخاص کو اس جدید عیدگاہ کا ایسے مختصر شہر میں تعمیر کرنا ازروئے شرع شریف درست ہے یانادرست اور ایسی دو عیدگاہوں کا جواز یاغیر جواز حنفیہ کے نزدیک ہے یاشافعیہ کے نزدیک اُن لوگوں کا بیان ہے کہ ممانعت مذہب شافعی میں ہے مذہب حنفی میں نہیں اور اگر درست ہے تو اب دو عیدگاہوں کے ہوجانے سے قلت جماعت عیدگاہ سابق موجب کمی ثواب ہے یانہیں اور باعث قلت ثواب کے ایسی حالت میں بانیان عیدگاہ جدید ٹھہریں گے یانہیں اگر یہ لوگ ٹھہرے تو عیدگاہ سابق کو محض نفسانیت دنیوی کے سبب ترک کردینے والوں کی نسبت اور ثواب کثیر کو قلیل کردینے والوں کی بابت ہماری شریعت مطہرہ کیا حکم کرتی ہے۔ بیّنوا جزاکم الله تعالٰی.

الجواب

نماز عید ایک شہر میں متعدد جگہ اگرچہ رواہے مگر ایک شہر کے لیے دو عیدگاہ بیرون شہر مقرر کرنا زمان برکت نشان حضور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اب تک معہود نہیں نہ زنہار اس میں شرع مطہرودین منور کی کوئی مصلحت خصوصاً ایسی چھوٹی بستی میں، تو اگر اس میں اس کے سوا کوئی حرج نہ ہوتا تو اسی قدر اس فعل کی کراہت کو بس تھا کہ محض بے ضرورت شرعی ومصلحت دینی خلاف متوارث مسلمین ہے ایسا فعل ہمیشہ مکروہ ہوتا ہے۔ درمختار باب العیدین میں ہے: "لِاَنَّ الْمُسْلِمِیْنَ تَوَارَثُوْہُ فَوَجَبَ اتِّبَاعُھُمْ"(۱)۔ "ردالمحتار" "کتاب الذبائح" میں "غایۃ البیان" سے ہے: "تَوَارَثَہُ النَّاسُ فَیُکْرَہُ تَرْکُہُ بِلَا عُذْرٍ"(۲).

اور یہیں سے ظاہر کہ تعدد مساجد پنجگانہ پر اُس کا قیاس نہیں ہوسکتا کہ وہ خود متوارث ومطلوب فی الشرع ہے۔ "سنن ابی داوٗد" و"ترمذی" و"ابن ماجہ" میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے: «اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِی الدُّوْرِ وَاَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَیَّبَ»(۳).

جب یہ تعمیر مصلحت دینی سے خالی ہوئی اور اُس میں کوئی منفعت دنیوی نہ ہونا بدیہی تو محض عبث ہوئی اور ایسا ہر عبث ناجائز

---

(۱) "الدر المختار مع حاشیة ابن عابدین"،کتاب الصلاة،باب العیدین ،الجزء۲،صفحه۱۸۰ .
(۲) "رد المحتار علی الدر المختار"، کتاب الذبائح،الجزء۶،صفحه۲۹۶.
(۳) "سنن أبي داود" لأبي داود، کتاب الصلاة، بَابُ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ،رقم الحدیث۴۵۵، الجزء۱، صفحه۱۲۴، * "سنن الترمذي"، أبواب السفر، بَابُ مَا ذُكِرَ فِي تَطْيِيبِ الْمَسَاجِدِ، رقم الحدیث۵۹۴، الجزء۱، صفحه۷۳۳، * "سنن ابن ماجه"، کتاب المساجد والجماعات، بَابُ تَطْهِيرِ الْمَسَاجِدِ وَتَطْيِيبِهَا،رقم الحدیث۷۵۹، الجزء۱، صفحه۲۵۰.

ممنوع ہے۔ "ہدایہ" میں ہے: "اَلْعَبَثُ خَارِجَ الصَّلَاةِ حَرَامٌ فَمَا ظَنُّكَ فِي الصَّلَاةِ"[1]. "حلیہ" میں ہے: "الفرق بين العبث والسفه على ما ذكره بدر الدين الكردي أنّ السفه ما لا غرض فيه أصلاً والعبث فعل فيه غرض لكن ليس بشرعي وعمارة غيره العبث ما ليس فيه غرض صحيح لفاعله"[2].

یہ عمارت بے حاجت کی تعمیر ہوئی اور ہر عمارت بے حاجت اپنے بنانے والے پر روز قیامت وبال ہے، کَمَا وَرَدَتْ بِهٖ اَحَادِيْثُ عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ عَنْ اَنَسٍ وَالطَّبَرَانِيِّ عَنْ وَاثِلَةَ وَفِيْهِ عَنْ غَيْرِهِمَا ﷺ.

امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا آپ فرماتے ہیں کہ حضور انور شافع محشر ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ بَنٰى بِنَاءً اَكْثَرَ مِمَّا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ كَانَ عَلَيْهِ وَبَالًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[3].

اور امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: «كُلُّ بُنْيَانٍ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهٖ اِلَّا مَا كَانَ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِكَفِّهٖ وَكُلُّ عِلْمٍ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا مَنْ عَمِلَ بِهٖ»[4].

جنگل میں بے حاجت شرعی ایک عمارت بنا کر کھڑی کر دینا اسراف ہوا اور اسراف حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾[5].

صورت مستفسرہ میں یہ سب شناعتیں خود اس فعل بے معنی میں موجود تھیں اگرچہ اس کی تعمیر براہ نفسانیت نہ ہو۔ اور جبکہ یہ بنا براہ نفسانیت ہے جیسا کہ بیان سوال سے ظاہر تو اس کا مذموم و مردود ہونا خود واضح و روشن ہے کما لایخفی اور عداوت امام کا عذر محض ہیچ ولغو ہے اور اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز نادرست بتانا شرع مطہر پر محض افتراء ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾[6].

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: «صَلُّوْا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ».

حالانکہ فاجروں سے بغض کا صریح حدیثوں میں حکم ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل فتنہ سے دینی عداوت رکھتے اور ان کے پیچھے

---

(۱) "الهداية في شرح بداية المبتدي"، كتاب الصلاة، باب: ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، فصل: ويكره للمصلي... إلخ، الجزء ۱، صفحه ۶۴.
(۲) "حلبة المجلي"، فصل في ما يكره فعله في الصلاة، ج ۲، صـ ۳۰۴.
(۳) "شعب الإيمان"، الزهد وقصر الأمل، فصل فيما بلغ عن الصحابة ﷺ، رقم الحديث ۱۰۲۲۶، الجزء ۱۳، صفحه ۲۲۱.
(۴) "المعجم الكبير"، باب الواو، مَا اَسْنَدَ وَاثِلَةُ مَكْحُوْلٌ الشَّامِيُّ، عَنْ وَاثِلَةَ، رقم الحديث ۱۳۱، الجزء ۲۲.
(۵) "القرآن": [۶: الأنعام: ۱۴۱].
(۶) "القرآن": [۲: البقرة: ۱۱۱].

نماز سے باز نہ رہتے پھر دنیوی عداوت کیونکر مانع صحت نماز ہو سکتی ہے اور ایسی ہی عداوت موجب تعدد عیدگاہ ہو تو آج اس امام سے عداوت ہے ممکن کہ کل اس دوسری عیدگاہ کے امام سے مخالفت ہو جائے تو اب تیسری بنائیں پرسوں اس تیسری والے سے بھی رنجش ہو جائے تو چوتھی بنائیں یہاں تک کہ سارا جنگل عیدگاہوں سے بھر دیں اس جنون کی کوئی حد ہے۔

اور پانی کا عذر بھی نقش برآب ہے سائل کا بیان بہت صحیح ہے کہ ایسی زیادت مہینے میں صرف دو (۲) روز ہوتی ہے جنھیں عیدین سے تعلق نہیں دریا کا جزرومد اگرچہ ہمیشہ بلکہ ہر روز و شب میں دوبار مد دوبار جزر ہوتا ہے مگر یہ زیادت وافراط کسوف وخسوف کی طرح بہ تقدیر عزیز علیم نیرین کے اجتماع واستقبال سے تعلق رکھتی اور ان کے بعد واقع ہوتی ہے جسکی تاریخیں سلخ ونصف ماہ یعنی او نتیس (۲۹) یا کبھی تیس (۳۰) اور اُدھر چودہ (۱۴) پندرہ (۱۵) واقع ہوتی ہیں دسویں کو عادۃً ہرگز نہیں ہوتی تو عید اضحی میں اس کا احتمال ہی نہیں اور یکم کو اگر بالفرض واقع بھی ہو تو ارشاد صحیحہ سے ثابت ہوا ہے کہ مد اس وقت ہوتا ہے جب چاند دائرۂ نصف النہار پر پہنچے اور پہلی تاریخ کا چاند دوپہر ایک بجے تک بھی نصف النہار پر نہیں آتا کہ ٹھیک دوپہر کو تو آفتاب اس دائرہ پر آئے گا اور چاند ہنوز اس سے کم وبیش بیس ۲۰ یا بائیس ۲۲ درجے شرقی ہے تو اس کے مرور کو عامۂ معمورہ میں ایک گھنٹہ کافی نہیں۔ عید کی نماز گیارہ ۱۱ بجے تک ہو جاتی ہے دو بجے پانی آیا تو کیا نقصان کرے گا اسے دو محلوں میں فاصل ندی ماننا محض جنون اور فتاوی قاضی خان کی طرف نسبت نرا افتراء ہے فتاوی مذکورہ میں یہ ذکر نہ عیدگاہ کی نسبت ہے نہ نماز عید کے لیے بلکہ نماز جمعہ دو جگہ ہونے کے لیے ایک قول نقل کیا ہے کہ جہاں وسط شہر میں نہر عظیم بہتی ہو جیسے بغداد شریف میں دجلہ وہ شہر دو شہر سمجھا جائے کا عبارت اس کی یہ ہے: "وروی أصحاب الأمالي عن أبي یوسف ﷺ أنه لا یجوز في مسجدین من مصر واحد إلاّ أن یکون بینهما نهر کبیر فکان حکمه حکم مصرین فإن لم یکن بینهما نهر فالجمعة لمن سبق منهما"(۱).

اس مہمل عذر کے باقی رد خود بیان سائل سے واضح وآشکار ہیں کہ عذر ہوتا تو ان کے آباؤ اجداد کو نہ ہوا عذر ہوتا تو کل تک خود انھیں نہ ہوا عذر ہوتا تو اور محلے والوں کو آج تک نہ ہوا۔ مسلمانو! یہ معاملہ دین کا ہے خدا سے ڈرو اور ساختہ عذروں بناوٹ کے حیلوں سے کام نہ لو مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ نہ ڈالو اظہار شوکت اسلام کہ ایک جگہ کے اجتماع سے مقصود شارع ہے اس میں خلل اندازی کے درپے نہ ہو۔ اسی طرح یہ ادعا کہ ایسی عبث وبے معنی عیدگاہ کی ممانعت مذہب شافعی میں ہے نہ حنفی میں محض مردود وبے اصل ہے ہم نے جس قدر روایات سے اس کی ممانعت ثابت کی سب کتب حنفیہ سے ہیں یا قرآن وحدیث سے ہاں ہمارا شافعیہ کا اختلاف ہے تو اس بارے میں ہے کہ شہر میں چند جگہ نماز عید شافعیہ کے یہاں مکروہ ہے۔

"کتاب الانوار" فصل صلاۃ العیدین میں ہے: "یستحب الاجتماع في موضع واحد ویکره التعدید

---

(۱) "فتاوی قاضي خان" علی هامش "الفتاوی الهندیة"، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ج ۱، صـ۱۷۶-۱۷۷.

بلا حاجة وللإمام المنع منه"[1]۔ "درمختار" میں ہے: "(تُؤَدّٰى بِمِصْرٍ) وَاحِدٍ (بِمَوَاضِعَ) كَثِيْرَةٍ (اتِّفَاقًا)اھ"[2]۔

نماز شہر میں متعدد جگہ جائز ہونے سے یہ کب لازم آیا کہ بے حاجت شرعیہ متعدد عیدگاہوں کی عمارتیں لغو وفضول جنگل میں بنا کر کھڑی کرو اور فعل اسراف میں مال ضائع کرو۔ والعیاذ باللہ رب العلمین واللہ یهدي من یشاء إلی صراط مستقیم. واللہ ﷻ أعلم وعلمه، جل مجده، أتم وحكمه، أحكم.

عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
كتبـــــــــــه
بمحمد المصطفى النبي الأمي صلى الله تعالى عليه وسلم

تحریر لطیف و مہر شریف: حضرت عظیم البرکۃ واقف رموز خفی وجلی حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی ادام فیضہ اللہ القوی

هذا هو الحق والحق يعلو ولا يعلى.

سید ابوالحسین احمد نوری عرف میاں صاحب سجادہ نشین مارہرہ بخط

سید ابوالحسین احمد نوری عرف میاں صاحب قادری ۱۳۱۲ھ

تحریر و مہر شریف شیخ العلما تاج الفضلا واقف رموز شریعت وطریقت اعلحضرت حامی سنت جناب مولانا شاہ محب الرسول محمد عبدالقادر صاحب بدایونی دامت برکاتہم ودیگر علمائے بدایون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

امابعد واضح ہو کہ جواب بالا صحیح وصواب ہے نماز عید کی ایک شہر میں اگرچہ محققین کے نزدیک متعدد مواضع پر پڑھنا شرعاً جائز ہے مگر جیسا کہ سوال میں مندرج ہے کہ بباعث نفسانیت دنیوی کے عیدگاہ قدیم میں چند اشخاص نے نماز عید پڑھنا ترک کردیا ہے اور نفسانیت کی بنا پر اسی میدان میں جہاں سے عیدگاہ قدیم کے قریب ہے عیدگاہ جدید کا بلاعذر شرعی اور ضرورت ومصلحت دینی کے نفسانیت سے بنانے کا ارادہ کیا ہے پس بر تقدیر صدق بیان سوال کے ایسا فعل اُن اشخاص کا مخالف شرع شریف کے ہے۔ اُن اشخاص کو لازم ہے کہ نفسانیت کو ترک کرکے عدوات دنیاوی باہمی سے باز آویں اور اتفاق اہل سنت میں خلل نہ ڈالیں ورنہ گناہ

(۱) "الأنوار لأعمال الأبرار"، كتاب الصلاة، فصل صلاة العيدين، ج۱، ص۲۱۷.
(۲) "الدر المختار مع حاشية ابن عابدين"، كتاب الصلاة، باب العيدين، الجزء۲، صفحه۱۷۶.

شدیدہ کے مستحق ہیں کہ عداوت و بغض دنیوی بغیر عذر شرعی کے مسلمانوں سے رکھنا حرام قطعی ہے۔ہاں البتہ عداوت و بغضِ دینی ساتھ فرق ضالہ کے مانند نیچریہ ووہابیہ وروافض وغیرہم کے شرعاً مامور بہ ہے فقط

حررہ الفقیر عبدالقادر القادری عفی عنہ

عبدالقادر محب الرسول قادری ۱۲۹۱ھ

لا ريب أن الأمر كما حققه حضرة الوالد الأمجد مولانا الأعظم قدوة الأكابر سيدي محب الرسول عبد القادر مد الله ظلال بركاتهم علينا إلى أبد الأبد فإنه الحق الجلي الذي لا يحيد عنه إلا غبي أو غوى، والله أعلم وعلمه أتم.

حرره العبد المفتقر

مطيع الرسول عبد المقتدر العثماني القادري البدايوني كان الله له في الدنيا والأخرة. محمد عبد المقتدر مطيع الرسول قادري حنفي ۱۳۱۷ھ

ذلك كذلك والله أعلم حرره المعتصم بذيل النبي الأمجد عبد الرسول محب أحمد الصديقي الحنفي القادري البدايوني المدرس الأول في الجامع الشمسي

عبدالرسول محب احمد قادری ۱۲۹۴ھ

الجواب صحيح وصواب

حرره محمد حافظ بخش الحنفي كان الله له المدرس بمدرسة الحمدية الكائنة بمحلة چودهرى گنج من محلات بلدة بدايون محمد حافظ بخش حنفي ۱۳۱۷ھ

مواہیر علمائے بریلی

محمد حامد رضاخان عرف ولد مولوی محمد احمد رضاخان محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۱۴ھ

محمد سلطان احمد خان قادری ۱۳۰۹ھ

نصیر الدین حسن خان ۱۳۰۰ھ

محمد عبدالرحمن عرف محمد رضاخان قادری ۱۳۱۳ھ

عبارات و مواہیر علماء پیلی بھیت

موجودہ صدی کے مجدد شریعت مصطفوی کے مجدد بحر زاخر حبر فاخر محقق علامہ مدقق فہامہ شیخ العلماء و شیخون الفضلا عالم جلیل فاضل نبیل صاحب حجت قاہرہ مالک رقبہ حکمت فاخرہ سند اصحاب منقول فحول و مستند ارباب معقول فقیہ وجیہ محدث نبیہ آیۃ من آیات اللہ البینات جبل من جبال اللہ الشامخات عالم سنت امام اہل سنت سیدنا حضرت مولانا محمد احمد رضاخان صاحب عمت ہدایاتہم

اہل المشارق والمغارب نے جو کچھ جواب میں افادہ فرمایا عین صواب و مودای کلام اصحاب ہے، اور لاریب اس مسجد کو کہ بر بنائے نفسانیت و بے حاجت و مصلحت بقصد مخالفت مسلمین و تفریق جماعت مسجد قدیم بنائی جائے حکم مسجد ضرار کا ہے۔ نماز پڑھنا اس میں نادرست ہے۔

بنو عمرو بن عوف نے جب مسجد قبا تیار کی تو سرور عالم ﷺ کی خدمت فیض مرتبت میں انہوں نے درخواست کی کہ آپ تشریف لائیے اور ہماری مسجد کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرما کر ادائے نماز سے اس کو بابرکت کیجیے حضور نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا اور قدم رنجہ فرما کر ان کی مسجد کو اپنی نماز سے متبرک گردانا۔ بنو غنم بن عوف نے اس پر حسد کیا اور ایک اور مسجد بمقابلہ مسجد قبا کے تیار کرکے چاہا کہ حضور اقدس ﷺ تشریف لا کر اسکو بھی مشرف فرمائیں آپ نے ان کو ٹال دیا اور فرمایا کہ میں بالفعل سفر غزوہ کا عازم ہوں بعد لوٹنے کے اگر خدا تعالٰی نے چاہا تو تمہاری مسجد میں نماز پڑھوں گا۔ جب آپ غزوہ سے لوٹ کر تشریف لائے تو انہوں نے آپ کو یاد دلایا اسی وقت حق سبحانہ و تعالٰی نے وحی اُتاری اور یہ حکم اپنے حبیب کریم ﷺ کو سنایا کہ ﴿لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا﴾[1] یعنی مسجد ضرار میں نماز کبھی نہ پڑھو اور ایسی مسجد کو منہدم اور نیست و نابود کردینے کا حکم ہوا۔ سرور عالم ﷺ نے بنی غنم بن عوف کی مسجد کو جلوا کر گروادیا۔

"معالم التنزیل" اور "زرقانی" میں ہے: "فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَالِكَ بْنَ الدُّخْشُمِ وَمَعْنَ بْنَ عَدِيٍّ وَعَامِرَ بْنَ السَّكَنِ وَوَحْشِيًا قَاتِلَ حَمْزَةَ، وَقَالَ لَهُمْ:انْطَلِقُوا إِلَى هَذَا الْمَسْجِدِ الظَّالِمِ أَهْلُهُ، فَاهْدِمُوهُ وَاحْرِقُوهُ، فَخَرَجُوا سَرِيعًا حَتَّى أَتَوْا بَنِي سَالِمِ بْنِ عَوْفٍ وَهُمْ رَهْطُ مَالِكِ بْنِ الدُّخْشُمِ، فَقَالَ مَالِكٌ: أَنْظِرُونِي حَتَّى أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ بِنَارٍ مِنْ أَهْلِي فَدَخَلَ أَهْلَهُ فأخذ سعافا من النخل وأشعل فِيهِ نَارًا، ثُمَّ خَرَجُوا يَشْتَدُّونَ حَتَّى دَخَلُوا الْمَسْجِدَ وَفِيهِ أَهْلُهُ فحرَّقُوهُ وَهَدَمُوهُ وَتَفَرَّقَ عَنْهُ أَهْلُهُ، وَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُتَّخَذَ ذَلِكَ كُنَاسَةً تُلْقَى فِيهِ الْجِيَفُ وَالنَّتْنُ وَالْقُمَامَةُ"[2].

قال الله تعالٰی: ﴿اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾[3].

حرره العبد المسكين المتمسك بذيل شفاعة سيد المرسلين خاتم النبيين وصي أحمد الحنيفي

---

(۱) "القرآن الكريم"، پارہ۱۱، سورة التوبة(۹)، آیت۱۰۸۔

(۲) "معالم التنزيل في تفسير القرآن" (تفسير البغوی)، پارہ۱۱، سورة التوبة(۹)، تحت الآية: ۱۰۷، الجزء۲، صفحہ۳۸۷۔
"شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية"، كتاب المغازي، ثم غزوة تبوك، الجزء٤، صفح۹۸۵۔

(۳) "القرآن الكريم"، پارہ۱۱، سورة التوبة(۹)، آیت۱۰۹۔

الحنفي السني حماہ عن شر کل غبي وغوي من الرافضي والوهابي والنیجري والندوي

محمد وصی احمد ناصر دین المعروف بہ محدثِ سورتی ۱۳۰۱ھ

جواب عالم باعمل وفاضل بے بدل علامہ زمان وفہامہ دوران زبدۃ المحققین وقدوۃ المدققین فرید العصر ووحید الدہر واقف رموز علوم نقلیہ وماہر فنون عقلیہ بیخ کن مزعومات عامہ مبتدعین خصوصًا فرقہ زائغہ وہابیہ وجماعت گمراہ غیر مقلدین وطائفہ مستحدثہ مغویہ ندوہ میں خذلہم اللہ تعالٰی اجمعین حضرت فیض مرتبت عالم سنت امام اہل سنت صاحب حجۃ قاہرہ مجدد ماتہ حاضرہ جناب مولانا وبالفضل اولانا المولوی محمد احمد رضا خان صاحب دام فیضہ کا جن کی ذات فیض آیات پر یہ چند اشعار مرقومۃ الذیل خوب شایان وچسپاں ہیں۔

فضل و ہنر میں اُن کو جو حاصل کمال ہے — حیرت ہے عقل کو کہ عجب کچھ یہ حال ہے

سائل کرے سوال تو لکھتے ہیں وہ جواب — برداشتہ قلم نہیں کچھ قیل و قال ہے

کی گفتگو جو کسی کند ذہن نے — حا کر وہ منہ کی بیٹھ رہا گویا لال ہے

موجد ہیں گویا جملہ علوم و فنون کے — تقریر اونکی سنکے یہ ہوتا خیال ہے

حاسد جلے تو جلنے دو پروا ذرا نہیں — در پہ وہ اس کے واسطے یہ گوشمال ہے

نہایت صحیح ودرست ہے فقط

حررہ العبد الضعیف ابوسراج عبدالحق عفی عنہ

مدرس مدرسہ احمدیہ واقع جامع مسجد حافظ آباد معروف بہ پیلی بھیت تلمیذ محدث سورتی حضرت فیض درجت مولانا محمد وصی احمد سلمہ الصمد

عبارات ومواہیر علمائے رامپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواب مجیب دام فیضہم کا بہت صحیح ودرست ہے واقع میں اس عیدگاہ کی تعمیر نادرست وخلاف شرع ہے کیونکہ اس کی بنا نفسانیت وتفرقہ وقلتِ جماعت پر ہے اور جو مسجد فخر۔ ریا۔ تفرقہ۔ یا شہرت کیواسطے یا سوائے ابتغائے وجہ اللہ کسی غرض دنیوی کیواسطے یا اور مساجد کے ضرر کے لیے یا مال حرام سے بنائی جائے وہ مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے لہذا یہ مسجد بھی حکمًا مسجد ضرار میں داخل ہے یعنی جیسا کہ مسجد ضرار میں نماز پڑھنا جائز نہیں ایسا ہی اس مسجد میں بھی نماز عید پڑھنا درست نہیں جس طرح مسجد ضرار قابل ہدم واحراق تھی اسی طرح یہ مسجد بھی گرا دینے اور جلا دینے کے قابل ہے، لما في "التفسیر الکبیر": "قَالَ الْوَاحِدِی: قَالَ ابن عَبَّاسٍ وَمُجَاهِدٌ وَقَتَادَةُ وَعَامَّةُ أَهْلِ التَّفْسِيرِ ﷺ: الذینَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا كَانُوا

اثنی عشر رجلا من المنافقین بنوا مسجدا یضارون به مسجد قباء، وأقول إنه تعالی وصفه بصفات أربع:

الصفة الأولی: ضرارا، والضرار محاولة الضر، کما أن الشقاق محاولة ما یشق. قال الزجاج: وانتصب قوله: ضرارا لأنه مفعول له، والمعنی: اتخذوه للضرار ولسائر الأمور المذکورة بعده، فلما حذفت اللام اقتضاه الفعل فنصب. قال وجائز أن یکون مصدرا محمولا علی المعنی، والتقدیر: اتخذوا مسجدا ضروا به ضرارا.

والصفة الثانیة: قوله: وکفرا قال ابن عباس ﷺ: یرید به ضرارا للمؤمنین وکفرا بالنبی ﷺ، وبما جاء به: وقال غیره اتخذوه لیکفروا فیه بالطعن علی النبی ﷺ والإسلام.

والصفة الثالثة: قوله: وتفریقا بین المؤمنین أی یفرقون بواسطته جماعة المؤمنین، وذلک لأن المنافقین قالوا نبنی مسجدا فنصلی فیه، ولا نصلی خلف محمد، فإن أتانا فیه صلینا معه. وفرقنا بینه وبین الذین یصلون فی مسجده، فیؤدی ذلک إلی اختلاف الکلمة، وبطلان الألفة". انتهی(۱).

وهکذا التفریق والضرر موجودان في السؤال، کما لا یخفی علی من له أدنی ممارسة في العلوم فهذان أیضاً تدخلان في حیز المحظورات الممنوعة.

قال ابن عباس: "لا تصل فیه، منع الله تعالی نبیه ﷺ أن یصلي في مسجد الضرار". انتهی(۲).

وفیه أیضاً: "وروی أنه لما انصرف رسول الله ﷺ من تبوك ونزل بذي أوان موضع قریب من المدینة أتوه فسألوه إتیان مسجدهم فدعا بقمیصه لیلبسه ویأتیهم، فنزل علیه القرآن وأخبره الله تعالی خبر مسجد الضرار وما هموا به، فدعا رسول الله صلی الله علیه وسلم مالك بن الدخشم ومعن بن عدي وعامر بن السکن ووحشیا قاتل حمزة، وقال لهم: انطلقوا إلی هذا المسجد الظالم أهله، فاهدموه واحرقوه، فخرجوا سریعا حتی أتوا بني سالم بن عوف وهم رهط مالك بن الدخشم، فقال مالك: أنظروني حتی أخرج إلیکم بنار من أهلي فدخل أهله فأخذ سعافا من النخل وأشعل فیه نارا، ثم خرجوا یشتدون حتی دخلوا المسجد وفیه أهله فحرقوه وهدموه وتفرق عنه أهله، وأمر

(۱) "مفاتیح الغیب" ("التفسیر الکبیر")، پارہ۱۱، سورة التوبة(۹)، تحت الآیة ۱۰۷، الجزء۱۶، صفحہ۱۴۶.

(۲) "معالم التنزیل في تفسیر القرآن" ("تفسیر البغوي")، پارہ۱۱، سورة التوبة(۹)، تحت الآیة۱۰۸، الجزء۲، صفحہ۳۸۸.

النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَتَّخِذَ ذَلِكَ كُنَاسَةً تُلْقَى فِيهِ الْجِيَفُ وَالنَّتْنُ وَالْقُمَامَةُ". انتهى بقدر الضرورة.(۱).

﴿وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾.

قال عَطَاء : "لَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَى عُمَرَ الْأَمْصَارَ أَمَرَ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَبْنُوا الْمَسَاجِدَ وَأَمَرَهُمْ أَنْ لَا يَبْنُوا فِي مَدِينَتِهِمْ مَسْجِدَيْنِ يُضَارُّ أحدهما صاحبه" انتهى(۲).

﴿وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾.

(وهذا بعينه موجود في صورة السؤال).

"لما فتح الله تعالى الأمصار على يد عمر ﷺ أمر المسلمين أن يبنوا المساجد وأن لا يتخذوا في مدينة مسجدين يضار أحدهما صاحبه" اهـ(۳).

﴿وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾.

وفيه وفي "المدارك":"كل مسجد بني مباهاة أورياء وسمعة أولغرض سوى ابتغاء وجه الله أو بمال غير طيب، فهو لاحق بمسجد الضرار". انتهى(۴).

﴿وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾.

فالجبانة المذكورة أيضاً تكون لاحقة بمسجد الضرار، كما هو الظاهر على الماهر.

اسی طرح جزر و مد کے پانی کا عذر۔ امام کا عذر۔ مذہب شافعیہ سے ممانعت عیدگاہ ثانی کی بتانا یہ سب ساختہ عذر باطل ومردود ہیں ورنہ ہر شخص کو اپنے اپنے مکانوں میں مسجد بنانا پڑیگا کیونکہ برسات کے زمانے میں اکثر گلی کوچوں میں بباعث بارش زیادہ

(۱) "معالم التنزيل في تفسير القرآن" ("تفسير البغوي")،پارہ۱۱،سورۃ التوبۃ(۹)، تحت الآیۃ ۱۰۷، الجزء۲، صفحہ۳۸۷.

(۲) المرجع السابق.

(۳) "الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل"، پارہ۱۱،سورۃ التوبۃ(۹)، تحت الآیۃ ۱۰۷، الجزء۲، صفحہ۳۸۷.

(٤) المرجع السابق.

ہونے کے جملہ امصار کے لوگوں کو مسجد میں جانا دشوار ہوتا ہے۔ بلکہ اکثر اوقات کثرت آب کی وجہ سے گھروں میں ہی نماز پڑھ لیتے ہیں تو کیا گلی کوچوں کو بھی نہر قرار دیا جائیگا۔ وما يقول به أحد إلا المجنون غير العاقل، هكذا حكم الكتاب، والله تعالى أعلم بالصواب، وعنده أم الكتاب وإليه المرجع والمآب.

حرره العبد المسكين الراجي رحمة ربه المعين محمد عليم الدين الإسلام أبادي ثم الرامفوري عفا عنه الله الهادي أمين!

قد صح الجواب العبد محمد سلامت الله عفى عنه

ابوالذکا سراج الدین محمد سلامت اللہ ۱۲۹۶ھ

الجواب صواب

محمد عبدالغفار خان ۱۳۰۰ھ

كل ما بنى لغير وجه الله فهو في حكم "مسجد الضرار" أصاب وأجاد فيها أجاب وأفاد،

محمد فضل حق أصلح الله مأله

محمد فضل حق (اللہ اس کی آخرت بہتر فرمائے۔)

المجيب مصيب

العبد محمد ظهور الحسين عفي عنه

مدرس دوم مدرسہ عالیہ

محمد ظہور الحسین الفاروقی ۱۳۱۴ھ

قد صح الجواب

العبد خواجہ احمد عفی عنہ رامپوری

فی الواقع دو عیدگاہ ایک بلد میں بنانا بغرض نفسانی اور تفریق جماعت مسلمین ناجائز و غیر متوارث اور اتباع روافض کا ہے فقط

محمد اعجاز حسین مجددی عفی عنہ

بر تقدیر صدق سوال سائل جواب مجیب صاحب کا صحیح و درست ہے۔

محمد عنایت اللہ عفی عنہ

محمد عنایت اللہ خان

الجواب صواب والمجيب مثاب

محمد ارشد علی عفی عنہ

محمد ارشد علی سلمہ الولی ۱۳۱۲

الجواب صحیح صواب

محمد پیرول مدرس مدرسہ ارشادیہ

عبارات و مواہیر علمائے لکھنؤ

واقعی اُن کا یہ بیان کہ جس شخص کو کسی سے عداوت ہوتی ہے اس کی نماز اس کے پیچھے درست نہیں ہوتی ہے غلط ہے اور ان چند اشخاص کو اس جدید عیدگاہ کا تعمیر کرنا مخالف توارث و مفرق جماعت ہونیکی وجہ سے نادرست ہے اور ایسی دو عیدگاہوں کا جواز نہ حنفیہ کے نزدیک ہے نہ شافعیہ کے نزدیک اور ثواب کثیر کو قلیل کردینے والے سراسر خاطی و آثم ہیں واللہ أعلم وحکمہ أحکم حررہ الراجي عفوربه الوحید

ابوالحامد محمد عبدالحمید غفراللہ ذنوبہ وستر عیوبہ ۱۳۰۱ھ

فی الواقع بباعث نفسانیت دنیویہ کے تفریق جماعت کرنا اور عیدگاہ جدید قائم کرنا حکم مسجد ضرار رکھتا ہے واللہ أعلم وعلمہ أتم.

کتبه عین القضاة عفی عنه فقط (محمد عین القضاۃ ۱۲۹۱ھ)

واقعی دوسری عیدگاہ کا بنانا ایک شہر میں قرون ثلثہ وما بعدہا میں نہ تھا اور آج تک کسی حنفی یا شافعی وغیرہما سے جواز اسکا ثابت نہیں ہوا بلکہ بسبب نفسانیت و تفریق جماعت کے حکم مسجد ضرار کا دیا جائیگا اور عداوت سے عدم جواز صلاۃ نہیں ہوتا۔ واللہ أعلم

حررہ محمد عبد الباقي سامحه الله يوم التلاقي

(محمد عبدالباقی)

فی الحقیقۃ صورتِ مسؤلہ میں دوسری عیدگاہ بنانا خلاف شرع شریف ہے بلکہ بسبب تفریق جماعت یہ بنابنائے مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم.

حررہ العاصي محمد عبد العزیز

غفر الله ذنوبه وستر عیوبه

صح الجواب، واللہ أعلم بالصواب.

ابوالضیا محمد نذیر عفی عنہ

أصاب من أجاب

حررہ الراجي نعمة الله محمد عظمة الله عفي عنه

صح الجواب و اللہ أعلم بالصواب

حررہ الفقیر محمد قیام الدین عبد الباري عفا اللہ عنہ

الأجوبة صحیحة، واللہ تعالی أعلم

کتبه أفقر عباد اللہ محمد عبد الشکور عفا عنه مولاہ. مؤلف علم الفقه

الجواب صحیح واللہ أعلم

محمد عبد الباري عفا اللہ عنه

جو عبارتیں جوابًا لکھی گئی ہیں وہ صحیح ہیں اسلئے کہ ایسی نئی عیدگاہ بنانے سے تفریق جماعت ضرور ہوگی اور مسجد ضرار کا حکم صادق آئیگا۔ خصوصًا جامع مسجد وعیدگاہ جن کی وضع اتفاق واجتماع ہی کے لیے ہے اس میں ایسی تفرقہ اندازی اور باہمی مخالفت وطغیانی آپ کی حیلہ سازی عند الشرع مذموم ومقبوح ہے۔

فتح محمد تائب مؤلف خلاصۃ التفاسیر

اللہ جل جلالہ حضرتِ مجیب مد مجدہ ودام ظلہ کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے جن کی تحقیق انیق نے اچھی طرح حق وباطل کا تصفیہ فرمادیا اب ضدی اور اڑیل مسلمانوں کو خداوند کریم توفیق قبول عطا فرمائے آمین۔ آجکل مسلمانوں میں یہ ایک مہلک مرض پھیلا ہوا ہے کہ اپنی ذاتی غرضوں اور نفسانی شرارتوں کو دینی وشرعی لباس میں ظاہر کرکے گویا علام الغیوب قادر مطلق خدا کو دھوکا دیتے ہیں ونعوذ باللہ من شرور أنفسنا. پس اے چندروزہ زندگی پر مغرور ہوکر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والو اللہ سے ڈرو اور شریعت الٰہی کو اپنی نفسانی خواہشوں کا پابند بنانے کی کوشش نہ کرو۔

دیکھو تم خوب جانتے ہو کہ جس مختصر سے قصبے میں ایک مستقل عیدگاہ موجود ہے اور تم بھی اپنے بزرگوں کے زمانے سے اسی میں عیدین کی نمازیں پڑھتے چلے آتے ہو اس میں ہرگز ہرگز دوسری عیدگاہ کی ضرورت نہیں تھی پھر بھی کسی مفسد کی شرارت اور خود اپنی نفسانیت نے تم کو ڈیڑھ اینٹ کی جدا چننے اور جماعۃ المسلمین میں تفرقہ ڈالنے پر آمادہ کیا۔ اس صورت میں جبکہ بنائے بنا محض نفسانیت وتفریق جماعت ہو سوائے خسر الدنیا والآخرہ ہونے کے تمھیں انصاف کرو کہ اس مسجد ضرار سے اور کیا فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ اے بھائیو اگر خدائے قہار کا خوف دلوں سے اٹھ نہیں گیا ہے اور شوکت اسلام اور اتباع سبیل المومنین منظور ہے تو دین میں رخنہ اندازی نہ کرو اور سب دینی بھائی مل کر ایک عیدگاہ میں نماز پڑھو اور اسلام کی شوکت بڑھاؤ ورنہ دنیا میں مال کا نقصان اور عاقبت میں ایمان کا خسران ہے۔ ایسی عیدگاہ بے حاجت ومصلحت بربنائے نفسانیت کا بنانا شریعت میں سخت ممنوع بلکہ حرام ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ حضرت مولانا المجیب مدظلہ العالی اور دیگر حضرات شیخین نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے سب حق وبجا ہے۔ واللہ أعلم بحقیقة الحال.

خاکسار ابوالکرامت محمد ہدایۃ الرسول لکھنوی

فی الحقیقۃ جواب سوال کا جو مجیب مصیب ومفتی لبیب نے بدلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ اصول فقہیہ ونصوص دینیہ سے

ارشاد فرمایا ہے صورت واقعیہ کو آئینہ مشاہدہ میں دکھایا ہے اور جوہر تحریر فتوے کو آفتاب عالم تاب کی طرح چمکایا ہے اور دین حنیفی حقی کی تکثیر سواد اعظم کا سیدھا راستہ بتایا جزاھم الله رب البرایا بھذہ الھدایات المزیلۃ للخطایا. اور مُظاہر ہے کہ ایک شہر میں دو عیدگاہوں کی بنیاد موجب قلت سواد و علت فساد ہے اور جزر و مد کا عذر بارد تو گرامی بازار اہل عناد ہے بلکہ حیلہ جورا بہانہ بسیار ست کا مصداق ہے اور مسلمانوں کی جماعت میں سبب تفریق و افتراق ہے پس آپس کی نفسانیت اور نفس امارہ کی شقاوت سے دوسری عیدگاہ کی تعمیر کرنا بعینہ مسجد ضرار کا بنانا ہے اور بنیاد اتفاق اہل اسلام و بنائے اتحاد کافی انام کا گرانا ہے و بس.

حررہ العبد الاسع الأسی محمد عبد العلي المدراسی تجاوز عنه رب الأناسی

پروفیسر عربی و دینیات ہائی اسکول ریاست رامپور

صینت عن شرور الشرار و فتن الدهور

دستخط مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب دہلوی مؤلف "تفسیر حقانی" و عبارات و مواہیر مدرس اول و دوم مدرسہ ندوۃ العلماء وغیرہ

الجواب صحیح

ابو محمد عبدالحق

شارع 　　نے ہمیشہ اس امر کی سعی بلیغ فرمائی کہ مسلمین اہل سنت باہمی اتحاد و یکجہتی کے سلسلے کو ایک جماعت سے پورا کریں اور قرون ثلثہ میں اسی پر حتی الوسع تعامل رہا۔ مگر ہمارے آجکل کے حضرات اہل اسلام اس کے خلاف میں اپنی کوششوں کو صرف فرمارہے ہیں۔ افسوس یہ کیسا اسلام ہے: ع

کیف الوفاق وهم هم، وأنا أنا　　　شتّان بين بهائم وأناس

لہذا مسلمانوں کو کسی طرح یہ بات زیبا نہیں ہے کہ ایک عیدگاہ کے موجود ہوتے کسی دوسری عیدگاہ کے بنوانے کا خیال بھی اپنے دل میں لائیں مولانا احمد رضا خان صاحب و دیگر حضرات نے جو کچھ اس بابت تحریر فرمایا ہے وہی شرع شریف کا حکم ہے اور اس کے خلاف خلافِ شرع۔ وما علینا إلا البلاغ وأنا العبد الكئيب

محمد ایوب متوطن علی گڑھ

عندي أن رأي أيوب خالٍ من العيوب، والله عليم بالغيوب

محمد فاروق

بنه لقول فصل وما هو بالهزل

حرره أحمد حسن غفر له

واقعی اس پانی پر بندی کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور بنظر تفریق و فساد دوسری عیدگاہ کا بنانا درست نہیں اور اس کے بانیوں کا وہی حکم ہے جو بانیانِ مسجد ضرار کا حکم ہے۔ والله أعلم وعلمه أتم

محمد عبداللطیف ١٣١٥ھ

تحریر بے نظیر حامی سنت ماحی بدعت مہتمم مدرسۂ اہل سنت و ناظم تحفۂ حنفیہ و عبارت مدرس اول و مدرس دوم مدرسہ مذکور صانهم الله تعالى عن الشرور

الحمد لوليه والصلاة على أهله. الجواب صحيح و صواب و المجيب مصيب ومثآب بلا ارتياب و لله دَرّ المفتي المحدث الفقيه الزكي الذكي الوجيه النبيه الفاضل العلامة والكامل الفهامي السراج الوهاج مولانا الحاج المولوي عبدالمصطفى أحمد رضا خان الحنفي القادري البركاتي البريلوي مدظله العالى مادامت الأيام والليالي فجزاه الله تعالى عنا وعن سائر أهل السنة جزاءً موفورا وصانه في الدارين شراً وضيراً.

الساطر الوازر خادم السنة وأهل السنة

عبد الصديق محمد عبد الوحيد السني الحنفي الفردوسي عفي عنه، مدير الصحيفة الحنيفية تحفة الحنفية ومهتمم مدرسة أهل السنة والجماعة الواقعة في بلدة عظيم أباد صينت عن الفساد وشر المبتدعين الحساد بحق خير العباد، وأله الأمجاد وصحبه الأوتاد،وصلى الله تعالى عليه وعليهم وسلم إلى يوم التناد أمين أمين! يارب العباد!

لا شك في صحة الجواب ولا ريب في أن المجيب مثاب كيف لا وهو عديم النظير في علم الإفتاء لا مثل له في عالم الكون والبقاء، جزاه الله من المسلمين خير الجزاء، وجعل المبتدعين مهتدين بهداياته، وخواص أهل السنة مغترفين من بحار إفاضاته وعوامهم متمتهين بشرائف إفاداته ومتبعين لما في جلائل مصنفاته.

حرره الفقير المحتاج إلى الله، عبد الله الحنفي القادري غفرالله ذنبه الخفي والجلي مدرس لمدرسة أهل السنة والجماعة في بلدة عظيم أباد صانها الله عن الشر والفساد

الحمد لأهله، والصلاة على أهلها

جواب مجیب لبیب مجدد مائۃ حاضرہ حضرت فاضل بریلوی دام فیضہم کا نہایت صحیح و درست ہے فی الواقع عیدگاہ جدید کا بنانا باوجود کافی ہونے عیدگاہ سابق کے بہ چند وجوہ ممنوع ہے۔

اول اسراف: کیونکہ بنانا اس کی بے حاجت ہے اور یہ شرعاً حرام آیہ ﴿وَ لَا تُسْرِفُوْا﴾(١) اس پر دال اور عقلاً بھی غیر جائز

(١) القرآن الكريم، پاره٨، سورة الأنعام(٦)، آيت١٤١.

بوجہ نہ ہونے حاجت کے۔

دوم انقطاع رشتہ محبت الٰہی: ﴿اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ﴾[1]۔

کیونکہ اُس مالک الملک کا دیا ہوا مال اُس کے غیر مرضیات میں بیکار کھویا مومن اور محبت والے پر واسطے ترک ایسی تعمیر ناجائز کے خلاف مرضی الٰہی کافی ووافی ہے مومن کو اس مربّی حقیقی کے خلاف رضا کام کرنا کیونکر گوارا ہو سکتا ہے قلوب مومنین کو اسی کی یاد سے چین ہے ورنہ ہر ساعت پریشانی ہے ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ﴾[2]۔

سوم مخالفت رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم جن کا سہارا کونین میں ہے، بغیر اُن کی عنایت بے نہایت کے چھٹکارا جہنم سے غیر ممکن اور اتباع غیر راہ مومنین، اور یہ دونوں سخت ممنوع اور مرتکب پر ان دونوں کے وعید شدید قہار ہے دنیا میں ہمیشہ کی گمراہی اور آخرت میں رسوائی العیاذ باللہ. قال اللہ تعالٰی: ﴿وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ﴾[3]... إلخ.

چہارم تفریق مومنین اور یہ حرام علامات نفاق میں سے، ﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾[4] اتفاق ومحبت بین المومنین تمام مسلمین پر فرض کیونکہ اخوت ایمانیہ کے ساتھ تمام موصوف إنما المومنون إخوۃ فاصلحوا بین أخویکم... إلخ.

پنجم افساد بین المومنین یہ سخت ممنوعات شریعت مصطفویہ سے ہے، علی صاحبہا الصلاۃ والسلام وھو خیر البریہ۔

ششم مشابہت اسکی موافق عبادت سوال کے مسجد ضرار سے ہوئی، لہذا نیست ونابود کرنا چاہیے اور کار بیجا کے ارتکاب سے تائب ہوجانا مناسب بلکہ ضروری ہے «التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ» حدیث میں وارد ہے۔

میں اپنے مولی سے امید کرتا ہوں کہ وہ میرے بھائی مسلمانوں کو ممنوعات شرعیہ سے بچائے اور ہمیشہ اموارات مرضیہ پر چلائے بطفیل اپنے حبیب ﷺ کے ہم کو راہ حق وہدایت دکھا اور ہم پر رحم فرما. وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ علی خیر خلقه ونور عرشه محمد وآله وأصحابه وأتباعه اجمعین أمین! یارب العلمین!

غلام محمد فضل حق رحمانی پہلی بھیتی خادم طلبہ مدرسہ اہل سنت والجماعۃ واقع پٹنہ

تلمیذ خاتم المحدثین أفضل المحققین حضرت مولانا محمد وصي أحمد صاحب محدث سورتي دام فیضه القوی

---

(۱) القرآن الکریم، پارہ۸، سورۃ الأنعام(۶)، آیت۱۴۱.
(۲) القرآن الکریم، پارہ ۱۳، سورۃ الرعد(۱۳)، آیت۲۸.
(۳) القرآن الکریم، [النساء: ۱۱۵].
(٤) القرآن الکریم، [آل عمران: ۱۰۳].

تحریر علمائے ریاست بڑودہ

قد أصاب من أحاب

العبدالاثم پیارے صاحب عفی عنہ ساکن بڑودہ

الجواب صحيح وصواب

بدرالدین عفی عنہ ساکن بڑودہ

نحمده و نصلي، المجيب مصيب وله من الأجر نصيب كتبه العبد الداعي السيد نور الدين سيف الله الرفاعي، عفى عنه وعن سائر المسلمين أمين! خادم السجادة الرفاعية، لله درالمجيب اللبيب حيث أجاب فأصاب وأفاد فأجاد.

حررہ المسكين محمد بشیر الدین عفی عنہ

تحریر علمائے سورت

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي ونسلم على نبيه الكريم وعلى أله وأصحابه أجمعين

اولاً اس عیدگاہ کی بنا جیسا کہ سائل کا بیان ہے محض نفسانیت کی وجہ سے ہے۔ ابتغاء لوجہ اللہ نہیں اور اس کا حکم ظاہر محتاج بیان نہیں۔

ثانیاً اسلام کی من جملہ خوبیوں سے ایک خوبی ترغیب اجتماع مسلمین ہے اور اسی بنا پر نماز بالجماعۃ پڑھنے کی تاکید اپنی اپنی مسجدوں میں اہل محلہ کو اور اہل شہر کو عیدین کی نماز کے لیے ایک جائے عیدگاہ میں جمع ہو کر ادا کرنے کی فضیلت کتب فقہ میں موجود ہے برخلاف اس کے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا اور اپنی نفسانیت کی غرض سے الگ الگ نماز عید گذارنے کے اسباب مہیا کر دینا اجتماع کی برکت اور ثواب و فضیلت سے محروم کرنا ہے يد الله فوق الجماعة ومن شَذّ شُذّ في النار اہل اسلام کو التماس ہے کہ کسرالنفس کو کام فرمادیں ایک عیدگاہ میں نماز عید ادا کریں اور ایسے اسباب مہیا کریں کہ جس میں مسلمان بکثرت جمع ہوں کہ یہی طرقہ اسلام اور اہل اسلام کا ہے۔ اللہ تعالٰی کل برادران اسلام کو نیک ہدایت دے اور نفاق سے دور کرے اور ایک مجمع میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے، وما توفيقي إلا بالله وهو الهادي إلى الرشاد.

مورخہ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۱۹ھ ہجریہ نبویہ

كتبه محمد عبد القادر باعكظه عفي عنه

فی الواقع مجیب لبیب نے غایت خوش اسلوبی اور نہایت حسن و خوبی کے ساتھ جواب دیا ہے۔ ہر ہر سطر میں گویا تحقیق کا ایک دریا بہا دیا ہے۔ اللہ تعالٰی مجیب صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین

کتبہ احقر سید احمد علی عفی عنہ ساکن بڑودہ حال مقیم سورت۔

تحریر و مواہیر علمائے بمبئی

حامدًا ومصلیاً: جو کچھ حضرت عمدہ علمائے محققین و زبدہ فضلائے مدققین نے جواب میں تحریر فرمایا ہے بجا اور صواب بالیقین ہے۔ جزاہ اللہ سبحانہ و تعالٰی عنا وعن جمیع المسلمین خیرالجزاء فی یوم الدین انسداد ایسے مفسد کا جو کسی حیلے سے تفرق جماعات مسلمین میں کرتا ہے اہم مہمات دین سے ہے کیونکہ یہ مجملہ عادات وہابیہ نجدیہ بے دین سے ہے کہ جہاں کسی بستی میں چند اشخاص سے ربط اتحاد پیدا کیا اگرچہ دو چار ہی کیوں نہ ہوں پھر اُن کو علیحدہ رہنے اور علیحدہ مسجد بنانے کا حکم دینا ان حضرات کے نزدیک ضروریات دین سے ہے تو عیدگاہ جدا۔ علیحدہ بنانیکا انکا حکم دینا گو ظاہراً اور پیرایہ سے ہو کچھ استعجاب نہیں ان مفسدین سے کیا لایخفی

پس لازم بلکہ آلزم ہے اس بستی کی جماعت مسلمین پر کہ جہاں ہمیشہ سے عید کی نماز پڑھی جاتی ہے وہیں پڑھیں اور تفرق جماعت مسلمین میں ہرگز ہرگز روانہ رکھیں۔ اور دوسری عیدگاہ جدا بنانے والے کے قول باطل کی طرف ہرگز التفات نہ فرمائیں اور ایسے آدمی کی صحبت سے جو مسلمانوں میں پھوٹ اور فساد ڈالتا ہے اجتناب اور نفرت کریں کیونکہ حدیث شریف میں «ایاکم وایاھم» وارد ہوا ہے چونکہ علامہ مجیب لبیب حامی دین متین اور دیگر علمائے مصححین کاملین نے اس بارے میں ممالامزید علیہ تحریر فرمایا ہے اب طول کی کچھ حاجت نہیں. وأخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین، وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا محمد خاتم النبیین شفیع المذنبین في الدنیا والدین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین.

نمقہ الراجي إلی رحمۃ ربہ الشکور، عبد الغفور صانہ اللہ عن الأفات والشرور!

بیشک صورت مسئولہ میں وہ ایجاد بے بنیاد کسی نجدی بدنہاد کی معلوم ہوتی ہے کہ یہی لوگ براہ افساد اہل سنت امجادین اس قسم کی رخنہ اندازیاں وفتنہ پردازیاں برپا کرتے ہیں پس مجیب مصیب فاضل علامہ کامل فہامہ مجدد مائۃ حاضرہ صاحب حجت قاہرہ حضرت عظیم البرکۃ مولانا بریلوی دام بالفیض القوی نے جو جواب تحریر فرمایا ہے وہ عین صواب ہے اہل سنت حضرات پر لازم ہے کہ حق کا اتباع کریں اور دلوں سے نفسانیت کی جڑ اوکھیڑ کر پھینک دیں۔ وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وأصحابہ وأولیاء أمتہ أجمعین.

قالہ بفمہ وکتبہ بقلمہ

العبد الفقیر محمد عمر الدین السني الحنفي القادري الهزاروي عفا اللہ تعالٰی عنہ

بسم اللہ حامدًا ومصلیاً ومسلماً، أما بعد: فلا یخفی أن المجیب اللبیب مولانا البریلوي مصیب فیما أجاب ولہ أجر بغیر حساب.

کتبہ/ خادم الشرع القاضي إسمعیل الجلہاني عفا اللہ تعالٰی عنہ وعن والدیہ وعن أستاذیہ وعن

جمیع المومنین أمین یارب العلمین.

جناب مولانائے مجیب کی تحریر شرعاً مستحکم وسدید۔ بیشک دو عیدگاہوں کا ہونا ایک بستی میں اتباع احکام شرعیہ سے بعید ہے اور مخالف قول مجیب کا تفرقہ انداز بین المسلمین مستحق مورد وعید ہے اور موافق اسکا فی الدارین خوش نصیب وسعید ہے۔

حررہ القاضي إسمٰعیل المهدي عفا الله عنه

تحریر مولانا محمد عبدالسلام صاحب جبلپوری

مفتی علام اہل سنت کے امام دام فیضہم نے جو کچھ جواب میں افادہ فرمایا ہے وہ نہایت صحیح وبجا ہے۔

فقیر حقیر عبدالسلام سنی حنفی قادری جبلپوری عفاعنہ الباری۔

تمت

قیامت میں قبروں سے کفن پہنے اٹھیں گے اور پھر طول مدت کے سبب وہ کفن گل کر گر پڑیں گے اور ننگے رہ جائیں گے

مسئلہ ۲۵۰: از شہر مدرسہ اہل سنت مسئولہ مولوی اثیر الدین صاحب بنگالی یکے از طلباء مدرسہ اہل سنت بریلی ۲۴ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ...

حشر کے میدان میں مردہ قبروں سے کپڑے پہن کر اٹھیں گے یا ننگے؟ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں مردہ کے واسطے جو جوڑا دیا جاتا ہے وہی پہن کر اٹھیں گے اور جس کو نہیں دیا جائے وہ ننگا اٹھے گا۔ یہ قول صدق ہے یا کذب۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مردے قبروں سے اپنے کفن پہنے اٹھیں گے۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ لوگ ننگے حشر کے لیے جائیں گے۔ اور علماء نے تطبیق یہ دی کہ قبروں سے کفن پہنے اٹھیں گے اور پھر طول مدت کے سبب وہ کفن گل کر گر پڑیں گے اور ننگے رہ جائیں گے۔ پھر مولٰی تعالٰی مسلمانوں کو اپنے کرم سے بہشتی جوڑے پہنائے گا۔ سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جوڑا پہنایا جائے گا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ابوۃ کے سبب۔ واللہ تعالٰی أعلم.

عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

کتبــــــه

بمحمد المصطفى النبي الأمي صلى الله تعالى عليه وسلم

زیارت قبور جائز ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۵۱: از جالندھر محلہ راستہ پھگواڑہ دروازہ۔ مرسلہ شیخ محمد شمس الدین صاحب ۲۲ رجب ۱۳۱۰ھ

بخدمت عالی جمع العلماء سند الفضلا مولانا مخدومنا مولوی مفتی احمد رضا خانصاحب أطال الله عمره و أفاض على العلمين بره بلاغ المبین کی نسبت جو فتوٰی مولانا مشتاق احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے: قابل تصدیق ہو تو تصدیق فرمائیں ورنہ جواب تحریر فرمائیں۔

خلاصہ فتوٰی

کیا فرماتے ہیں علمائے راسخین وفضلائے محققین کہ...

کتاب "بلاغ المبین" مطبع محمدی لاہور میں چھپی ہے، دوکان فقیر اللہ عبدالقادر عبدالعزیز سے ملتی ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی طرف منسوب ہے۔ فی الواقع وہ شاہ صاحب کی تصنیف ہے یا کسی شخص نے مغالطہ دہی کی نیت سے ان کی طرف منسوب کر دی ہے۔ جواب رسالہ البلاغ المبین کو احقر نے بنظر غور دیکھا اور جہاں تک غور و تامل کیا یہ

رسالہ حضرت شیخ المحدثین مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم نہیں ہوا، ہرچند اس میں ان عوام کالانعام کو جو شب و روز بدعات سیئہ میں مستغرق رہتے ہیں اور قید شرع شریف سے آزاد ہو کر ملقب بلقب قبر پرست بن گئے ہیں سب طور پر تہدید اور توبیخ کی گئی ہے لیکن بہت جگہ حد اعتدال سے تجاوز کرکے اور صلحا کو بھی ان عوام کے ہمراہ ملا کر ایک ہی قسم کلمات ناشائستہ سے یاد کیا ہے اور اصل مسئلہ مسلمہ کو پس پشت ڈالا گیا ہے۔

صفحہ ۱۷ میں کہتے ہیں: درین صورت نفع زیارت قبر اہل اسلام و غیر ایشان برابر است) صفحہ ۲۸ میں صوفیہ کرام کو (این گروہ شقاوت پژوہ) کے لفظ سے یاد کیا ہے اور تمثیلاً شقاوت کی سند میں یہ شعر پیش کیا ہے، ع

علم حق در علم صوفی گم شود　　　　این سخن کے باور مردم شود

حالانکہ خاص اس شعر کا ذکر بھی حضرت کے مکتوبات مطبوعہ صفحہ ۱۲ میں موجود ہے، اس رسالہ میں اول سے آخر تک اسی امر پر زور دیا ہے کہ بنظر حصول فیضان (جیسا کہ صوفیہ کہتے ہیں) قبور اولیا بلکہ انبیاء پر جانا درست نہیں ہے اور نہ ارواح سے کسی قسم کا فائدہ پہنچ سکتا ہے، اور یہ امر شاہ صاحب کے مسلک کے خلاف اور ان کی دیگر مشہور تصانیف کے معارض ہے، شاہ صاحب نے رسالہ فیوض الحرمین اور رسالہ دُرِ ثمین فی مبشرات النبی الامین میں صرف انہیں فیوضات و برکات کا ذکر کیا ہے جو ارواح طیبہ انبیاء و اولیاء سیما امام الانبیاء خواجہ ہر دوسرا -علیہ من الصلوات أکملها ومن التحیات أتمها- سے اُن کو یا اُن کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئے ہیں رسالہ جزء اللطیف میں فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے والد کی قبر پر بیٹھنے سے علم توحید اور سلوک کا راستا کھلا۔ فیوض الحرمین میں قبور أئمہ اہل بیت پر حاضر ہونے اور فیض اُٹھانے کا ذکر فرماتے ہیں زیادہ رکیک اور خسیس تر رسالۂ البلاغ المبین میں وہ مضمون ہے جو صفحہ ۸ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے وفات کے بعد توسل پکڑنا درست نہیں۔ خود حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف معتبرہ مشہورہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب میں استغاثہ کیا اور وسیلہ پکڑا ہے۔ قصیدۂ بائیہ صفحہ ۲۸ میں فرماتے ہیں: ع

"وصلی علیك الله یا خیر خلقه　　　　و یا خیر مامول و یا خیر واجب
وما خیر من یوحیٰ تکشف لزیة　　　　ومن جوده قد فاق جود السحاب
وأنت مجیر ي من هجوم ملة　　　　إذانشبت في القاب شرالمخالب"

قصیدۂ ہمزیہ صفحہ ۳۱ میں ہے: ع

رسول الله یا خیر البرایا　　　　نوالك ابتغي یوم القضاء
إذا ماحل خطب مدلهم　　　　فأنت الحص مبن کل البلاء
إلیك توجهي وبك استنادي　　　　وفیك مطامعي وبك ارتجاءي

واللہ تعالٰی اعلم حررہ العبد العاصی مشتاق احمد حنفی انبیٹھوی عفی عنہ مدرس لودھانہ (مشتاق احمد)

الجواب

رسالہ بلاغ المبین فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کی نظر سے نہیں گزرا نہ کبھی اس کا نام مصنفات شاہ ولی اللہ صاحب میں سنا اور اس کے مضامین کہ مجیب نے نقل کیے قطعًا خیالات ردیہ طائفہ نجدیہ ہیں صراحۃً باطل صدق سے عاطل حق کے معارض۔ تصانیف متواترہ شاہ صاحب کے مناقض جن کے تکذیب پر کتاب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" و "فیوض الحرمین" و "انفاس العارفین" وغیرہا مصنفات کثیرہ شاہ صاحب برہان رینگ واللہ لا یھدی کید الخائنین جسے جمیع کتب شاہ صاحب پر دسترس نہ ہو کتاب مستطاب فیوض ارواح قدس مطالعہ کرے کہ اس میں صرف شاہ صاحب اور ان کے فرزند ارجمند جناب شاہ عبدالعزیز صاحب ہی کے صدہا اقوال و عبارات فراہم کیے ہیں جو بحمداللہ تعالٰی نہ صرف ان چند خرافات بلکہ عامہ ضلالات نجدیہ و بطالات وہابیہ کے بیخ برکن و خانہ برہم زن ہیں وللہ الحجۃ السامیۃ۔ قصیدہ بائیہ جس کے چند اشعار فاضل مجیب نے نقل کیے اس کی شروع شرح میں شاہ صاحب فرماتے ہیں ذکر بعض حوادث زمان کہ دران حوادث لابدست از استمداد بروح آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسی کے فصل اول میں لکھتے ہیں بنظر نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ جائے دست زدن اندوہگین ست در ہر شدتے قصیدہ ہمزیہ کے ان اشعار سے پہلے یہ شعر ہے ؎

ینادی ضارعاً لخضوع قلب　　　وذل و ابتھال والتجائی

اور خود ہی اس کی شرح و ترجمہ میں لکھتے ہیں فصل ششم در مخاطبہ جناب عالی علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات والتسلیمات ندا کند زار و خوار شدہ بشکستگی دل و اظہار بے قدری خود باخلاص در مناجات و بہ پناہ گرفتن باین طریق کہ ای رسول خدا ای بہترین مخلوقات عطاے ترا میخواہم روز فیصل کردن و فتیکہ فرود آید کار عظیم در غایت تاریکی پس توئی پناہ از ہر بلا۔ بسوئے تست رو آوردن من و بتست پناہ گرفتن من و در تست امید داشتن من آہ ملخصًا یہی شاہ صاحب انتباہ میں قضائے حاجت کے لیے ایک ختم کی ترکیب یوں نقل کرتے ہیں: اول دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار درود و بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئًا للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی، اسی انتباہ سے ثابت کہ یہی شاہ صاحب اور ان کے شیخ و استاذ حدیث مولانا ابو طاہر مدنی جن کی خدمت میں مدتوں رہ کر شاہ صاحب نے حدیث پڑھی اور ان کے شیخ و استاذ و والد مولانا ابراہیم کردی اور ان کے استاذ مولانا احمد قشاشی اور ان کے استاذ مولانا احمد شناوی اور شاہ صاحب کے استاذ الاستاذ مولانا احمد نخلی کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ صاحب کے اکثر سلاسل حدیث میں داخل اور شاہ صاحب کے پیر و مرشد شیخ محمد سعید لاہوری جنھیں انتباہ میں شیخ معمر ثقہ کہا اور اعیان مشائخ طریقت سے گنا اور ان کے پیر شیخ محمد اشرف لاہوری اور ان کے شیخ مولانا عبدالملک اور ان کے مرشد شیخ بایزید ثانی اور ان کے اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی اور ان دونوں صاحبوں کے پیر و مرشد مولانا وجیہ الدین علوی شارح ہدایہ و شرح وقایہ اور ان کے شیخ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہم رحمۃ الملک الباری یہ سب اکابر، ناد علیاً مظہر العجائب کی سندیں لیتے اور اپنے تلامذہ اور مستفیدین کو اجازتیں دیتے، اور یاعلی یاعلی کا وظیفہ کرتے، وللہ الحجۃ البالغہ! جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو فقیر کے رسائل: "ازھار الأنوار من

بہ صلاۃ الأسرار" و"حیاۃ الموات في بیان سماع الأموات" کی طرف رجوع کرے۔

للہ انصاف! یہ وہی شاہ صاحب ہیں جو حضور پر نور سید الوسائل یوم النشور ﷺ سے بعد وصال اقدس توسل کو منع کرتے ہیں وقد خاب من افتری حضرات روافض کی تو عادت قدیمہ تھی کہ کتب و خطب بناتے اور ائمہ اطہار و علماء کبار رضی اللہ تعالٰی عنہم کی طرف نسبت کر دیتے جس کا کچھ بیان مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں فرمایا۔ ادھر حضرات وہابیہ نے بحکم طابق النعل بالنعل لترکبن طبقا عن طبق کا سبق لے کر رد مجلس ملائک مانس میلاد اقدس حضور سید عالم ﷺ میں ایک رسالہ بنایا اور بے اٹکل کا بھلا ہو بخایت الہی نام رکھنا بھی نہ آیا یعنی القول المعتمد فی الکلام سع عمل المولد جس سے ڈپٹی وہابیہ وغیرہ نے اپنے رسائل میں استناد کیا اور ہنگام مطالبہ دست پاچہ ہو کر اس رسالے اور اس کے مصنف کا کچھ پتا نہ دیا افضل متکلمین طائفہ مولوی قنوجی نے غایۃ الکلام میں ایک عالم بنام ناصر فاکہانی بنائے اور وقت مطالبہ اس بھولی اوپر آئے کہ گو ناصر فاکہانی نباشد کلام در کلام ست ان گنون ظاہر یہ ہے کہ اب کسی پچھلی دریت کی چلی شرارت منچلی حرارت نے مدتوں سے خاندان شاہ صاحب کا چراغ گل دیکھ کر یہ بلاغ المبین کی بلاء المبین ان کے سر باندھی۔ چلو چال تو اچھی ہے اگر جہاں پر جال چل بھی جائے رہا آخرت کا وبال وہ کس نے دیکھی ہے ع

اب تو آرام سے گزرتی ہے

غرض یہ ہے کہ إذا لم تستحی فاصنع ماشئت، ع

بے حیا باش وانچہ خواہی کن

قال تعالی: ﴿وَ مَنْ یَّكْسِبْ خَطِیْٓــٴَـةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ یَرْمِ بِهٖ بَرِیْٓــٴًـا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا﴾[1]، فیسأل الله العفو والعافیه ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظیم والله ﷻ أعلم

عبده المذنب أحمد رضا البریلوي عفي عنه

غیر مقلدین اور ان کے پیشوا پر ستر ۷۰ وجہ سے بحکم فقہائے کرام لزوم کفر ثابت ہے

مسئلہ ۲۵۹: خاکسار محمد ظہیر الدین خان ثمن برج وزیر آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص عالم غیر مقلد جو کہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کرجائے اور اس کی نماز جنازہ ایک غیر مقلد پڑھائے اور اس غیر مقلد کے پیچھے ایک عالم حنفی المذہب غیر مقلد متوفی کے اعمال کو اور غیر مقلد کے اقتداء کو جائز سمجھ کر نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے پڑھے حالانکہ خود عالم حنفی المذہب قبل ازیں لوگوں کو عقائد غیر مقلدین سے منع کرتا ہو پس اس حالت میں جبکہ

عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد کی نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے جائز تصور کرکے ادا کی ہو تو اس پر ازروئے شرع محمدی کیا تعزیر ہوتی ہے اور کیا بلا توبہ واستغفار ایسے عالم حنفی کی اقتداء جائز۔ عقائد وعملیات عالم غیر مقلد متوفی وامام غیر مقلد وائمہ اربعہ مجتہدین کے مسائل استنباط واجتہادیہ کہ خلافِ حدیث سمجھنا اور ان کے برعکس فتوٰی دینا اور عمل کرنا مثلاً:

(۱) نماز تراویح ۲۰ رکعت سے کم ہرگز کسی امام کے نزدیک نہیں۔ وہ آٹھ رکعت کا حکم دیتا اور عمل کرتا ہے۔

(۲) مسئلہ طلاق ثلاثہ جو کہ فی کلمۃ واحدۃ او جلسۃ واحدۃ کے کہی گئی ہوں اس طلاق ثلاثہ کو حکم رجعی طلاق کا دے کر بدون نکاح شوہر ثانی اس کے ساتھ نکاح کرادیتا ہو اور تقلید شخصی سے بالکل انکار کرتا رہا ہو علاوہ ازیں آمین بالجہر کہنا امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہاتھ سینہ پر باندھنا سورۂ فاتحہ وغیرہ میں ض کی جگہ ظ پڑھنا وغیرہ وغیرہ جائز سمجھنا اور اس پر مداومت کرنا۔ بینوا وتوجروا.

الجواب

سائل نے جو فہرست گنی ہے وہ غیر مقلدین کے بعض فروعی مسائل باطلہ واعمال فاسدہ کی ہے ان کے عقائد اور ہیں جن میں بکثرت کفریات ہیں، ان میں بعض کی تفصیل رسالہ "الکوکبۃ الشہابیہ" میں ہے جس میں ستر وجہ سے ان پر اور ان کے پیشوا پر بحکم فقہائے کرام لزوم کفر ثابت کیا ہے۔ کسی جاہل صحبت نایافتہ کی نسبت احتمال ہو تاکہ وہ ان کے عقائد ملعونہ سے آگاہ نہیں۔ ظاہری صورت مسلمان دیکھ کر اقتدا کرلی اور نماز جنازہ پڑھ لی مگر جسے عالم ہونے کا دعوٰی ہو اور ان کے عقائد پر مطلع ہو اور لوگوں کو ان سے منع کرتا رہا ہو پھر انہیں اچھا جان کر ان کے جنازہ کی نماز پڑھے اور ان کی اقتدا کرے تو ضرور اس کے عقیدہ میں فساد اور اس کے ایمان میں خلل آیا اور وہ بھی منہم شمار ہے۔ قال اللہ تعالٰی: ﴿وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ (۱).

اب اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں اور اس پر توبہ وتجدید اسلام لازم ہے اور اگر عورت رکھتا ہو تو بعد توبہ وتجدید اسلام تجدید نکاح کرے۔ واللہ یهدي من یشآء إلی صراطٍ مستقیم، ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر اللہ شیأ، ومن نکث فإنما ینکث علی نفسه ومن یتول فإن اللہ هو الغني الحمید، ومن کفر فإن اللہ غني عن العلمین نسئل اللہ العفو والعافیة ولاحول ولاقوة إلا باللہ العلي العظیم".

کتبہ

عبده المذنب أحمد رضا البریلوي عفی عنه
بمحمد المصطفی النبي الأمي ﷺ
(عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں حنفی قادری)
مدرسہ اہل سنت وجماعت بریلی

(۱) "القرآن":[:المائدة:۵۱]

محمد اسماعیل ابو مطہر بریلوی

محمد امجد علی رضوی بریلوی

محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی

مصطفیٰ رضا خاں آل الرحمٰن ابوالبرکات محی الدین جیلانی)

الجواب صحیح، واقعی فرقہ وہابیہ نجدیہ کے پیچھے نماز عالم حنفی کی جائز نہیں ہوتی کیونکہ ان کی نوبت کفر تک پہنچ گئی۔

احقر المسکین امام الدین کھوکھر حنفی سکنہ جلال پور جٹاں　　(حوالہ انوارِ شریعت جلد ا۔ ۳۲۶ تا ۳۲۷)

کتاب الصّوم

روزہ کا بیان

مسئلہ ۱: مسئولہ عبدالستار بن اسمٰعیل از شہر گونڈل کاٹھیاوار مورخہ ۹ شعبان یکشنبہ ۱۳۳۴ھ

بعض لوگ اس ملک میں بعد نماز عصر کے اذان مغرب تک کچھ کھاتے پیتے نہیں ہیں، اور اس کو عصر کا روزہ کہتے ہیں، اس کے فوائد بہت بیان کیے جاتے ہیں، ایک فائدہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وقت سکرات جب شیطان پانی لے کر دھوکا دینے کو آئے گا، اس وقت اس روزہ رکھنے والے کو وقت عصر کا معلوم ہوگا اور روزہ کا خیال رہے گا تب کہہ دے گا میں روزہ سے ہوں ہرگز تیرا پانی نہ پیوں گا، چنانچہ شیطان لاچار ہو کر چلا جائے گا اور اس روزہ کا رکھنے والا گمراہی سے بچ جائے گا، اب کیا یہ روزہ اور اس کے فوائد صحیح ہیں یا نہیں؟ کسی معتبر کتاب میں اس کی کچھ اصل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس پر ثواب سمجھ کر عمل کرنا کیسا ہے؟ فقط۔

الجواب

حدیث وفقہ میں اس کی اصل نہیں، معمولات بعض مشایخ سے ہے اور اس پر عمل میں حرج نہیں، انسان جتنی دیر شہوات نفسی سے بچے بہتر ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱۱) جناب سید محمد علی صاحب مقام مطبع سرکاری، فرید کوٹ، ضلع فیروز پور، پنجاب از فیروز پور

۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ / ۵ اگست ۱۹۱۵ء

حضرت افضل العلماء مولانا مفتی احمد رضا خاں صاحب دامت فیوضہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار "دبدبہ سکندری" سے معلوم ہوا کہ ملک آسام میں رویت ہلال سہ شنبہ کو ہو کر چہار شنبہ کو پہلا روزہ ہوا۔ یہاں پنجاب اور عموماً اکثر حصہ ملک ہندوستان و مارواڑ میں چہار شنبہ کی رویت جمعرات کا پہلا روزہ ہے۔ اب اس صورت میں ہمارے واسطے کیا حکم ہے؟ کیا ہم پر اس روزہ کی قضا لازم آئے گی اور کس قدر فاصلہ تک رویت ہلال کا ایک حکم مانا جاسکتا ہے۔ اگر ۲۹ رمضان مبارک کو جو رویت ملک آسام کے حساب سے ۳۰ ہوجائے گی چاند نہ دکھے، یا گرد وغبار کی وجہ سے نہ دیکھا جاسکے، تو یہاں پورے ۳۰ روزے رکھے جائیں، یا ملک آسام کی تحقیق تصدیق پر عید کرلی جائے، یہ بھی واضح خیال انور رہے کہ یہاں رویت رمضان پر کوئی غبار یا ابر نہیں تھا، مطلع کھلا ہوا تھا، چاند کوشش سے بھی نظر نہیں آیا، اس حکم سے جلد آگاہی فرمائی جائے۔ رمضان المبارک کا وقفہ کم رہ چکا ہے، اگر عام فیض کے خیال سے اس مسئلہ کو اخبار "دبدبہ سکندری" میں شائع بھی فرمادیا جائے تو مشکوری اہل اسلام کا باعث ہو۔ والسلام

راقم نیاز سید محمد علی از مقام ریاست فرید کوٹ ضلع فیروز پور مطبع سرکاری

۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ/۵ اگست ۱۹۱۵ء

(دبدبہ سکندری، ۹ اگست ۱۹۱۵ء ص:۱۴)

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارے ائمہ کے مذہب صحیح معتمد میں دربارۂ ہلال رمضان وعید فاصلہ بلاد کا اصلاً اعتبار نہیں۔ مشرق کی رویت مغرب والوں پر حجت ہے وبالعکس۔ ہاں! دوسری جگہ کی رویت کا ثبوت بوجہ صحیح شرعی ہونا چاہیے۔ خط یا تار یا تحریر اخبار یا افواہ بازار یا حکایت امصار محض بے اعتبار۔ بلکہ شہادت شرعیہ درکار۔ "در مختار" میں ہے: "اختلاف المطالع غير معتبر على المذهب وعليه الفتوىٰ فيلزم أهل المشرق بروية أهل المغرب إذا ثبت عندهم روية أولئك بطريق موجب كما مر".[1] "ردالمحتار" میں ہے: "قوله بطريق موجب كان يحتمل اثنان الشهادة يشهدا على حكم القاضي أو يستفيض الخبر بخلاف ما إذا أخبرا أن أهل بلدة كذا رأوه، لأنه حكاية.[2] اسی میں ہے: "قال الرحمتي: معنى الاستفاضة أن تاتي من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن أهل تلك البلدة أنهم صاموا عن رؤية" ...الخ.[3]

پس صورۃ مستفسرہ میں ہم کو نہ خبر آسام پر عمل جائز ہے، نہ خبر حیدر آباد پر۔ بلکہ جب تک ثبوت شہادت شرعی نہ ہو، پنج شنبہ ہی کی پہلی ہے اور اگر آئندہ پنج شنبہ کو خدانخواستہ ابر یا غبار ہوا اور رویت نہ ہو، تو حرام ہے کہ اس پنج شنبہ کو ۳۰ رمان کر جمعہ کو عید کرلیں۔ بلکہ اس صورت میں ہم پر جمعہ کا روزہ بھی فرض ہوگا۔ اگرچہ قواعد علم ہیأت سے جمعہ آئندہ یکم شوال ہے اور جب کہ ہمیں سہ شنبہ کی رویت ثابت ہی نہ ہوئی، تو جس نے چہار شنبہ کو بنیت نفل بھی روزہ نہ رکھا، اس پر بھی اس روزہ کی قضا نہیں کہ ہمارے حق میں یکم شنبہ کو تھی۔

عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

كتبـــــه

بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

(۱) "الدر المختار" سبب صوم رمضان ــــ ۲/ ۳۹۳

(۲) "الدرالمختار" باب ما يفسد الصوم ومالا ــــ ۲/ ۳۹٤

(۳) "الدرالمختار" سبب صوم رمضان ــــ ۲/ ۳۹۰

اِحرام میں لنگوٹ باندھنا مطلقاً جائز ہے

مسئلہ ۲۰۳:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک شخص عازم بیت اللہ شریف ہے اور اس کو ایک عارضہ یہ ہے کہ بعد اجابت قطرات سُرخ زائد ایک گھنٹہ برابر آیا کرتے ہیں کہ بغیر لنگوٹ نہیں رہ سکتا ہے بعد ایک گھنٹے کے جب قطرات موقوف ہوں تب استنجا کرکے کپڑا پہنتا ہے تو ایسا شخص جو بغیر لنگوٹ نہیں رہ سکتا احرام کیونکر باندھے کیونکہ لنگوٹ حرام تو برابر ناپاک ہوا کرے گا اور بسبب پیری اور بیماریوں کے غسل سے بھی مجبور ہے تو صرف تیمم بعوض غسل کرلے یا کیا۔

(۲) سرما میں سوائے چادر واحرام کے کوئی کمبل وغیرہ اوپر سے اوڑھ سکتا ہے یا کیا اور نہیں تو صدمہ سرما سے محفوظ رہنے کی کیا صورت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

احرام میں لنگوٹ باندھنا مطلقاً جائز ہے جبکہ سلا نہ ہو کہ ممانعت لبس مخیط سے بروجہ معتاد ہے یا سر اور منہ کے چھپانے سے اور نادوختہ لنگوٹ میں دونوں باتیں نہیں۔ فی "الدرالمختار": بعد الإحرام یتقي ستر الوجه والراس بخلاف بقیة البدن ولبس القمیص وسراویل أي کل معمول علی قدر بدن أو بعضه وقباء ولو لم یدخل یدیه في کمیه جاز عندنا إلا أن یزرره أو یخلله ویجوز أن یرتدي بقمیص وجبة ویلتحف به

في نوم وغیرہ اتفاقاً۔[1]

اور ایسی ضرورت شدیدہ کی حالت میں تو اگر لنگوٹ ناجائز بھی ہوتا تو اجازت دی جاتی، لأن الضرورات تبیح المحظورات۔ ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے سفر حج میں اپنے حاملان محمل کریم کو ایک ضرورت خاصہ کے سبب تہبند کے نیچے تنان یعنی جانگیا پہننے کا حکم دیا کما في صحیح البخاري۔ کمبل یا بانات یا اونی چادر وغیرہا بے سیے کپڑے اگرچہ دو چار ہوں اوڑھنے کی اجازت ہے بلکہ سوتے وقت اوپر سے روڑی کا اگرکھا، چغا، لبادہ چہرہ چھوڑ کر بدن پر ڈال لینا نیچے بچھا لینا بھی ممنوع نہیں بلکہ بیداری میں بھی انھیں کندھوں پر ڈال سکتا ہے جبکہ آستین میں ہاتھ نہ ڈالے نہ بند باندھے نہ کسی اور ذریعہ سے بندش کرے۔ کما قدمناہ عن "الدر" وذٰلك لأنه لیس من اللبس المعتاد۔

بایں ہمہ ضعیف کمزور کو دو تدبیریں اور ملحوظ رہیں تو انسب ہے اولاً تمتع کرے کہ تنہا حج کرنے سے افضل بھی ہے اور احرام کی مدت بھی کم ہوگی یعنی محاذات یلملم سے کہ سمندر میں عدن سے آگے آئے گی صرف عمرے کا احرام باندھے مکہ معظمہ پہنچتے ہی طواف وسعی عمرہ بجالا کر احرام کھول دے۔ آٹھ بلا تکلف ہشتم ذی الحجہ تک بلا احرام مکہ معظمہ میں قیام کر سکتا ہے جو چاہے پہنے اوڑھے، سر سے عمامہ باندھے جو چاہے کرے۔ اگر قرنطینہ کی مصیبت احرام سے پہلے ہولی تو یہ احرام صرف پانچ روز رکھنا ہوگا بعدہ آٹھویں کو پھر احرام حج کا باندھے منٰی کو جائے عرفات و مزدلفہ سے پلٹ کر دسویں تاریخ جب پھر منٰی میں آئے گا اور جمرۃ العقبہ کی رمی کرکے قربانی جو اس پر بوجہ تمتع واجب تھی بجالائے گا اس کے بعد سر منڈائے یا بال کتروائے احرام کھل گیا سوائے عورتوں کے (کہ بعد طواف زیارت حلال ہوں گی) جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہوگیا تو یہ احرام پورے تین دن بھی نہ رہا۔ ثانیاً یہاں یا بمبئی سے دالان کی شکل کی ایک چیز کھپچیوں کی بنوالے جس کی تین دیواریں ہوں ہر ایک آدھ گز یا قدرے زائد کی اور اوپر چھت پٹی ہو اور دروازہ اور زمین بالکل خالی ہو تینوں دیواروں اور چھت کو روئی وغیرہ جس سے چاہیں منڈھ لیں سوتے وقت سرہانے اس مکان کو رکھ کر سر اس کے دروازے سے داخل کریں کہ چہرہ اس کے سائے میں رہے باقی بدن پر کپڑا ڈال لیں اب اس مکان کی وجہ سے سر ہوائے سرد سے محفوظ بھی ہوگیا اور رو و سر کا چھپانا بھی لازم نہ آیا۔

في "الدرالمختار" من فصل الإحرام لا یتقي (أي المحرم) الاستحمام والاستظلال ببیت ومحمل لم یصب رأسه ووجهه فلو أصاب أحدهما کرہ[2] اھ۔ وفیه أیضاً قالوا: لو دخل تحت ستر الکعبة

(۱) "الدرالمختار" فصل في الأحرام وصفة المفرد ۔۔۔ ۲/ ۴۸۹

(۲) "الدرالمختار" فصل في الأحرام وصفة المفرد ۔۔۔ ۲/ ۴۹۰

فأصاب رأسه أو وجهه كره وإلا فلاباس به.(۱)

جنابت سے طہارت کے لیے تو آپ ہی تیمم کرے گا جب کہ نہانے پر قادر نہ ہو اور احرام کے وقت جو غسل مسنون ہے اس پر قدرت نہ ہو تو اس کے عوض تیمم مشروع نہیں کہ وہ غسل نظافت کے لیے ہے نہ طہارت کے کہ طہارت تو حاصل ہے اور تیمم سے طہارت ہوئی نہ نظافت بلکہ بدن پر غبار لگنا خلاف نظافت ہے تو ایسا شخص اس غسل کے عوض کچھ نہ کرے صرف وضو کافی ہے۔ في "الدرالمختار" من شاء الإحرام توضأ وغسله أحب وهو للنظافة لاللطهارة فالتيمم له عند العجز من الماء ليس بمشروع، لأنه ملوث(۲) اهـ. والله ﷻ أعلم.

عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

کتبـــــــــه

بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

مہر۔۔۔ عبدالمصطفٰے احمد رضا خان محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ (جلد ۱۰ پرچہ ۲)

(۱) "الدرالمختار" فصل في الأحرام وصفة المفرد ۔۔ ۲/ ۴۸۸
(۲) "الدرالمختار" فصل في الأحرام وصفة المفرد ۔۔ ۲/ ۴۸۰

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

غیر کُفو میں نکاح ہی نہیں ہوتا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ۔۔۔

زید ایک شخص اجنبی کے مکان پر رہتا تھا عمرو نے وارثان ہندہ کو بہکا کر اور دھوکہ دے کر زید کا نسب سید بتلایا اور نکاح کرادیا بعد چند مدت کے معلوم ہوا کہ زید سید نہیں ہے بلکہ نور باف ہے، اب وارثان ہندہ کو شرم و حیا معلوم ہوتی ہے کہ بہت اہانت ہے کیونکہ سید اور نور باف کا نکاح ہونا بہت عار کی بات ہے لہذا، شرع شریف کے مطابق وارثان ہندہ کو فسخ کرنا فی زمانا جائز ہے یا نہیں دیگر زید بعد ظاہر ہونے کفو کے وہاں سے چلا گیا وقت رخصت زوجہ سے کہا کہ میں اس گھر میں و نیز قریہ میں تا حیات نہیں آؤں گا اور قسم بھی کھائی اور بعد کو ایک خط بھی اسی مضمون سے لکھا اب اس کا کیا حکم ہے۔ بینوا بالدلیل وتؤجروا بالأجر الجلیل.

الجواب

صورۃ مذکورہ میں ہندہ کو اور اولیائے ہندہ کو اختیار فسخ کا ہے۔ کما في "العالمگيريه" ولو انتسب الزوج لها نسبًا غير نسبه، فإن ظهر دونه وهو ليس بكفوء فحق الفسخ ثابت للكل، وإن كان كفؤًا فحق الفسخ لها انتهى وفي "الدرالمختار" فلو نكحت رجلاً ولم تعلم حاله فإذا هو عبد لا خيار لها بل للأولياء ولو زوجوها برضاها ولم يعلموا بعدم الكفائة ثم علموا لا خيار لأحد إلا إذا اشترطوا لكفائة وأخبرهم بها وقت العقد فزوجوها على ذلك ثم ظهر أنه غير كفوءٍ كان لهم الخيار"[1] اور زید کا قسم کھانا مستلزم ایلاء کا نہیں، کما في "الدرالمختار" أو قال وهو بالبصرة والله لا أدخل مكة وهي بها لا يكون موليا؛ لأنه يمكنه أن يخرجها منها فيطاها" انتهى.[2] اور اس زمانہ میں اگرچہ قاضی نہیں ہے جب بھی شہر کے مفتی سے حکم لے کر فسخ کر سکتا ہے کیونکہ قائم مقام قاضی کا مفتی ہے فقط واللہ تعالٰی اعلم کتبہ محمد عبد الرحمن برسانی، تعقبه بعضهم وهو مندرج في الذيل أيضًا.

صورت مستفسرہ میں وہ سرے سے خود ہی نہ ہوا، سائل مظہر کہ ہندہ بالغہ ہے اور روایت مفتی بہا پر ولی والی عورت کے لیے کفاءت شرط نکاح ہے۔ یا ولی اقرب پیش از عقد عدم کفاءت پر اپنی رضا ظاہر کردے، بعد عقد راضی ہونا بھی نفع نہیں دیتا۔

(۱) "الدر المختار" باب الکفاءۃ ــ ۳/ ۸۵.
(۲) "الدر المختار" باب الإیلاء ــ ۳/ ۴۳۰.

"ردالمحتار": یفتی في غیر الکفوء بعدم جوازہ أصلاً وھوالمختار للفتویٰ، وفي "رد المحتار" ھذا إذا کان لھا ولي لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضی بعدہ "بحر"[1]. یہاں جبکہ وہ کفو نہیں اور ولی کو دھوکہ دیا گیا دونوں امر سے کچھ تحقق نہیں ہوا تو نکاح باطل محض رہا، بعد ظہور حال زید کی قسم و تحریر سب مہمل ہے جس پر ہندہ کے لیے کوئی حکم مرتب نہیں ہوسکتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدہ المذنب أحمد رضا البریلوي عفي عنہ

کتبـــــــــــہ

بمحمد المصطفی النبي الأمي ﷺ

نکاح کسی شرط سے مشروط ہونا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ ۲: چہ می فرمایند اصحاب شرع وارباب ورع اندر ینکہ۔۔۔

شخصے بعد ایجاب وقبول نکاح خود در اقرار نامہ ایں عبارت تحریر نمود کہ منکہ یونس علی پسر حسین علی مرحوم حال ساکن ناکندیہ علاقہ تھانہ منگڈو ضلع ارکانم چونکہ من مقر در حالت صحت ذات وثبات عقل بلا اجبار واکراہ بخوشی خود مسماۃ مہر النساء دختر غلام علی مرحوم را بچند شرائط بنکاح خود آوردم۔ شرط اول اینکہ مسماۃ مذکورہ را در باب تعلیم احکام شرعیہ مثل نماز وروزہ وغیرہ امور دینیہ کوشش کما حقہ بکار آرم شرط دوم اقوال ذمیمہ دشنام قبیحہ وضرب شدید چنانچہ ننگ وعار در خاندانش واثرِ ضرب در بدنش ہویدا وآشکار اگر دد نکنم ونگویم۔ شرط سوم زیورات مہر ماتقی کہ عبارت ازاں پنجاہ و دو روپیہ است و قتیکہ مسماۃ مذکورہ طلب نماید عندالطلب بلاعذر ادا سازم شرط چہارم مسماۃ موصوفہ را در باب پردہ پوشی مثل طریقہ ایں دیار بحفاظت تامہ بدارم شرط پنجم اگر بر رضا ورغبت مسماۃ موصوفہ در سفر روم پس ایام سفر را بحساب آوردہ اسباب خورد و نوش وپوش را حوالہ مسماۃ موصوفہ کردہ بروم قضارا اگر ازاں ایام معہودہ را تاخیری رو نماید و مسماۃ موصوفہ در اکل وشرب دین نماید پس بلا فتنہ وفساد آنہا را ادا سازم شرط ششم کسب ما حاصلہ ہرگز وہر آئینہ مخفی ندارم شرط ہفتم بغیر رضا ورغبت منکوحہ مذکورہ ایام یکہفتہ ازینجا بجای دیگر رفتہ اوقات بسری نکنم شرط ہشتم بغیر رضا ورغبت مسماۃ مذکورہ زنے دیگر را بنکاح خود نیارم اگر آرم بر ثانیہ سہ طلاق واقع خواہد شد شرط نہم اگر از شرطے ازیں شرائط مرقومہ بالا انحراف ورزم آنگہ اختیار مسماۃ موصوفہ ہست کہ بتوسل کافذ ہٰذا النفس خود را از زوجیتم سہ طلاق کردہ بنکاح دیگر پردازد یا بنکاح من ماند انتہی نقل اقرار نامہ بعینہ۔ اکنون یونس علی مسماۃ مہر النساء را سہ طلاق دادہ بلا رضا ورغبتِ مہر النساء بزن دیگر نکاح نمودہ است۔ دریں صورت مرقومہ بر زوجہ ثانیہ یونس علی سہ طلاق واقع خواہند شد یا نہ۔ واندرینکہ شخصے کہ اکثر واغلب مالش یا اقل مالش از رشوت باشد پس آں شخص

(۱)"الدر المختار" باب الولي ــ ۳/ ۵۷.

اگر ازاں مال مسجدے بنا سازد دران مسجد نماز جمعہ خواندن جائز ست یا نہ وآن مسجد در حکم مسجد ضرار داخل ست یا نہ و نماز نمازیانِ مسجد مذکور مقبول خواہد شد یا نہ. بینوا توجروا فقط

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

جواب سوال اوّل

در صورت مستفسرہ قضیہ نظر فقہی تفصیل ست اگر مہر النسا گوید کہ یونس علی این نکاح دوم بے رضا و رغبت من کردہ است و یونس علی دریں معنی تصدیق یا بیانش کند زن پسین ہم از وقت نکاح سہ طلاقہ شود ورنہ ہیچ طلاق و فراق نیست۔

اقول وباللہ التوفیق: تحقیق مقام آنست کہ طلاق زن ثانیہ معلق بوقوع نکاحش متلبس بعدم رضا و رغبت مہر النساست، پس ہم وقت نکاح این عدم باید و تحقق شرط کہ مستلزم تحقق جزا و زوال عصمت ست تسلیم او مرہون ثبوت شرعی است کہ اقرار زوج باشد یا اظہار بینہ أما لبینة فلأنها کاسمها مبینة وأما اعتراف الزوج فلأنه يملك الإنشاء فلا يزاحم في الأخبار تنہا بیان مہر النسا در حق زوجہ ثانیہ شنودن ندارد کہ بیان یک زن حجت شرعیہ نیست خاصہ در حق ضرہ کہ محل تہمت ست و اقدام یونس علی بریں عقد بے استیذان مہر النسا ثبت شرط نتوان شد کہ شرط عدم رضا بود نہ ترک استرضا و شتان ما ھما ولہذا علما گفتہ اند کہ در تعلیق بالرضا علم برضا در کار نیست مثلاً شوہر حلف بطلاق کردہ مرزنش را گوید کہ بے رضائے من بیرون نہ روی باز آہستہ گفت بروزن نشنید یا شنید و نفہمید و بیرون رفت طالق نشود کہ بے رضا نرفتہ است گو خود بر رضا مطلع مباش بخلاف اذن کہ او نباشد الا بقول مسموع و مفہوم تا آنکہ دلائل واضحہ رضا نیز آں جا بکار نیاید مثلاً حلف کند بے اذن زن نیاشامم زن کاسہ بدست خود گرفتہ نوشاند و بزبان ہیچ نگفت یا گفت و شوہر نشنود یا مفہومش نہ فہمد۔ حانث شود کہ اذن متحقق نگشت پس عدم اذن در محل شرط بہ بینہ ثابت توان کرد؛ لأن الشهادة على النفي مقبولة في الشروط.

امااثبات عدم رضا و رغبت را ہے نیست زیرا کہ او صفتے قلبی ست و علمش از علوم غیبی نہایت کار شہود چنگ بدلائل خارجہ زدن ست و در ہمچو مقام امارات ظاہرہ اگر چند ہر چہ تمام تر واضحہ باشد بکار نیاید۔ علما فرمودہ اند زن را گفت اگر فلان مومن ست تو طالقہ و فلان را می بینم از صلحائے امصار و اتقیائے روزگار ست او ہزار گفتہ باشد من مومنم در حق تطلیق تصدیق نباشد و طلاق نیفتد تا زوج باین معنی اعتراف نکند زیرا کہ ایمان در دل ست و امارات اینجا از حجیت منعزل و شہادت فرود از قبول منفصل باز این دلائل اگر بعد وقوع این نکاح ثانی یافتہ شد مثلاً مہر النسا را خبر رسید و روئے در ہم کشید یا پیش از نکاح منع این معنی میکرد و بر ذکر او غضب می آورد خود بکار نیست زیرا کہ شرط وقوع نکاح متلبساً بعدم الرضاست و دل ہر وقت بریک حال نیست القلب ینقلب پس عدم رضائے سابق ولاحق دلیل عدم مقارن نتوان شد الا بہ استصحاب در سابق یا قیاس در لاحق و این ہمہ ظاہر ست و ظاہر دافع ست نہ مثبت بلکہ آن سابق و لاحق نیز خود ظاہرے بیش نبود واللہ علیم بذات الصدور این ظاہر در ظاہر شد و ضعف بر ضعف راہ یافت و اگر خود عین وقت

این عقد دلائل غضب یافتہ شود علت منحصر درین نیست اسباب غضب ہزار ست ممکن کہ یاد تطلیق خودش در غضب آورده باشد نہ عدم رضا باین عقد۔ اطلاع برآنکہ وجہ غضب چیست باز نیاز بآن آرد کہ آن وقت سخنان مہر النسا او دستاویز نمایند این باز رجوع بہ بیان زن شد و شہادت شہود از میان برخاست۔ بلے غالب عادت زنان خاصہ درین بلاد وزمان ہمان ست کہ نکاح ثانی شوہران پسند نکنند اگرچہ خود آنہا طلاقہ شدہ باشند اما این ظاہر یا آنکہ ظاہر داز حجیت قاصر ست ضعیف تر ست بارہا زنان مطلقہ بلکہ معلقہ بدعا آرزو کنند کہ شوہر بہ پنجہ زنے بلا یہ سلیطہ کج ادا گرفتار آید تا کیفر کردار خود چشد وعذابے کہ مارا کردہ است خمیازہ اش کشد ورضا بچیزے را علم بآن چیز ہم در وقت حدوث او ضروری نیست مثلاً پدر زید را تمناست کہ زید بمنصب وزارت رسد در غیبت پدر وزیرش کردند گفتہ نشود کہ این وزارت بے رضائے پدر ست پس وقوع این عقد بے اطلاع مہر النسا نیز محقق شرط نباشد بالجملہ راہ باثبات این شرط نیست جز باخبار مہر النسا مع تصدیق یونس علی واصل کار ہمان اقرار یونس علی ست اگر یافتہ شد سہ طلاق بفور نکاح نقد وقت ثانیہ است کہ نامد خولہ محل سہ طلاق دفعے ست اگرچہ تفریق بر نتابد وامثال تعلیقات بزمان بقای زوجیت زوجہ اولی مقتصر نیست ورنہ خیر۔ حالا برخے از کلمات علما برخوانیم وانچہ گفتہ ایم بپایہ اثبات رسانیم وباللہ التوفیق!۔

امام محقق علی الاطلاق در "فتح القدیر" باب الیمین في القتل والضرب فرماید: "لو قال لامرأته كل امرأة أتزوجها بغير إذنك فطالق فطلق امرأته طلاقاً بائنا أو ثلثا ثم تزوج بغير إذنها طلقت لأنه لم تتقيد يمينه ببقاء النكاح؛ لأنها إنما تتقيد به لوكانت المرأة تستفيد ولاية الإذن والمنع بعقد النكاح". علامہ محقق زین بن نجیم در "بحر الرائق" فرماید: "الإذن يطلع عليه بالقول بخلاف المحبة". ہمدرانست: "حقيقة المحبة والبغض أمر خفي لا يوقف عليها من قبل أحد لا من قبلها ولا من قبل غيرها، لأن القلب يتقلف لا يستقر على شيء". امام حافظ الدین کردری در "وجیز" کتاب الایمان فصل تاسع فرماید: "إن إذن ولم تسمع لا يعتبر عند الإمام ومحمد ﷺ وفي "الصغرى" لا تخرجي إلا برضائي وبغير رضائي فأذنها ولم تسمع أو سمعت ولم تفهم لا يحنث بالخروج بخلاف إلا بإذني أو بغير إذني حيث يحنث؛ لأن الرضاء يتحقق بلا علمها والإذن لا يتحقق".

ہمدرانست: "لا يشرب إلا بإذنه فناوله القدح بيده ولم يقل بلسانه شيئًا فشرب يحنث؛ لأنه دليل الرضاء لا الإذن ولا تخرج امرأته إلا بعلمه فخرجت وهو يراها لا يحنث، وإن أذن لها بالخروج فخرجت بعده بلا علمه لا يحنث". امام برہان الملۃ والدین در "ہدایہ" فرماید: "إن كان الشرط لا يعلم إلا من جهتها فالقول قولها في حق نفسها مثل أن يقول: إن حضتِ فأنت طالق وفلانة، فقالت: قد حضت طلقت هي ولم تطلق فلانة، ووقوع الطلاق استحسان والقياس أن لا يقع؛ لأنه شرط فلا تصدق، كما في الدخول وجه الاستحسان أنها أمينة في حق نفسها؛ إذ لايعلم ذلك إلا من

جهتها فيقبل قولها، كما قبل في حق العدة والغشيان ولكنها شاهدة في حق ضرتها بل هي متهمة فلا يقبل قولها في حقها.[1]

در"فتح القدیر" ست: "شهادتها على ذلك شهادة فرد وإخبارها به لا يسري في حقها مع التكذيب". علامہ شامی در"ردالمحتار" فرماید: "قال في "البحر" قيد بمحبتها؛ لأنه لو علقه بمحبة غيرها فظاهر ما في "المحيط" أنه لا بد من تصديق الزوج، فإنه قال: لو قال أنت طالق إن لم تكن أمك تهوى ذلك فقالت الأم، أنا لا أهوى وكذبها الزوج لا تطلق، فإن صدقها طلقت لما عرف، وروى ابن رستم عن محمد أنه لو قال إن كان فلان مومناً فأنت طالق لا تطلق؛ لأن هذا لا يعلمه إلا هو ولا يصدق هو على غيره وإن كان هو من المسلمين يصلي ويحج، ولو قال لأخر لي إليك حاجة فاقضها لي، فقال: امرأته طالق إن لم أقض حاجتك، فقال حاجتي أن تطلق زوجتك فله أن لا يصدقه فيه ولا تطلق زوجته لأنه محتمل الصدق والكذب فلا يصدق على غيره[2] اهـ. قال الخير الرملي: فقد علم من هذه الفروع أنه إن علق بفعل الغير لا يصدق ذلك الغير عليه سواء كان مما لا يعلم إلا منه أم لا ولابد من تصديق الزوج فيهما أو البينة فيما يثبت بها من الأمر الذي يعلم"، ایں عین جزئیہ مطلوبہ ماست۔ وللہ الحمد، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال دُوم ۲

مال رشوت درحکم مغصوب ست کہ بعد قبض ہم بملک مرتشی نیاید وبراشی واپس دادنش فرض باشد: في "القنية" ما يدفعه رشوة يجب رده ولا يملك". ایں مال اگر زری بود کہ مرتشی درزر مملوک خودش خلط نمود گو ہرچہ ازانہا بیشتر باشد بایں زر مخلوط آلات برائے مسجد خریدہ بناکرد یا خالص زر رشوت بود وعقد ونقد ہر دو برمال حرام جمع نشد مثلاً بعوض ثمن مطلق شراکرد وازیں مال حرام ادا یا بعوض ہمیں حرام خرید ومال دیگر در بہاداد دریں صور بآلات خریدہ خبثے ہم راہ نیابد اگرچند آں زر خبیث بود۔

أما الأول فلأن الخلط استهلاك قال الأمر من عدم الملك إلى خبثه والملك الخبيث لا يعمل في بدل ما لا يتعين، وأما الثاني فلما افتوا به من قول الإمام الكرخي وقد فصّلنا القول في الباب في غير موضع من "فتاوانا".

واگر بحرام خالص خرید وعقد ونقد بہم گردید کہ ہماں زر حرام بلفر شدہ نمودہ گفت بعوض ایں مال خواستہا بدہ وباز ہماں حرام

---

(۱) "الهداية" مدخل ــ ۱/ ۲٤٥.
(۲) "الدر المختار" مطلب في اختلاف الزوجين ــ ۳/ ۳٦۰.

بدامنش نہاد ایں گاہ اگرچہ بر قول ماخوذ آں ابدال نیز خبیث شود فاما در حصول ملک شبہہ نیست واگرچہ عدم طیب بانی را مانع ثواب باشد «فإن الله طيب لا يقبل إلا الطيب».

اما درصحت مسجدیت سخن نیست، لكونه وقفاً صدر عن أهله في محله ولا معنى لبطلان شيئ مع استجماعه شرائط صحته وقد نص هلال في أوقافه على صحة المسجدية في أرض اشتريت شراء فاسداً فجعلت مسجداً وجعله من قواطع حق الرد على البائع فهذا أولى.

ہمچناں اگر چیزے از آلات مسجد ہمچو خشت وخشب وامثالہا در رشوت یافت وآنہارا باآلات مملوکہ خودش چناں آمیخت کہ تمیز برخاست نیز بحکم استہلاک ملک ثابت شود و صحت وقف و مسجدیت آرد على ما عرف من أصل الإمام ﷺ في المغصوب كذلك. اگر خلط نکرد وہنوز ممتاز ست مگر آنچناں در بنا در آمد کہ اگر جدا کنند ضرر زائد بر قیمت آں مال تحمل می باید کرد کہ ایں صورت نیز از موجبات تملک ست، كما نصوا عليه في كتاب الغصب في مسألة الساجة الجيم.

وہکذا اگر بعد تمامی مسجدیت چیزے ازیں آلات نامملوکہ داخل بنا کرد وامتیاز ہم باقیست و در جدا کردن زیادت ضرری نیز نیست تا آنکہ ہیچ وجہ تملک رونہ نمود نیز بمسجدیت خللے نیست مسجدیت ہمچناں صحیح وسالم ست وازالہ ایں زوائد باطلہ فرض ولازم مثلاً زمینے مملوک خود لوجہ اللہ جدا کرد وگفت مسجدش کردم، فإن المسجدية تتم بهذا علي قول الإمام الثاني المفتى به. بعد اوطرح تعمیر ریخت وہمہ عمارت خواہ بعض ممتاز بخشت و خشب رشوت ساخت فإن المسجدية إذا تمت فكل باطل يراد يزال ولا يزول المسجد عن المسجدية أبداً.

آرے اگر ہمیں صورت ادخال بے تملک پیش از تمامی مسجدیت یافتہ شود بعد ازاں گوید مسجدش کردم یا مسجد کلاً خواہ بعضاً ہم برزمین ماخوذ بر شوت بنا کند یا راہ مسجد در ہمچو زمینے پیدا نماید آنگاہ البتہ مسجد مسجد نشود، فإن بقاء ملك الغير في شيء منه مناف للمسجدية لعدم الإفراز قال تعالى: ﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ﴾.

دریں صورت بگزاردن نماز وجمعہ در آنجا ثواب مسجد اصلا نیست وبے اذن صاحب حق تصرف در ملک او ناجائز وگناہ اینجا البتہ حکم او حکم مسجد ضرار باشد نہ در صورت پیشین کہ مسجد شرعی واجب الابقا بمشابہ مسجد کفرے واجب الافنا تواں شد، كما حققنا في "فتاوانا" خلافاً لما يوهمه ظاهر بعض ما نقل بقيل.

وجائیکہ مسجد مسجد شرعی ست جواز نماز وجمعہ بدیہی ست واز تصرف در ملک کسے بے اذن او احتراز فرض قطعی اما قبول نماز ایں بدست کریم کارساز ست در مساجد مبنیہ باموال طیبہ کہ میداند کہ از نمازش چہ قدر بزروۂ قبول میرسد وحسبنا الله ونعم الوكيل ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم.

تفاصیل ایں جملہ صور از فتوائے فقیر باید جست والله تعالى أعلم وعلمه جل مجده أتم وحكمه عز شأنه أحكم.

عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

كتبـــــــــه

بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

الجوابان صحيحان وفي تائيد الجواب الأول عبارة "كنوز الحقائق حاشية كنزالدقائق" منقولة في الذيل عن "العيني" و"الفتح" كافية وهي هذه. "صورته قال لامرأته: إن تزوجتُ عليكِ فلانة فهي طالق فطلق امرأته طلاقاً بائناً وتزوج بفلانة في عدتها لا تطلق فلانة؛ لأن التزوج عليها هو أن يدخل عليها من يشاركها في الفراش، ويزاحمها في القسم ولم يوجد، ولو لم يقل عليكِ طلقتِ الجديدة "عيني" و"فتح" انتهى والله تعالى أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب.

حرره:

العبد المسكين الراجي رحمة ربه المعين

محمد عليم الدين الاسلام آبادى غفرله الله الهادي.

محمد عليم الدين عفا عنه المعين ۱۳۱۰[1]

(تحفہ حنفیہ (۱۳۲۰ھ)، پرچہ ۱۱، جلد ۶، ص ۱۳تا ۱۸)

(۱) یہ "فتوی فتاوی رضویہ" میں ہے مگر نامکمل۔ یہ فتوی یمین وقسم میں دیکھا جائے۔

طلاق نہ حق العبد اور نہ حق اللہ ہے

مسئلہ ۴ : از ملک بنگالہ موضع سیب پور علاقہ کملا مرسلہ انوار الدین بار اول ۱۹شعبان ۱۳۱۸ھ و بار دوم از ڈھاکہ موضع بوگر مرسلہ مولوی حسن علی صاحب ۲۴رشعبان ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ...

طلاق حق اللہ یا حق العباد ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب

طلاق کسی کا حق نہیں، حق وہ ہے جس کا مطالبہ پہنچے، اور طلاق کا مطالبہ عورت کو نہیں پہنچتا، بلکہ بے وجہ شرعی مطالبہ کرے تو گنہگار ہو۔ اور اللہ عزوجل بھی طلاق طلب نہیں فرماتا بلکہ اسے ناپسند و مبغوض رکھتا ہے، تو نہ وہ حق اللہ ہے نہ حق العبد، ہاں جب مرد عورت کو وجہ شرعی پر نہ رکھ سکے مثلاً نامرد ہو تو اس وقت شرعاً اس پر طلاق دینی لازم ہو جاتی ہے، قال اللہ تعالی: ﴿فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾ (۲) ایسی حالت میں ضرور وہ حق العبد و حق اللہ دونوں ہو جائے گی، حق العبد تو یوں کہ عورت کی خلاصی اسی سے متصور، اور حق اللہ یوں کہ ہر حق العبد حق اللہ بھی ہے جس کے ادا کا وہ حکم فرماتا ہے۔ واللہ تعالی أعلم.

زنا کے پانی کی شرع میں کوئی عزت نہیں، نہ اس سے عدت لازم ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ...

---

(۱) "ردالمحتار": مع "الدرالمختار": شرح "تنویرالابصار": باب المھر ـــ ۲ / ۳۳۶.
(۲) "القرآن": [۲: البقرۃ:۲۳۱].

عورت جس کو تین طلاقیں مغلظہ واقع ہوئی ہوں اور شوہر سابق کے پاس ایک برس تک رہی ہو بلکہ بعد برس روز کے زنا سے متیقن حمل بھی قرار پایا ہو تو اگر وہ عورت نکاح ثانی کرے تو جائز ہوگا یا بعد وضع حمل کے اس کو نکاح کرنا ہوگا اور اگر حمل متیقن نہ ہو بلکہ شبہ ہو اس وقت نکاح کرے گی یا انتظار رفع شبہہ کے بعد نکاح کرنا ہوگا۔ بینوا توجروا.

الجواب

اگر تین طلاقیں دینے والے نے الفاظ کنایہ سے تین طلاق کی نیت نہ کی تھی بلکہ مثلاً صریح لفظ تین بار کہا خواہ ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دیں اور عدت گزرنے کے بعد اس سے جماع کیا اور حمل رہا۔ یا عدت ہی میں صحبت کی اور جانتا تھا کہ تین طلاقیں دیں اور عدت گزرنے کے بعد اس سے جماع کیا اور حمل رہا۔ یا عدت ہی میں صحبت کی اور جانتا تھا کہ تین طلاقیں عورت کو حرام کردیتی ہیں اگر وطی سے پیٹ رہا تو ان دونوں صورتوں میں یہ زنائے محض ہے۔ عدت طلاق اگر گزر گئی ہے فبہا اور ہنوز باقی ہے تو اُسے کامل کرکے بلا انتظار وضع حمل شوہر اول کے سوا جس سے چاہے نکاح کرے کہ زنا کے پانی کی شرع میں کوئی عزت نہیں نہ اس سے عدت لازم ہو البتہ جب تک بچہ نہ ہولے شوہر ثانی کو اسے ہاتھ لگانا جائز نہ ہوگا۔

اور اگر عدت کے اندر قربت کی اور وہ واقعی طور پر اپنے گمان میں یہی جانتا تھا کہ عورت ہنوز اس کے لیے حلال ہے اس سے عورت حاملہ ہوئی۔ یا تین طلاقیں یوں تھیں کہ الفاظ کنایہ سے تین کی نیت کی تھی مثلاً عورت سے کہا تو بائن ہے اور اس سے بینونت کبریٰ مغلظہ کی نیت کی اور اس کے بعد عدت میں جماع کیا اگرچہ اس صورت میں اُسے اپنے اوپر حرام بھی جانتا ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس کی عدت تین حیض سے بدل کر وضع حمل ہوگئی جب تک بچہ پیدا نہ ہولے اُسے نکاح حرام ہے اگر قبل وضع نکاح کرے گی باطل ہوگا کہ اب اس حالت میں یہ مقاربت اگرچہ حرام تھی شبہہ خواہ اختلاف علما کے سبب زنا نہ تھی مگر اس تبدل عدت کو حمل کا معلوم ہونا چاہئے نرا احتمال کافی نہیں اگر نرا شبہہ ہی شبہہ ہو تو وہ اس جماع جدید کے بعد سے تین حیضوں ہی کا انتظار کرے کہ عدت میں اس مجامعت سے اس پر از سر نو تین حیضوں کی عدت لازم ہوگئی اس مدت میں یا تو تینوں حیض اگر شبہہ حمل کو رفع کردیں گے ان کے بعد اُسے اختیار نکاح حاصل ہوجائے گا یا اگر حمل ہے تو حیض رُک رہے گا اور ایام انتظار میں حمل ظاہر ہوجائیگا اس وقت اُسے وضع حمل کا انتظار لازم ہوگا۔

والمسائل في "الدرالمختار" و"ردالمحتار" و"الهداية" و"فتح القدير"، والله تعالی أعلم.

عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

كتبه

بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

(ہمیں تحفہ حنفیہ کے بعض شمارے ایسے ملے کہ جن کا ٹائٹل پیج موجود نہیں تھا بس متفرق اوراق تھے یہ فتوی انہی اوراق میں مطبوع تھا۔ غالباً یہ فتوی ۱۳۱۷، ۱۳۲۶، ۱۳۲۵ یا ۱۳۲۷ کے کسی شمارے میں ہوگا، کیونکہ ان کے علاوہ تحفہ حنفیہ کی بقیہ سب فائلیں ہم نے دیکھ لی ہیں ان میں یہ فتوی نہیں ہے)

دوسرا نکاح کروں تو منکوحۂ ثانیہ پر سہ طلاق مغلظہ واقع ہوں گی، اس سے بچنے کا حیلہ
اگر کوئی فضولی بطور خود بے اس کی توکیل کے اس کا نکاح کسی عورت سے کردے اور وہ شخص اجازت فعلی سے اُسے جائز و نافذ کردے، زبان سے کچھ لفظ نہ کہے تو اس صورت میں منکوحۂ ثانیہ پر طلاق اصلاً نہ ہوگی

مسئلہ ۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

جب نوشہ برات کے ساتھ دولہن کے مکان میں جاتا ہے تو اولیاء اور اقربائے دلہن شرائط غیر مناسب کابین نامہ میں لکھوا کر دولہا کو مجبور کرکے اس کابین نامہ پر دستخط کراتے ہیں اور دستخط نہ کرنے سے تسلیم و نکاح دولہن سے انکار کرتے ہیں تو نوشہ بیچارہ شرمندگی و زیورات وغیرہ کے ضائع ہونے کے خوف سے اس کابین نامہ پر دستخط کردیتا ہے پھر بعد دستخط کردینے کے باضابطہ رجسٹری بھی کرالیتے ہیں۔ مجملہ ان شرائط کے ایک شرط یہ بھی اس میں تحریر ہوتی ہے کہ تاحین حیات منکوحہ ہذہ کے کسی اور عورت سے نکاح نہ کروں گا اور اگر نکاح کروں تو منکوحۂ ثانیہ پر سہ طلاق مغلظہ واقع ہوں گی۔ خواہ پہلی بی بی بروقت نکاح ثانی میرے نکاح میں موجود ہو یا نہ ہو اب اس صورت مذکورہ میں ایسی کوئی صورت ہوسکتی ہے یا نہیں کہ ناکح اور دوسری عورت سے منکوحہ اولی کی حین حیات میں نکاح کرلے اور طلاق واقع نہ ہو، بینوا بسند الکتاب توجروا من الله الوهاب في يوم الحساب.

الجواب

اگر کوئی فضولی بطور خود بے اس کی توکیل کے اس کا نکاح کسی عورت سے کردے اور وہ شخص اجازت فعلی سے اُسے جائز و نافذ کردے زبان سے کچھ لفظ نہ کہے تو اس صورت میں منکوحۂ ثانیہ پر طلاق اصلاً نہ ہوگی اگرچہ منکوحۂ اولٰی ہنوز خود اس کے نکاح میں موجود ہو اور فضولی یوں آپ نہ کرے تو اس قسم کے الفاظ اس کے سامنے کہے کہ کاش کوئی شخص فلاں عورت سے میرا نکاح کردیتا یا کیا اچھا ہو تا کہ کوئی دوست بطور خود میرا عقد اس عورت سے کردیتا، یعنی الفاظ الامانی دون الاثابۃ حتی یکون توکیلاً اور اجازت فعلی یہ کہ مثلاً عورت کو مہر جو مقرر ہوا ہے بھیج دے یا زبان سے نہ کہے کاغذ پر لکھ دے کہ میں نے اس نکاح کو نافذ کیا اور اگر فضولی خواہ کسی نے اس عقد فضولی کی اسے مبارکباد دی اور اس نے سن کر سکوت کیا جب بھی عقد صحیح و نافذ ہو گیا اور طلاق نہ پڑے گی۔

"درمختار" میں ہے: "زوّجه فضولي فأجازه بالقول حنث وبالفعل ومنه الكتابة لا يحنث به يفتى "خانية"[1]. "ردالمحتار" میں ہے: "في "حاوي الزاهدي" لو هنّأه الناس بنكاح الفضولي فسكت فهو إجازة"[2]. "اشباہ" میں ہے: "حلف لا يتزوج فالحيلة أن يجوزه فضولي ويجيزه بالفعل". "غمز" میں ہے: "الإجازة بالفيل بعث المهر او شيء منه والمراد الوصول إليها ذكره الصدر الشهيد أي: شيأ وقيل

(۱) "الدر المختار" باب نكاح الرقيق ــ ۳/ ۱۶۷.
(۲) "رد المحتار" باب اليمين في الضرب والقتل ــ ۳/ ۸٤٦.

سوق المهر يكفي مطلقاً، لأن المجوز بالإجازة بالفعل وهو تحقق بالسوق"۔ "بحرالرائق" میں ہے: "ينبغي عالم ويقول له ما حلف واحتياجه إلى نكاح الفضولي فيزوجه العالم امرأة ويجيز بالفعل فلا يحنث، وكذا إذا قال لجماعةٍ لي حاجةٌ إلى نكاح الفضولي فزوجه واحد منهم لما إذا قال الرجل اعقدلي عقد فضولي يكون توكيلاً اھ" والله تعالى أعلم.

عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

كتبـــــــــــــــــــه

بمحمد المصطفى النبي الأمّي ﷺ

مہر۔۔۔ عبدالمصطفیٰ احمد رضاخان محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۱۳ھ

جواب صحیح وصواب ہے، مجیب مصیب ومثاب، کیوں کہ شرائط کا بین نامہ میں تحریم حلال موجود ہے اور تحریم حلال یمین ہے، اور یمین میں نکاح فضولی (جیسا کہ عالم اہل سنت فاضل بریلوی مد ظلھم نے جواب تحریر فرمایا ہے) صحیح وجائز ہے۔ وھو مطلوب السائل، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا بحالت مجموعی جائز وحلال فرمایا ہے؛ لقوله تعالى: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ﴾[1] الأيه.

اور بطریق بدلیت زیادہ وکثیر کو حلال فرمایا ہے اور یہی حکم رسول خدا ﷺ کا بھی ہے کما لا یخفی علی أهل العلم کا بین نامہ میں ایک ہی نکاح پر حصر کر دیا دوسرا نکاح کرتے ہے اس عورت پر تین طلاقیں واقع ہو کے جو عورت اس کے واسطے حلال تھی وہ حرام ہو جاتی ہے اور تحریم الحلال یمین ہے۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ الی قوله: ﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ﴾[2] اھ اور "حاشیۂ شرح وقایہ" میں ہے۔ "حاصله أن النذر عبارة عن إيجاب العبد على نفسه ما لم يلزمه الشارع ويلزمه تحريم ضده (قوله) لقوله تعالى استدلال على أن معنى اليمين هو تحريم الحلال انتهى" مختصراً.

اور صورت یمین میں نکاح فضولی (كما حرره الفاضل الممدوح في الجواب) صحیح وجائز ہے جیسا کہ عقود دریہ میں ہے: "إذا عقد نكاحه فضولي وأجاز هو بالفعل لا بالقول لا يقع عليها الطلاق المذكورو به أفتى شيخ الإسلام عطاء الله أفندي والمسئلة في "الظهيرية" في الثاني من الطلاق قال: لو قال إن تزوجت امرأة فهي طالق ثالثاً، فالحيلة في ذلك يعقد فضولي بينهما عقد النكاح فيجيز بالفعل ولا يحنث"[3].

(۱) "القرآن": [٤:النساء:٣].
(۲) "القرآن": [٦٦:التحريم:١/ ٢].
(۳) "العقود الدرية في تنقيح الفتاوى" كتاب الطلاق ـ ١/ ٤٠

دوسری صورت نکاح کرنے کی یہ ہے کہ نوشہ مذکور ایک عورت سے نکاح کرکے طلاق دے کر پھر دوبارہ نکاح کرلے تواب اس عورت منکوحۂ جدیدہ پر طلاق نہ ہوگی۔ جیسا کہ "عقود دریہ" میں ہے: "کل امرأة أتزوجها و سأتزوجها تکون طالقاً إن فعلتُ هذا الشيء ثم فعله فهل إذا تزوج امرأة تبِيْن منه بمجرد العقدو إذا جدد العقد عليها ثانياً لا تطلق فأجاب نعم"(۱).

اور بھی اس میں ہے: "کل امرأة أتزوجها طالق فتزوج امرأة طلقت ثم تزوجها بعد ذلك لا تطلق" اھ هكذا حكم الكتاب والله تعالى أعلم بالصواب و إليه المرجع والمآب فقط، حرره العبد المسكين محمد عليم الدين الإسلام أبادي غفرله الله الهادي أمين!. (مہر محمد علیم الدین عفا المعین عنه)

الجواب صواب　　محمد علی　الجواب صحیح　　مہر شریف احمد

(حوالہ تحفہ حنفیہ جلد ۷، صفحہ ۵ تا ۸ پرچہ محرم ۱۳۲۱ھ)

مسئلہ مفقود الزوج

فی الواقع صورتِ مسئولہ میں وہ عورت نکاح نہیں کرسکتی جب تک شوہر کی مَوت ثابت نہ ہو

بسم الله الرحمن الرحيم

مسئلہ ۷: از جیت پور۔ ضلع کاٹھیاواڑ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ...

ایک شخص پردیس گیا ایک دو برس وہاں رہا پھر گم ہوگیا اس کی کوئی خبر نہیں دیتا اس کو چار پانچ برس ہوگئے ہیں وہ غائب ہوگیا ہے اس کا کوئی پتا بھی نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مردہ ہے اور اس کی عورت جوان ہے اپنے نفس پر قابو نہیں اور زنا میں گرفتار ہونے کا بھی خوف ہے اور اس شخص کا کہیں نام ونشان نہیں ہے اب اس کی عورت جوان ہے دوسرے مرد کے ساتھ نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں اور کتنی مدت بیٹھی رہے اور ضرورت کے وقت کیا حکم ہے۔ بينوا توجروا.

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

لك الحمد! صل وسلم وبارك على نبي الحمد، وأله وصحبه أجمعين [وبعد:]

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے رسالہ "هداية العنود إلى مسئلة المفقود" مصنفہ مولانا وبالفضل اولانا حامي السنن ماحي الفتن مولانا مولوی محمد عمر الدین جعله الله تعالى كاسمه عمر الدين وعمر بدر ربوع

---

(۱) "العقود الدرية في تنقيح الفتاوى" كتاب النكاح ـ ۱/ ۱۸

الدین المتین آمین مطالعہ کیا۔

فی الواقع صورت مسئولہ میں وہ عورت نکاح نہیں کر سکتی جب تک شوہر کی موت ثابت نہ ہو۔ یا اس کی عمر سے ستر ۷۰ سال گزر جائیں اس کے بعد عدت وفات کر کے نکاح کی مجاز ہوگی۔ اور دوسرا فتوی کہ فاضل مجیب نے کسی قاضی کا نقل کیا اصلا قابل عمل نہیں، اور ادعائے ضرورت کے شافی جواب فتاوی فقیر میں مشرح ومفصل ہیں وباللہ التوفیق! واللہ ﷻ أعلم.

عبدہ المذنب أحمد رضا البریلوي عفي عنه

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــه

بمحمد المصطفی النبي الأمّي ﷺ

(حوالہ "هدایة العنود إلی مسئلة المفقود")

رَدّ و مُناظرہ

مُناظرہ و رَدِّ بدمذہباں

مسئلہ ۱: از فقیر محمد مہدی حسن قادری مبارکی ۱۹ رمضان ۱۳۳۶ھ

اس طرف دیوبندیوں کے امام درباطن بلکہ بعض مقام پر کھلے بند مولوی محمد علی کانپوری سابق ناظم ہیں جو ظاہراً صوفی کہلاتے ہیں، ایک شخص صاحبِ دل پیر طریقت کا مرید تھا، دیوبندیوں یعنی ناظم صاحب کی ذریات نے ان کے پیر کو فاتحہ، قیام کی وجہ سے بدعتی بناکر دوبارہ بیعت مولوی محمد علی سے کرادیا، مگر جب آپ حضرات کے نام لیواؤں نے اس مرید کو سمجھایا کہ دوبارہ مرید ہونا پیر طریقت سے پھر جانا گناہ ہے، اس پر اس نے اوّل پیر کے پاس جاکر توبہ کی تو دیوبندیوں اور ناظم صاحب کی ذریات نے یہ فساد مچایا کہ اب وہ مرید مسلمان نہ رہا؛ کیونکہ محمد علی کے ایسے شخص سے مرید ہوکر پھر پیر اوّل کے پاس چلا گیا، تو در حقیقت کیا ہے؟ مکرر یہ کہ مولوی محمد علی سابق ناظم ندوہ کس عقیدہ کے بزرگ ہیں؟ حضور جواب جلد مرحمت فرمائیں والسلام۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم.

پیر طریقت جامع شرائط صحت بیعت سے بلاوجہ شرعی انحراف ارتداد طریقت ہے اور شرعاً معصیت کہ بلاوجہ ایذا و احتقار مسلم ہے، اور وہ دونوں حرام۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ﴾[1]۔ اور فرماتا ہے: ﴿وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا﴾[2] رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: «من أذىٰ مسلماً فقد اذاني، ومن أذاني فقد أذى الله» رواه الطّبراني[3] في "الأوسط" عن أنس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن.

خصوصاً اس بنا پر پھرنا کہ پیر قیام و فاتحہ کرتے ہیں یہ نری معصیت ہی نہیں بلکہ یہ پھرنا بربنائے قبول شیطنت وہابیہ خبثاء ہے، تو اس پھرنے والے کے دین کی بھی خیر نہ تھی، اس پر فرض تھا کہ اس نے پھرنے سے پھرے اور وہ جدید بیعت جو بربنائے اثر وہابیت ہے فسخ کرے۔ وہ کہ تائب ہوا اور ارتداد طریقت و معصیت و ضلالت سے باز آیا بہت اچھا فعل، مستحسن بوجہ اول اور فرض بوجہ دوم بجالایا، اس پر جو لوگ یہ دند مچاتے ہیں کہ وہ مسلمان نہ رہا جھوٹے کذاب ہیں اور بلاوجہ مسلمان کی تکفیر کرتے ہیں،

(۱) "القرآن": [۴۸: الفتح: ۱۰].
(۲) "القرآن": [۳۳: الاحزاب: ۵۸].
(۳) "المعجم الاوسط": حدیث ۳۶۳۲ _ ۴ / ۳۷۳.

وہ خود اپنے اسلام کی خیر منائیں اگر وہابی یا ان کے رفیق نہیں، ورنہ وہابیہ اور ان کے رفقا و امثالہم خود ہی اسلام سے خارج ہیں، ہاں جو بہمہ وجوہ مسلمان ہو اسے تکفیر مسلم سے خوف لازم ہے، اور ایسی جگہ فقہ اس پر تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کی حاکم۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: «فقد باء بها أحدهما»(۱) اور اس بارے میں اقوالِ فقہاء کرام کی تفصیل وتحقیق ہماری کتاب "الكوكبة الشهابية" اور "النهي الأكيد" و"فتاوى رضوية" میں ہے۔

رہا سوال دُوم ۲ یعنی سابق ناظم ندوہ کے عقیدہ سے استفسار، ایام نظامت میں ان صاحب کے اقوال ضلال اور حمایت کفار وتعظیم مرتدین وبدخواہی اسلام ومسلمین واضح وآشکار اور حرمین شریفین کے مبارک فتوٰی مسمّٰی بہ "فتاوى الحرمين برجف ندوة المين" (۱۳۱۷ھ) سے طشت ازبام ہوچکے تھے، اب بحکم: «الذّنب يجر الذّنب»(۲) و«المرأ مع من أحبّ»(۳) دیوبندیوں سے ان کا اتحاد مسموع ہوا بلکہ دیوبندیوں کے ساتھ علمائے اہل سنت کے مقابلہ پر آنا اور حسب عادت "ضعف الطّالب والمطلوب" مولی ومشیر سب کا فرار فرمانا یہ اگر ہے تو چیز دیگر ہے اور اس کا امتحان بفضله تعالى علمائے کرام حرمین شریفین کے دوسرے فتاوٰی مبارکہ مسمّٰی بہ "حسام الحرمين على منحر الكفر والمين" نے بہت آسان کردیا، یہ فتوٰی پیش کیجیے، جو صاحب بکشادہ پیشانی ارشاد علمائے حرمین شریفین کو کہ عین اصل اصول ایمان کے بارے میں ہے اور جس کا خلاف کفر ہے قبول کریں فبہا ورنہ خود ہی کھل جائے گا کہ منهم ہیں اور پھر وہی فتوائے مبارکہ حرمین طیبین بتادے گا کہ: "من شكّ في كفره فقد كفر"(٤) یعنی گنگوہی وتھانوی وامثالہما وأذنابہما کے اُن کفروں پر مطلع ہوکر جو ان کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے، ولا حول ولا قوة إلاّ بالله العلي العظيم.

یہ ہے وہ امر حق کہ بعد سوال حفظ دین عوام اہل اسلام کے لیے جس کا اظہار ہم پر فرض تھا، جس کا عہد ہم سے قرآن عظیم وحدیثِ نبی کریم علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والتسلیم نے لیا، ورنہ ناظم صاحب ہمارے قدیم عنایت فرما ہیں اور دین ومذہب سے جدا کرکے ہم انہیں ایک معقول آدمی جانتے ہیں۔ والله تعالى أعلم.

رقم زدہ جناب مولانا مولوی ثناخوان رسول الثقلین سید محمد سجاد حسین صاحب سجاد مصنف کتب متوطن قصبہ شیش گڈھ ضلع بریلی

مولوی عاشق حسین صاحب سیماب اکبر آبادی بوجہ نامہ نگاری موجودہ متعدد اسلامی اخبارات ورسائل نہایت مشہور شخص ہیں، انہوں نے ایک کتاب مسمّٰی "مجموعہ خاندان عزیزیہ" تالیف کی ہے جس میں انہوں نے مولوی اسمٰعیل کو "مولانا محمد اسمٰعیل

---

(۱) "صحيح البخاري": كتاب الأدب، باب من أكفر أخاه بغير تاويل ...الخ، ۲ / ۹۰۱. "صحيح مسلم": كتاب الايمان، باب بيان حال ايمان من قال اخير ...الخ، ۱ / ۵۷.
(۲) "صحيح مسلم": كتاب الايمان ـ باب بيان حال ايمان من قال اخير الخ ـ ۱ / ۵۷.
(۳) "صحيح البخاري": كتاب الادب ـ باب علامة الحب فى الله الخ ـ ۲ / ۹۱۱.
(٤) "حسام الحرمين على منح الكفر والمين": ص ٩٤.

صاحب شہید دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ" لکھا ہے، اس کے متعلق ہم نے علمائے بریلی شریف سے یہ فتوی حاصل کیا ہے جو درج ذیل ہے، امید کہ مولوی صاحب اپنے مذہب پر روشنی ڈال کر بذریعہ اعلان پبلک کو مطلع کریں گے۔

مسئلہ ۲: زید باوجود ادعائے صدیقی وارثی مولوی اسمٰعیل دہلوی کو مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لکھتا ہے تو اب سوال یہ ہے کہ زید کا اصلی مذہب کیا ہے۔ فقط

الجواب

صورت مذکورہ میں زید گمراہ بددین نجدی اسمٰعیلی ہے اور بحکم فقہائے کرام اس پر حکم کفر لازم جس کی تفصیل کتاب "الکوکبة الشهابية في كفريات أبي الوهابية" سے ظاہر، والله تعالى أعلم.

عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

کتبــــــــہ

بمحمد المصطفى النبي الأمي صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مہر شریف اعلٰی حضرت مدظلہ

مہر مولانا مولوی حامد محمد رضا خان صاحب — مہر مولانا مولوی رضا خان صاحب

مہر مولانا مولوی محمد امجد علی صاحب — مہر مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب

مہر مبارک دارالافتا بریلی — مہر جناب مولانا مولوی محمد رضا خان صاحب

(حوالہ الفقیہ، جلد ۳، نمبر ۱۰، صفحہ ۶، مطبوعہ یکم رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۲۰ء بروز پنجشنبہ)

مرسلہ مولوی محمد عثمان صاحب۔ ممبئی۔ محلہ کماٹی پورہ دوسری گلی۔

بوساطت ضیاء الاسلام پیلی بھیت ۱۸/ رجب ۱۳۲۴ھ

مسئلہ ۳: از سکندر آباد ضلع بلند شہر بازار ماھو داس مرسلہ نور محمد ۲۳/ ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں...

جواب دے کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں

ایک شخص "حفظ الایمان" و "براہین قاطعہ" کی نسبت یہ تو کہتا ہے کہ بیشک اس میں سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح توہین اور گالی ہے مگر پھر بھی تکفیر نہیں کرتا اور یہ کہتا ہے کہ ان کے مؤلف کی تکفیر کو پسند نہیں کرتا۔ قابل گزارش یہ امر ہے کہ جب سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالی دینے والے کو بھی کافر نہ کہا جائے تو کون کافر ہوگا اور اس کافر کے کافر کہنے میں جو تامل کرے گا وہ خود کافر نہ ہوگا تو کس کافر کے کافر کہنے میں تامل کرنے والا کافر ہوگا۔ بیّنوا توجروا.

الجواب

صریح مقابل کنایہ ہے اُسے ظہور کافی نہ کہ احتمال کانافی۔ محقق حیث اطلق نے "فتح" میں فرمایا: "ما غلب استعماله في معنی بحیث یتبادر حقیقةً أو مجازاً صریح، فإن لم یستعمل في غیره فأولیٰ بالصّراحة"۔ "ہدایہ" میں ارشاد ہوا: "أنت طالق لا یفتقر إلی النیة؛ لأنّه صریح فیه لغلبة الاستعمال، ولونویٰ الطّلاق عن وثاق لم یدین في القضاء؛ لأنّه خلاف الظّاهر، ویدین فیما بینه وبین الله تعالیٰ؛ لأنّه نویٰ مایحتمله"[1].

بہت فقہائے کرام کے نزدیک تکفیر میں بھی اسی قدر کافی و لہٰذا امثال اسمٰعیل دہلوی پر بحکم فقہائے کبار لزوم کفر میں شک نہیں جس کی تفصیل "کوکبه شهابیه" سے روشن اور تحقیق اشتراط مفسر ہے یہی مسلک متکلّمین اور یہی مختار و معتبر ہے شخص مذکور کا قول مزبور اگر کسی ایسے کلام کی نسبت ہوتا کہ قسم اول سے تھا تو مشرب متکلّمین پر محمول ہوتا بشرطیکہ وہ ان جاہلان بے خرد کی طرح نہ ہوتا جن کو متبین و متعین میں تمیز نہیں مگر بدقسمتی سے۔

اس کا قول "براہین قاطعہ"، لما أمرالله به أن یوصل و"حفظ الایمان"، کے اقوال بدتر از ابوال کی نسبت ہے جو یقینا قسم دوم سے ہیں جن کی نسبت علمائے کرام مکہ معظمہ ومدینہ منورہ حکم فرماچکے کہ: "من شكّ في كفره وعذابه فقد كفر" جو ان کے کفرو استحقاق عذاب میں شک کرے خود کافر ہے لہٰذا نہ اس کے کفر میں کوئی شبہ حائل نہ کسی ابلیس کی تلبیس چلنے کے قابل۔ ذلك لیعلم كل شیطن مهین ﴿أَنَّ اللهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَآئِنِينَ﴾[2] ﴿وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللهِ مَكْرُهُمْ ۚ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ﴾[3] ﴿يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾[4] ﴿وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ﴾[5] ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ﴾[6] ﴿أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ﴾[7] إن هم إلا كنجس تان من أخبث حمیر نفرت، وفرت بسماع زئیر من أسد كبیر فتردت في بیر فهي تحرك ذنبها ترید الخلاص ﴿وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ﴾[8] ﴿وَخَسِرَ هُنَالِكَ

---

(۱) "الهداية": مدخل ـ ۱/ ۲۲۵.
(۲) "القرآن": [یوسف: ۵۲].
(۳) "القرآن": [إبراهیم: ٤٦].
(٤) "القرآن": [إبراهیم: ۲۷].
(٥) "القرآن": [الرعد: ۱۳].
(٦) "القرآن": [الشعراء: ۲۲۷].
(۷) "القرآن": [الطور: ٤۲].
(۸) "القرآن": [ص: ۳].

﴿الْمُبْطِلُوْنَ﴾[۱] وقیل بعداً اللقوم الظٰلمین ﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾[۲]. واللہ تعالٰی أعلم وعلمہ جل مجدہ أتم وأحکم. ("الموت الاحمر"، ص۵تا۶)۔

مسئلہ ۴: از ریاست پالن پور شمالی گجرات کالی داس نصیر الدین استاد دہلوی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں...

نمبر۱: کہ اللہ تعالٰی نے کچھ مخلوقات کو نور سے پیدا کر کے ہماری نظروں سے چھپادیا ہے۔ ختم ہوا۔ اس پر علماء اس جگہ آن کر ("بہشتی زیور" پہلا حصہ نمبر ۳۸ میں لکھا ہے) اس کو خلاف سمجھتے ہیں۔ اور اس جگہ باہم مسلمان لڑائی اور فساد پر قائم ہیں اور مرنے مارنے کو تیار ہیں۔ اور مولوی اشرف علی کی تصنیف سے ہے۔ لہٰذا برائے خدا کل حاضرین اسلام کی التجا یہ ہے کہ مولوی اشرف اور بہشتی زیور کتاب کیسی ہے؟ اس کو پڑھنا چاہیے یا نہیں۔ کیونکہ علماء جو اس جگہ آتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ وہابی ہیں۔ لہٰذا اسلام پر رحم فرما کر جواب جلد فرمادیں۔

نمبر۲: جس پر از حد تکرار ہے وہ یہ ہے۔ "بہشتی زیور" پہلا حصہ نمبر ۴۴ شرک کے بیان میں۔ "یوں کہنا کہ خدا اور رسول چاہے گا تو فلانا کام ہوجائے گا۔" آیا شرک ہے یا نہیں۔ واسطے خدا اور رسول کے جلد فدوی کو اس کے خلاصہ سے بذریعہ پوسٹ اطلاع فرمائیے گا۔

الجواب

(۱) "بہشتی زیور" جس کتاب کا نام ہے، سخت غلط مسائل اور بہت گمراہیوں پر مشتمل ہے۔ اسے دیکھنا حرام ہے۔ اور اس کے مصنف اشرف علی تھانوی صاحب کی نسبت حرمین شریفین کے تمام اکابر علماء و مفتیان کرام و شیخ العلماء کا فتویٰ چھپ چکا ہے۔ یہ فتویٰ بنام "حسام الحرمین" مطبع اہل سنت و جماعت واقع بریلی میں دس آنے کو بکتا ہے۔ عربی فتویٰ مع ترجمہ و تمہید ہے۔ ملائکہ نوری مخلوق اور عوام کی نظر سے نہاں ہیں۔

(۲) اولٰی یوں کہنا ہے کہ اللہ پھر اللہ کے رسول نے چاہا۔ اور یوں کہنا بھی کہ اللہ و رسول چاہیں گے۔ حرج نہیں رکھتا جبکہ اللہ و رسول کو برابر نہ جانے۔ اور وہ کونسا مسلمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) اللہ عزوجل کا شریک جانے گا۔ اس مسئلہ کی تحقیق اور اس قبیل کے صدہا مسائل نفیسہ کا آیات و احادیث سے ثبوت ہماری کتاب "الامن والعلٰی" میں ہے۔ یہ ابھی ۲۶۴ صفحہ تک چھپی ہے۔ جو اسی قدر طلب کرے مطبع مذکور سے ایک روپیہ کو ملتی ہے جس سے ایمان کی آنکھ کھلتی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عزت عظمت، محبت مسلمانوں کے دل میں بتوفیق اللہ تعالٰی مضبوط ہوتی ہے۔ واللہ تعالٰی أعلم.

---

(۱) "القرآن": [الغافر: ۷۸].
(۲) "القرآن": [الأنعام: ٤٥].

عبدہ المذنب أحمد رضا البریلوي عفي عنہ

کتبــــــــــہ

بمحمد المصطفی النبي الأمّي ﷺ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ ۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ...

جو شخص رسول اللہ ﷺ کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر جانے اور کہے کہ ہم میں اور آپ ﷺ میں فرق یہی ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو بزرگی بخشی آپ ﷺ بڑے بھائی ہوئے ہمیں آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہم چھوٹے بھائی ہوئے اور کہے کہ آپ ﷺ کی مدح وستائش اسی قدر چاہیے کہ جس قدر ہم آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی کم اور اُس جناب کو بوجہ قرآن مجید لانے کے ایک چپراسی سے تشبیہ دے جو فرمان شاہی رعایا کے پاس لایا ایسا شخص کافر یا متبدع ہے یا نہیں اور ان سب باتوں میں حضرت رسالت ﷺ کی توہین اور آپ ﷺ کی شان کی تحقیر ہوئی یا نہیں اور آپ ﷺ کی توہین وتحقیر کرنے والے کا کیا حکم ہے اور نماز اُس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں اور اُس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے یا نہیں اور جو کلمات جناب رسول اللہ ﷺ نے مقام تواضع میں فرماتے ہیں مثلاً فرمایا مجھے یونس سے افضل مت کہو یا ایک شخص سے جو صورت اطہر دیکھ کر بہ سبب ہیبت حق کانپنے لگا تھا ارشاد ہوا خوف نہ کر میں تو ایک قرشیہ عورت تو ید خوار کا بیٹا ہوں اور اسی قسم کے کلمات اپنے ظاہر پر محمول ہیں یا انھیں کلمات تواضع تصور کیا جائے گا اور جو شخص انھیں کلمات شریفہ سے سند لاکر یہ کہے کہ آپ یونس علیہ السلام سے کچھ افضل نہ تھے یا آپ ﷺ سے خوف کاہے کا آپ ﷺ تو ایک قرشیہ عورت سوکھا گوشت کھانے والی کے بیٹے تھے اور اُس کے مثل اور باتیں بیان کرے وہ شخص کافر ہے یا بدعتی یا مسلمان صحیح العقیدہ اور یہ کہنا اُس کا توہین وتحقیر شان جناب رسالت مآب ﷺ ہوگا یا نہیں بیّنوا توجروا۔

الجواب

باپ اور بادشاہ کی تعظیم کو اُس جناب کی تعظیم سے کچھ نسبت نہیں، اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ﴾[1] اور ارشاد ہوتا ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ ﴾[2] اور ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ

(۱) "القرآن": [:النور:٦٣].
(۲) "القرآن": [:الحجرات:١].

﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾(۱) أخرج الإمام البخاري في "صحيحه" قال حدثنا مسدّد قال حدثنا يحيى عن شعبة قال حدثني خبيب بن عبد الرحمن عن حفص بن عاصم عن أبي سعيد بن المعلى قال: «كنت أصلّي في المسجد، فدعاني رسول الله فلم أجبه فقلت: يا رسول الله! إنّي كنت أصلّي فقال: ألم يقل الله: ﴿اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ﴾(۲) ...الحديث. وأخرج الترمذي عن أنس أنّ رسول الله ﷺ كان خرج على أصحابه من المهاجرين والأنصار وهم جلوس، وفيهم أبو بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما فلا يرفع أحد منهم إليه بصره إلاّ أبوبكر وعمر رضي الله تعالى عنهما، فإنّما كانا ينظران إليه، وينظر إليهما ويتبسمان إليه ويتبسم إليهما(۳).

اور "شفائے قاضی عیاض" میں ہے کہ جناب شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما بعد نزول کریمہ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ﴾(۴) الآیہ کے جناب کے حضور میں اس طرح کلام کرتے جیسے سرگوشی کرتے ہیں۔ اور اسی میں اسامہ بن شریک سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یار گرد بیٹھے تھے گویا اُن کے سروں پر پرندے ہیں، اور حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب سال حدیبیہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور انھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آب وضو پر دوڑے پڑتے ہیں گویا کٹ مریں گے اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب تھوکتے یا ناک صاف کرتے ہیں اپنے ہاتھوں پر لیتے ہیں، اور جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہیں کچھ حکم کرتے ہیں تو تعمیل ارشاد پر دوڑ پڑتے ہیں اور جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلام کرتے ہیں اپنی آوازیں آپ کے حضور نرم کرلیتے ہیں اور جناب کی طرف تیز نظر سے نہیں دیکھتے بوجہ تعظیم کے، تو جب عروہ قریش کی طرف لوٹ کر گئے کہا: اے گروہ قریش! میں کسری وقیصر ونجاشی کے پاس اُن کے ملکوں میں گیا، اللہ تعالٰی کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہ دیکھا اس کی قوم میں مثل محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اُن کے اصحاب میں۔

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں میں چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی امر دریافت کروں سو اس میں برسوں تاخیر کرتا تھا بوجہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہیبت کے۔ ابوابراہیم تجیب کہتے ہیں ہر مسلمان پر کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر شریف کرے یا سنے خشوع وخضوع وتوقر وسکون اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہیبت اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اجلال وادب جس طرح آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زندگی میں کرتا واجب ہے۔ قاضی عیاض ابوالفضل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: سلف صالح اور ائمہ ماضیین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کی یہی سیرت تھی۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جب آپ کا ذکر شریف کرتے رنگ اُن کا بدل جاتا اور پیٹھ اُن کی جھک جاتی اور جب کوئی حدیث دریافت

---

(۱) "القرآن": [:الحجرات:۵، ۲].
(۲) "صحيح البخاري" باب ما جاء في فاتحة الكتاب ــ ۶/ ۱۷.
(۳) "سنن الترمذي" ۱۶ باب ـــ ۶/ ۵۳.
(۴) "القرآن": [:الحجرات:۲].

کرنے آتا غسل کرتے اور خوشبو لگاتے اور نئے کپڑے عمدہ پہنتے اور عمامہ باندھتے اور تخت پر بیٹھتے اور عود سلگاتے اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ حدیث بیان فرماتے۔ایک روز حدیث بیان کرتے تھے سولہ بار بچھونے ڈنک مارا رنگ زرد ہوگیا مگر حدیث قطع نہ کی اور فرمایا: "إنما صبرت إجلالاً لحديث رسول الله ﷺ"، محمد بن منکدر وقت تحدیث کے اس قدر روتے کہ لوگ آپ پر رحم کرتے۔اور ابو جعفر بن محمد کا رنگ بدل جاتا۔ ابن مسیب لیٹے تھے کسی نے حدیث پوچھی اٹھ بیٹھے اور لیٹ کے حدیث بیان کرنا مکروہ سمجھا۔قتادہ باوضو تحدیث مستحب جانتے۔ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے منبر پر بیٹھنے کی جگہ ہاتھ سے مس کی پھر اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔

اِن کے سوا بہت حالات و اداب اکابرین اور ائمہ و علمائے ملت سے "شفائے قاضی عیاض" وغیرہ کتب معتبرہ میں منقول ہیں باوجود اس کے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کی تعظیم کے برابر جانتا ہے قرآن و حدیث و سیرت صحابہ و تابعین ومشائخ وعلمائے دین سے جاہل اور عظمت مقام سید الانام علیہ الصلٰوۃ والسلام بلکہ حقیقت نبوت و رسالت اور اس کے حقوق سے غافل ہے۔کیا اس قدر بھی نہیں جانتا کہ اگر باپ یا بادشاہ یا مولٰی برخلاف حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کرے تو نافرمانی اس کی اور اطاعت حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی فرض ہے اور استدلال اس کے مقتداؤں کا لفظ اُکر «موأخاکم» سے محض بیجا۔اگر بادشاہ تواضعاً اپنی رعیت سے کہے تم سب میرے بھائی ہو تو کوئی رعیتی بادشاہ کو بھائی صاحب کہہ سکتا ہے یا لکھ سکتا ہے۔آیا صحابہ کرام کہ مخاطب اس کلام کے تھے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھائی صاحب کہا کرتے تھے۔

حاشا وکلّا! اکثر اوقات فداك أبي وأمي اور اسی طرح کے کلمات جس سے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اور ماں باپ میں زمین آسمان کا فرق ظاہر کہتے ایک صحابی نے اپنے باپ کو صرف اس جرم پر کہ حضرت کے جناب میں ایک کلمہ قبیح کہا تھا قتل کر ڈالا اور جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس پر اعتراض نہ فرمایا: كذا نقله في "الشفاء" عن ابن قانع. علاوہ ازیں ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ (۱) بھی تو قرآن عزیز میں وارد پھر یہ لوگ سرور انبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چھوٹے بھائی کس طرح بن بیٹے خود پروردگار تقدس وتعالٰی طرح طرح سے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ادب لوگوں کو سکھاتا ہے اور فرماتا ہے ہمارے رسول کو یوں نہ پکارو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو اور اُن کے ساتھ چلا کر بات نہ کرو جیسے باہم کرتے ہو ایسا نہ ہو تمھارے عمل حبط ہو جائیں۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اُن کی بڑے بھائی کی سی تعظیم چاہیے آیات صریحہ و احادیث صحیحہ و سیرت صحابہ و تابعین و ائمہ وعلمائے دین سے آنکھ بند کرنا اور اس قسم کے الفاظ کو گو کیسے ہی موقع پر وارد یا بوجہ معارضہ قرآن و حدیث کے متروک الظاہر واجب التأویل ہوں مدار اعتقاد و عمل ٹھہرانا سوء عقیدت و فساد باطن کی علامت ہے، اور جو شخص حدیث لا تفضلوني على يونس بن متى اور لا تخيروني على موسى اور ذاك إبراهيم وغیرها احادیث سے کہ مؤول یا تواضع پر محمول ہیں

(۱) "القرآن": [:الأحزاب:٦].

آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی افضلیت میں کلام کرے کہ کتب عقائد میں مصرح ہے اور باتفاق علمائے محققین بلکہ ایک قول پر باجماع امت ثابت مخالف عقیدۂ اہل سنت وجماعت ہے اور جو جناب کی نسبت یہ کلمہ کہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے خوف کیا کچھ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بادشاہ نہ تھے ایک قرشیہ سوکھا گوشت کھانے والے کے بیٹے تھے بے ادب وگستاخ ہے یہ کلام اہانت پر دلالت کرتا ہے اور یہ عذر کہ جناب نے اپنی نسبت فرمایا ہے مقبول نہیں کہ علمانے اسے باب تواضع میں ذکر کیا، اور جو بات آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم براہ تواضع فرمادیں دوسروں کو آپ کی نسبت کہنا جائز نہیں ہوتا اور ظاہراً مراد قائل اس قول سے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مدح وستائش اسی قدر چاہیے جس قدر ہم آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی کم یہ ہے کہ تکثیر محامد اور تعداد محاسن آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نہ چاہیے حالانکہ پروردگار عالم نے قرآن مجید میں طرح طرح سے اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مدح وثناکی اور محامد ومحاسن آپ کے بیان فرمائے، صحابہ تابعین تکثیر مدح شریف اور ائمہ محدثین اس جناب کے جمع فضائل اور نشر کمالات وخصائص میں اہتمام بلیغ فرماتے رہے حدیث وسیر کی کتابوں میں ہزارہا معجزات وخصائص وکمالات آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مذکور اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے احوال شریفہ اور اوصاف کریمہ کے بیان میں ابواب موضوع صدہا کتابیں خاص آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حالات وفضائل وکمالات میں تصنیف ہوئیں اور ایمان بدون محبت آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے کامل نہیں ہوتا اور وہ تکثیر ذکر محبوب کو مستلزم تو تکثیر مدح وستائش دلیل کمال ایمان اور اس میں کمی ضعف ایمان کی علامت ہے اور یہ بات کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مدح وستائش اس سے بھی کم چاہیے جس قدر ہم آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہیں مرض قلبی وفساد باطن کی دلیل بلکہ اس جناب کی توہین وتحقیر ہے نعوذ باللہ من ذٰلک۔

باقی رہا یہ امر کہ جناب کو بوجہ قرآن شریف لانے کے چپراسی سے جو فرمان شاہی رعایا کے پاس لایا تشبیہ دینا کیسا ہے۔ سونبی ورسول بمنزلہ صوبہ بلکہ خلیفہ کے ہے جس کی اطاعت وفرمانبرداری رعایا پر فرض ہوتی ہے اور اس کے احکام اُن پر نافذ اور وہ فرمان اُس کے ساتھ ہوتا ہے بمنزلہ فرمان تقرر اور دستور العمل کے ہے کہ وہ واسطے اجرا اور تعمیل کرانے اُن احکام کے متعین ہوکر آتا ہے، چپراسی کے کام کو اس منصب عمدہ سے کیا نسبت خصوصاً منصب آنحضرت علیہ الصلاۃ والتحیۃ جو تمام مقربان بارگاہ احدیت کی سردار اور شفاعت کبری اور وسیلہ اور مقام محمود وغیرہ مناسب عالیہ ومراتب رفیعہ سے سرفراز ہیں، اہل زمین وآسمان سے کوئی شخص اُن کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا، ایسی ذات جامع الکمالات کو جسے بادشاہ دوعالم کا وزیر اعظم کہنا لائق وبجا بمنزلہ ایک چپراسی کے ٹھہرانا اور چپراسی سے کہ فرمان شاہی رعایا کے پاس لایا تشبیہ دینا صریح تنقیص وتحقیر شان ہے، پھر اگر یہ کلمہ قائل سے بقصد تنقیص وتحقیر جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اجمعین سرزد ہوا جیساکہ سوال سے ظاہر اور بکثرت وقوع ایسی باتوں کا جو آپ کے مرتبہ عظمی اور منصب رفیع کے خلاف ہیں اس کے خبث باطن وفساد نیت اور بے باکی وگستاخی پر قرینہ ہے واللہ أعلم بحقیقۃ الحال تو اس کے کفر میں کلام نہیں، اور حکم اس کا باتفاق علما حکم مرتد کا ہے مگر مسئلہ توبہ میں کہ ایسے شخص کے قبول توبہ قضاءً میں ائمہ مختلف ملا فاضل چلپی لکھتے ہیں: "قد اجتمعت الأمّة علی أن الاستخفاف لنبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، وبأيّ نبي کان من الأنبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کفر، سواء فعله فاعل فلك استحلالاً، أم فعله معتقداً تحرمته، ولیس بین العلماء خلاف في

ذلك والذين نقلوا الإجماع فيه، وفي تفاصيله أكثر من أن يحصوا سنهم".

امام الحرمین وغیرہ قاضی ابوالفضل "شفاء" میں اس کے کفر و قتل پر اجماع نقل فرماتے اور محمد بن سحنون سے روایت کرتے ہیں: "أجمع العلماء أن شاتم النبي ﷺ المتنقص كافر، والوعيد جارٍ عليه بعذاب الله، وحكمه عند الأئمة القتلُ، ومن شكَّ في كفره و عذابه فقد كفر"(۱)۔ اسی کتاب میں ہے: "قال ابن القاسم في العُتبية من سبّه أوشتمه أوعابه أوتنقصه فإنّه يقتل، وحكمه عند الأئمة القتلُ كـ الزّنديق وقد فرض الله توقيره وبره"(۲)، وأيضًا فيه ويمثله قال أبوحنيفه وأصحابه والثوري وأهل الكوفة والأوزاعي في المسلمين، لكنّهم قالوا هي ردة وروى مثله الوليدبن مسلم عن مالك وحكى الطّبري مثله، عن أبي حنيفة وأصحابه فمن تنقصيه ﷺ أوبري منه أو كذبه"(۳).

خطابی کہتے ہیں: "لا أعلم أحداً من المسلمين اختلف في وجوب قتله إذا كان مسلماً"(۴) "شفا" میں ابن عتاب سے نقل کیا: "الكتاب والسّنة موجبان أن من قصد النبي ﷺ بأذىً، أو نقص معرضًا أو مصرحاً، وإن قلّ فقتله واجب"(۵)۔ اور حبیب بن ربیع قروی سے نقل کرتے ہیں: "مذهب مالك وأصحابه أنّ من قال فيه ﷺ نقص قتل دون استتابة"(۶)۔ یہاں تک کہ علمانے ایسے شخص کی نسبت جو آپ کی چادر شریف کو میلا۔ یا اس جناب کو جمال و یتیم ابی طالب۔ یا تن حیدرہ۔ رنگ انور کو سیاہ کہے، قتل کا فتوی دیا اور اُسے کافر کہا، اور اس میں شک نہیں کہ آپ کے منصب اور مرتبہ کو اس درجہ گھٹانا ان باتوں سے بمراتب بدتر ہے اور جو بقصد توہین نہیں تاہم حکم اس کا وہی قتل بے تامل اور تکفیر مختلف فیہ ہے۔

في "الشفا": بحكم هذا الوجه حكم الوجه الأول: "القتلُ دون تلعثم؛ إذ لا يعذر أحد في الكفر بالجهالة، ولا بدعوى ذلل اللّسان ولاشيء مما ذكرناه إذا كان عقله في فطرته سليماً إِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وبهذا أفتى الأندلسيون على ابن حاتم في نفيه الزّهد عن رسول الله ﷺ الّذي قدمناه"(۷)۔ وفيه أيضًا: "وعن محمد أبي زيد لا يعذر أحد بدعوى زلل اللّسان في مثل

(۱)"الشفاء": الباب الأول ـ الفصل الأول ـ ۱/ ۴۲۹.
(۲)"الشفاء": الباب الاول ـ الفصل الاول ـ ۱/ ۴۲۹.
(۳)"الشفاء": الباب الاول ـ الفصل الاول ـ ۱/ ۴۲۸، ۴۲۹.
(۴)"الشفاء": الباب الاول ـ الفصل الاول ـ ۱/ ۴۲۸.
(۵)"الشفاء": الباب الاول ـ الفصل الاول ـ ۱/ ۴۳۱.
(۶)"الشفاء": الباب الاول ـ الفصل الاول ـ ۱/ ۴۳۱.
(۷)"الشفاء": الباب الاول ـ الفصل الاول ـ ۱/ ۴۳۱.

هذا،[(۱)]. وأفتى أبو الحسن القابسي في من شتم النبي ﷺ في سكره يقتل وفيه أيضاً: "قال حبيب بن الربيع؛ لأنّ ادّعاء التأويل في لفظ صراح لا يقبل؛ لأنّه امتهان، وهو غيرمعزز لرسول الله ﷺ ولا موقر له فوجب إباحة دمه". وفيه أيضاً: يدلّ على قتله من جهة النّظر والاعتبار أنّ من سبّه أو نقصه ﷺ قد ظهرت علامة مرض قلبه، وبرهان سرطويته وكفره، ولهذا ما حكم له كثير من العلماء بالرّدة، وهي رواية الشاميين عن مالك رحمه الله والأوزاعي وقول الثوري، وأبي حنيفة والكوفيين رحمهم الله والقول الآخر دليل على الكفر فيقتل حداً، وإن لم يحكم له بالكفر إلاّ أن يكون متمادياً على قوله غير منكر له ولا مقلع عنه فهذا كافر".

فاضل چلپی لکھتے ہیں: "ولو قال لشعرالنبي ﷺ سعبير لكفر عند بعض المشايخ رحمهم الله، وعند البعض لا، إلاّ إذا قال ذلك بطريق الإهانة"، وفي "فتاوى الإمام قاضي خان" لو قال نشعرالنبي ﷺ شعيراً فقد كفر، وعن أبي حفص الكبير رحمه الله من ماب النّبي ﷺ لشعر من شعراته فقد كفر، وذكر في الاحسل آن شتم النّبي ﷺ كفر، انتهى. هذا ما اعتنى به الفواد في الجواب بتوفيق الله الملك الوهاب، ولو شئنا لأطنبنا الكلام فيه كل إطناب، وأسهبنا المقال جلّ أصحاب، وفيما ذكرنا كفاية لأولي الألباب، والله الهادي إلى سبيل الحق والصّواب، وإليه الإياب في كل باب، وإليه تعالى المرجع وأناب به نتقى وإليه متاب، سيهدي الله من إليه أناب، ويتوب الله على من تاب، رَبَّنا لا تزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إذ هَدَيْتَنَا، وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ.

عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

كتبـــــــــــه

بمحمد المصطفى النّبي الأُمّي ﷺ

هذَا هُوَ الْحَقُّ الصُّرَاحُ وَالصِّدْقُ الْقُرَاحُ، وَاللهُ الْهَادِي اِلَىٰ سَبِيْلِ النَّجَاحِ

محمد نقی علی خان ولد مولوی رضا علی خان ۱۲۶۹

محمد لائق علی عفی عنہ ۱۲۸۷ — سید محمود علی خویدم الطلبہ

صح الجواب — محمد احسن الصدیقی

محمد احسن صدیقی ۱۲۷۹ — أصاب المجيب

---

(۱) "الشفاء": الباب الاول ـــ الفصل الاول ـ ۱/ ۴۳۱.

محمد یعقوب علی عفی عنہ ۱۲۶۰

حوالہ "تنبیہ الجہال" ۹۲تا۹۹

فتاوی علماء اہلسنّت وجماعت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ ۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو مسیح موعود و مہدی موعود اور اپنے اوپر وحی کا آنا اور پیشین گوئیں اپنی ثابت کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں علاوہ اس کے جو جو دعوے اُن کے ہیں وہ اُن کے اشتہارات ہم رشتہ سوال ہذا ہیں ملاحظہ فرما کر نسبت مدعی اور نیز معتقدان اُن کے کہ جو اُن کو امام وقت اور مسیح موعود اور مہدی موعود اور مجدد الوقت جانتے ہیں اُن کی نسبت شریعت کیا حکم دیتی ہے۔ بینوا توجروا فقط۔

(۲) مثلاً زید قادیان گیا اور جملہ دعوے مرزا غلام احمد قادیانی کے تسلیم کیے اور اُن کو مسیح موعود اور مہدی موعود اور مجدد اور امام وقت مان لیا۔ آیا اس شخص کا ایمان قائم رہا یا نہیں اور اگر ایمان قائم نہیں رہا تو نکاح اُس کا باطل ہوگیا یا رہا اور وہ شخص مردود ہوا یا نہیں اور اُسکے مرید بیعت سے خارج ہوئے یا نہیں اور مردود کی کیا صفت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فهوَ مُلْهِم الحقِ وَالصّواب، رب زدني علماً وارزقني فهماً!

جواب سوال اوّل

وحی رسالت کا اُترنا انبیاء ہی کا خاصہ مختصر ہے علی نبینا وعلیہم السلام اور سوا اُن کے اور کسی پر اس کا اُترنا یقیناً غیر ممکن ہے چونکہ بحسب فحوائے آیت کریمہ صداقت آیت قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ ﴿وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾[1] کے حضور اقدس سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ہی پر سلسلہ نبوت ورسالت کا ختم ہوگیا اور سوا ذات والاصفات سرورِ کائنات ﷺ کے اور کسی جدید نبی کے لیے وصف نبوت ورسالت کے ثبوت کا امکان جاتا رہا۔ وحی اُترنے کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ پس جو مروک کہ حضور سراپا نور کے زمانہ شرف پیمانہ میں یا بعد اس کے دعوے کہ مجھ پر وحی اُترتی ہے وہ قطعاً کافر ہے اسی طرح جو شخص کہ اس کی تصدیق کرے یا تصدیق نہ کرے مگر اس کا نبی ہونا ممکن مانے وہ بھی کافر ہے۔ امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "معتقد" میں جو نہایت معتبر کتاب ہے صاف لکھا ہے اور فقیر نے اُن کا کلام صواب انضمام "تعليق مجلي شرح منية المصلي" مطبوع مطبع یوسفی واقع محلہ فرنگی محل منحلات لکھنؤ میں پورا نقل کیا ہے کہ نہ حضور اقدس ﷺ کے عہد شریف میں کوئی نبی ہوا نہ بعد اس کے ہوا نہ ہوگا نہ تاقیام قیامت ہوسکتا ہے اگر کوئی کہے کہ آپ کے زمانہ ہی میں کوئی نبی ہوا یا بعد اس کے ہوا یا ہوگا یا ہوسکتا ہے ان

(۱) "القرآن": [:الأحزاب: ٤٠].

چاروں صورتوں میں سے ہر صورت میں وہ کافر ہے یہ شرط ہے ایمان کی کہ بدون اس عقیدہ کے آدمی کا ایمان قابل اعتبار نہیں اور اگر اس کے خلاف کوئی شخص عقیدہ رکھے گا تو چاہے کتنا بڑا عابد اور متقی ہو مسلمانوں میں اس کا شمار نہیں اور علامہ زین الدین ابن نجیم نے "اشباہ ونظائر" میں لکھا ہے کہ سرورِ عالم حضور اقدس ﷺ کو خاتم النبیین ماننا من جملہ ضروریات دین کے ہے جس کے انکار سے مسلمان کافر و مرتد ہو جاتا ہے اور قادیانی ہذیانی اپنے اشتہار پر فضیحت الدعوت اور نیز اپنے اشتہار بے اعتبار انذار میں صاف طور پر لکھتا ہے کہ مجھ پر وحی اترتی ہے۔

فلہذا وہ خود کافر و مرتد ہے اور اسی طرح جو شخص کہ اس کا متبع یا معتقد امام و مجدّد تو کیا صرف مسلمان ہی اس کو مانے وہ بھی کافر و مرتد ہے ہم کو مخبر صادق و مصدوق ﷺ نے حدیث صحیح میں خبر دیدی ہے کہ میرے بعد قریب تیس ۳۰ کے دجّال پیدا ہوں گے یہ خبیث قادیانی اُن میں سے بڑا دجّال وضال ومضل علیٰ وجہ الکمال ہے عام مسلمان بھائیوں کو اس سے اور اس کے گُرگوں چیلوں سے میل جول رکھنا حرام اور اس کی تحریر سراپا تزویر کے دیکھنے سے احتراز لازم ہے قطع نظر اس سے کہ یہ چوٹا دین کا جھوٹا اور غایت درجہ کا فریبی ہے۔ محض جاہل اور علوم عربی سے بالکل ناواقف ہے۔ اگر محل اجنبی نہ ہوتا تو میں اس حمار حماقت شعار کا ایک ایک فقرہ توڑتا اور طالب علموں کو اس کے خرِ ناشخص ہونے پر مطلع کرتا مجدّد مأتہ حاضرۃ صاحب حجۃ قاھرۃ آیۃ من آیات اللہ حجۃ من حجج اللہ الکاملۃ معجزۃ من معجزات رسول اللہ إمام الوقت حضرت مولانا مولوي محمد أحمد رضا خان صاحب بریلوي عالم سنت تمت فیوضاتھم وعمت نے اس مردود کے عقائد فاسدہ اور اقوال کاسدہ کی رد میں متعدد رسائل تصنیف فرمائے ہیں اور ان میں اس کی علیت کی بھی قلعی کھولی ہے۔

جزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین.

جس بھائی کو اس مردود عنود کے دجال ہونے میں کوئی شبہ ہو اس پر فرض ہے کہ مولانا موصوف کی تصنیفات ہدایت طویات بریلی سے منگوا کر ان کے مطالعہ کے ذریعہ سے اپنے وسوسوں کو رفع کر کے اپنی دولت ایمانی کی ان سول سرمایہ کی حفاظت کرے۔ اللّٰھمّ ثبت قلوبنا علی القول الثّابت، واحفظنا من فتن الدّنیا والأخرۃ، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل.

جواب سوال دُوم ۲

ایسے شخص کا ایمان جاتا رہا مرتد ہو گیا اور نکاح اس کا ٹوٹ گیا اور جو لوگ اس شخص کے مرید تھے اُن سب کی بیعت ٹوٹ گئی جب وہ مسلمان ہی نہ رہا تو بیعت کے باقی رہ جانے کے لیے کون سبب باقی رہا۔

وصلی اللہ علی خاتم النبیین المامون علیٰ کل غائب، کما نطق بہ الشاعر النبیل الصحابي الجلیل مشافھۃ سوادبن قارب وعلی آلہ الطاھرین وأصحابہ الطیبین وعلی من تبعھم بإحسان إلی یوم الدین لا سیماً الإمام الأعظم والھام الأفخم الأقدم مخزن علوم القران معدن فنون سنۃ سید الإنس والجان إمامنا وإمام المسلمین من لدن عھد التابعین إلی یوم الدین أبي حنیفۃ النعمان نزل اللہ علیہ

الرحمة والرضوان وأدخله فراديس الجنان بحرمة من أرسله الله إلى الإنس عامة بل إلى الإنس والجن والخلق كافة، كما اخرجه الإمام مسلم من لا اعيان فقط حرره العبد الفقير إلى ربه القدير وصي أحمد الحنفي السني كان الله له ولأسلافه وأخلافه.

فی الواقع قادیانی ضرور دجال کذاب کافر مرتد ہے اور جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اُسے مسلمان ہی جانے وہ بھی یقیناً کافر مرتد ہے تمام احکام مرتدین اُن سب پر وارد ہیں۔ "بزازیہ" و"درمختار" و"مجمع الانہر" وغیرہ میں ہے "من شكّ في كفره وعذابه فقد كفر" مردود ہونا تو ایسوں کا نہایت ہلکا وصف ہے کہ مردود مقبول کے مقابل ہے اور مقبول کے لیے کئی شرائط غامضہ ہیں وحسبنا الله ونعم الوكيل ہر فاسق فاجر بیباک مرتکب کبائر ظالم غاور اپنے ان افعال میں مردود ہے ہر بدمذہب مبتدع مردود ہے ہر کافر اصلی مردود ہے مگر قادیانی اور اس کے اتباع ان سب سے بدتر مردود ہیں کہ مرتد ہیں اور مرتد کے احکام تمام کافران لیام سے سخت تر واشد ہیں والله تعالى أعلم.

عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

کتبـــــــــــــــــــــــــــہ

بمحمد المصطفى النبي الأمّي ﷺ

أصاب من أجاب والله ﷺ محمد حافظ بخش عفی عنہ حررہ العبد الناحائل

محمد عادل عاملہ اللہ تعالٰی بفضلہ امثال

بسم الله الرحمن الرحيم

حامداً ومصلّياً ومسلّماً على حبيبه الكريم، وآله وصحبه وأولياء أمّته أولى التكريم والتعظيم.

أما بعد طائفہ قادیانیہ فرقہ شیطانیہ جو ان ایّام میں چند سال سے ظاہر ہوا ہے کبھی مہدیت کا کبھی مسیحیت کا دعوی کرتا ہے اس کے کلمات کثیرہ حد کفر تک پہنچے ہیں بہت اقوال خبیثہ ایسے ہیں جن سے انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام إلى أبد الأبدين کی بے ادبیاں گستاخیاں نکلتی ہیں متعدد وجوہ سے اس پر کفر عائد و لازم ہے۔ علمائے حرمین مکرمین زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً کے فتاوے مفصلہ اس کی تضلیل بلکہ تکفیر پر چھپ کر مشہور دیار و امصار ہیں۔ ایسے شخص کی صحبت سے حزر و گریز لازم اس کے عقائد کفریہ کا مصدق بھی وہی حکم رکھتا ہے جو اس کا حکم ہے۔ فقط والله أعلم.

حرره العبد المعتصم بذيل النبي الأمجد عبد الرسول محب أحمد القادري البدايوني كان الله له

از مدرسہ قادریہ بدایوں۔

حرره المولى المجيب والفاضل اللبيب فهو حق صريح وخلافه جهل قبيح فقط

حرره العبد منتقر مطيع الرسول عبد المقتدر القادري البديوني عفا الله عنه خادم المدرسة

القادریہ المبارکہ
مقہور بارگاہِ یزدانی مرزاغلام احمد قادیانی۔ یقیناً کافر و مرتد ہے۔ اس ملعون کے کفر وارتداد میں کسی مومن باللہ کو ایک آن کے لیے بھی توقف و تردد نہیں وہ مفتری کذاب اُن ہی تیس ۳۰ دجالوں میں کا ایک ہے جن کی خبر حضرت مخبر صادق علیہ السلام نے حدیث صحیح میں ارشاد فرمائی ہے۔ یہ یقینی امر ہے کہ اس امت میں اس نمبر کا کافر ابھی تک پیدا نہیں ہوا اور چونکہ اسلام کی آڑ میں یہ دجال لعین اپنی کفریات کی اشاعت بشدومد کررہا ہے۔ لہٰذا اس شقی ازلی کی ضلالت و کفروارتداد کا اثر تمام کفار زمانہ سے مہلک تر ہے۔ لعنة الله عليه وعلى أعوانه وأنصاره وأوليائه أجمعين!۔
مسلمانوں کو اُس ملعون دجال سے اور اُس کے مرتد اور زندیق مریدوں سے دور رہنا اور اُن کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہیے۔ جو مرتدوں کے ساتھ وباالله التوفيق!

فقیر محمد ہدایۃ الرسول عفی عنہ، سنی حنفی قادری احمد رضائی

بسم الله الرحمن الرحيم
مرزا قادیانی سرگروہ طائفہ شیطانی صرف کافر ہی نہیں بلکہ کافر گر بھی ہے اپنی سیاہ خباثت سے دوسرے مسلمانوں کے منور دلوں کو تیرہ کرتا ہے۔ خدا اس کا ستّیاناس کرے۔ مسیلمہ کذاب کے بعد یہ مردود مرتد ہندوستان میں شیطان کا نام زندہ کرنے کے لیے پیدا ہوا۔ واللہ باللہ! کہ یہ قادیانی کافر اس کے رد کو بُرا ماننے والے بھی کافر۔ اس کو مسلمان سمجھنے والے بھی کافر۔ خدا اس کے فتنہ سے مسلمانوں کو بچائے اور اس کو اسفل درجات جہنم میں پہنچائے۔ والله أعلم بالصواب.

سید محمد فاخر، محمدی اجملی چشتی نظامی الہ آبادی غفرلہ

مرزا غلام احمد قادیانی جامع فنون شیطانی ملعون و مقہور بارگاہ یزدانی فتنہ انداز شعبدہ پرداز عربدہ ساز چالاک وسفاک وبیباک عیّار و مکار از دین و اسلام سید ابرار ہے فقیر اس شخص سے تین مرتبہ ملا و مرتبہ شہر لودیانہ میں اور اپنا قصیدہ مسمّٰے بہ موج کوثر در نعت سید البشر اس کو دیا اور سنایا اور اس مقہور نے اُس کی بہت کچھ ثنا و صفت کی اُس وقت میرے سامنے یہ تلاش میں ایک نابینا کی تھا جو اعمال سفلی میں مشہور تھا اور الائچی اور پورانے سکے کے روپے وغیرہ منگوایا کرتا تھا میرے سامنے جلال شاہ بہارن پوری کو جو بہارن پور میں محلہ قاضی میں رہتا تھا، تار دیا اور اُس کو لودیانہ بُلایا۔ جلال شاہ اعمال سفلی میں مشہور تھا۔ چنانچہ اُسی مجلس میں میرے اخ مکرم اُستادنا المعظم جامع معقول و منقول رئیس العلما مولانا حافظ مشتاق احمد صاحب چشتی صابری انبیٹھوی ودامت مجدہم نے فرمایا کہ آپ کو ان اعمال خبیثہ سے کیا تعلق اور اس کے سیکھنے سے کیا علاقہ کہا کہ آریوں اور نیچریوں کے واسطے سیکھتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ اعمال میں تاثیر نہیں ہے۔
برادرانِ اسلام۔ جس شخص کی یہ حالت ہو اس کو مقبولیت سے درگاہ الٰہی میں کیا تعلق۔ پھر ایک مرتبہ تبدیل صورت ولباس کرکے قادیان گیا اور اس کی وہ حالت دیکھی کہ (معاذاللہ)۔ غرضکہ یہ شخص ہر طرح سے مرتد ہے اور جو اس کا معتقد ہے وہ بھی

مرتد ہے اس کو اسلام اور اہلِ اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ نیز ان سو برس کے اجماعی اہل اسلام کا اس نے خرق کیا ہے اس کے کفر میں موافق حدیث نبوی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ کلام نہیں ہے وہ حدیث یہ ہے۔ «من فارق الجماعۃ شبراً فقد خلع رِبقۃ الإسلام عن عنقہ»(۱) ترجمہ: جس شخص نے جماعت اہل اسلام میں تفرقہ ایک بالشت بھر بھی ڈالا اس کی گردن سے پٹا اسلام کا تحقیقاً نکل گیا۔ اہل اسلام کو چاہیے کہ اس کی تحریر اور اس سے ملنے سے اور اس کے معتقدین کے ملنے سے پرہیز کریں اور خدا اور رسول سے ڈریں۔

راقم أبو الفیضان محمد شفیع ناصر چشتي صابري قادري، رامپوري حصل اللہ مرادہ

المشتهر: حکیم محمد ولایت علی خان رئیس آنولہ ضلع بریلی

(کتبہ فیض الحسن عفي عنه) وکٹوریہ پریس بدایوں میں طبع ہوا

ایک مسئلہ قابل تحقیق

جملہ ناظرین اہل دین پر واضح رہے کہ...

ایک مسئلہ جو قابل تحقیق ہے عرض کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ حضرات اہل علم عموماً اور جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اور مولوی رحیم بخش صاحب مدرس اوّل آرہ، مولوی سید عمر کریم صاحب، مولوی عبدالباری صاحب مدرس اوّل مدرسہ لکھنؤ، اور مولانا مولوی عبدالسلام صاحب جبل پوری، اور مولوی کرم دین صاحب جہلمی، اور مفتی عبداللہ ٹونکی صاحب لاہوری، اور مولوی عبدالصمد صاحب امرتسری خصوصاً اس پر ضرور بالضرور قلم چلا کر تحقیق فرمائیں گے، اور اگر اس وقت تحریر نہ فرمادیں تو پھر یہ نادر موقع یعنی عیدالاضحی کا ہاتھ سے رہ جائے گا اور مسئلہ غلط رہ جائے گا۔

وہ مسئلہ یہ ہے ۱۳: کیا ارشاد ہے رہنمائے طریق مستقیم کا اس مسئلہ میں کہ مولانا مولوی غلام قادر صاحب مرحوم امام مسجد بیگم شاہی لاہور۔ بھیروی۔ اسلام کی ساتویں کتاب مسائل قربانی میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

جانور قربانی کا پیشتر از یوم عید خرید کرے اور نیت قربانی کی کرے۔ یا زبان سے کہے کہ یہ جانور قربانی کے واسطے خریدا گیا ہے۔ غنی پر اس وقت کہے ان شاء اللہ تعالٰی قربانی کروں گا تو واجب نذر نہ ہوگی۔ اب عید کے روز دوسرا جانور خریدنا ہووے گا کہ قربانی اصل ذبح کرے۔ یہ مسئلہ مشکل ہے، لوگ بے خبر ہیں۔ یعنی فقیر جب قربانی کا جانور خریدے تو اس قربانی سے اس کو کھانا نا جائز ہے۔ کیونکہ فقیر کی قربانی ساری صدقہ "اس کہنے سے یہ جانور مقرر قربان واجب بالنذر ہو گیا اور خریدتے وقت "واجب ہے اور غنی اگر ایام قربانی میں خریدے تو وہ قربانی یا فقیر اور فقیر کی قربانی اور غنی کا جانور قبل از ایام نحر یعنی عید سے پہلے کا خریدا ہوا بہ نیت قربانی یا خرید کردہ یا خانہ زاد کو یہ کہا ہو کہ میں یہ قربانی کروں گا۔ تو وہ قربانی نذر ہوگئی۔ فقیروں کا حق ہے اس قربانی سے نہ خود کھاوے نہ حصہ غنی کو دیوے اصلی ہے خود کھاوے اور دوسرے دوستوں کو کھلاوے غنی ہو۔

اب تحریر مذکورہ بالا سے یہ معلوم ہوا کہ فقیر کو اپنی قربانی سے گوشت کھانا ناجائز ہے اور غنی کا وہ جانور جو ایک سال یا چھ ماہ یا ایک ہی دن پیشتر یوم نحر کے خریدا ہو بہ نیت قربانی کے اور اس پر ان شاء اللہ کا لفظ نہ کہا ہو۔ تو اس کا گوشت بھی غنی کو کھانا اور غنی کو

دینا ناجائز ٹھہرا۔ کیونکہ یہ قربانی اصل ادا نہ ہوئی اور اصلی قربانی کی تعریف مولانا مرحوم نے یہ لکھی ہے کہ جانور قربانی کا ایام قربانی میں خریدا جاوے یا پیشتر خرید کرے۔ اور اس پر یہ لفظ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ جانور قربانی کروں گا۔ بولا جاوے تو ایسے جانور کو قربانی کرنے سے قربانی ادا ہوتی ہے حالانکہ تمام گاؤں بلکہ شہروں میں یہ رواج ہے کہ چند عرصہ پیشتر از ایام نحر قربانی کے واسطے دُنبے لے کر پرورش کرتے رہتے ہیں۔ اور وقت مقررہ پر قربانی کر دیتے ہیں اور گاؤں میں بھی یہی رواج ہے اور دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مسئلہ کی اصلی حقیقت سے مطلع فرما کر مشکور فرماویں۔ تاکہ اس مسئلہ سے ہر خواص وعام کو آگاہ کر دیا جاوے۔ کیونکہ اس مسئلہ میں بہت تردد تھا۔ بہ سبب نہ سمجھنے کے اس واسطے علمائے عظام کی طرف رجوع کیا جاتا۔ جواب تحریر فرما کر مشکور فرماویں۔

(مرسلہ عبداللہ ماشکی از مٹو ضلع آذان)

الجواب

فتوائے جناب حضرت مفتی عبدالقادر صاحب پشاوری مد ظلہ!

اگر قربانی کرنے والا غنی ہو اور قربانی کے جانور کو خریدا ہو۔ اس جانور کی طرف اشارہ کرکے یہ کہہ دے کہ خاص واسطے اللہ تعالیٰ کے میں اس جانور کو قربانی کروں گا اور میرے ذمہ لازم ہے۔ یا جانور خریدا نہیں تھا مگر اس نے یہ کہا کہ میرے ذمہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے میں بکری کی قربانی کروں گا۔ ان دونوں صورتوں میں غنی کے ذمہ دو جانور کا ذبح کرنا لازم ہو جائے گا۔ ایک جانور بوجہ نذر مذکور کے ذبح کرے گا۔ اور دوسرا بوجہ وجوب شرعی کے جو ہر غنی مسلمان حر مقیم کے ذمہ لازم ہے۔ قال في "البدائع" أما الذي يجب على الغني والفقير فالمنذور به بأن قال: لله عليّ أن أضحى شاة أوبدنة أوهذه الشاة أو البدنة وقال: جعلت هذه الشاة....، لأنها قربة مِن جانبها إيجاب وقداستفيد منه أن لجعل المذكور نذرو النذر بالواجب صحيح "ردالمختار".

خلاصہ یہ ہے اگر غنی یا فقیر نے یوں کہا کہ میرے ذمہ لازم ہے کہ خاص اللہ تعالیٰ کے لیے بکری کی قربانی کرں گا۔ یا اونٹ کی قربانی کروں گا۔ یا خدا کے واسطے اس خاص مشار الیہ بکری یا اس اونٹ یا اس گائے معین مشار الیہ کی قربانی کروں گا۔ یا اس معین مشار الیہ کی قربانی کے واسطے کیا ہے۔ ان سب صورتوں میں نذر ہو جائے گی۔ اس حالت میں غنی کے ذمہ دو جانور کی ذبح لازم ہے اور فقیر کو وہی ایک ہی کافی ہے۔ "ولو نذر أن يضح شاة وذلك في أيام النحر وهو موسر فعليه أن يضحى بشاتين عندنا، شاة بالنذر، وشاة بإيجاب الشرع ابتداءً، إلا إذا عنى به الإخبار عن الواجب عليه فلا يلزمه إلا واحدة، ولو قبل أيام النحر لزمه شاتان بلا خلاف؛ لأن الصيغة لا تحتمل الاخبار عن الواجب، إذ لا وجوب قبل الوقت، وكذا لوكان معسراً ثم أيسر في أيام النحر لزمه شاتان". ("رد المحتار" صفحه ۲۲ [1]).

---

(۱) "الدرالمختار" كتاب الأضحية ــــ ٦/ ٣٢٠.

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ان الفاظ کے بولنے والی کی غرض قربانی لازم فی الذمہ سے خبر دینی ہے جو قربانی اس پر شرعًا لازم ہے۔وہ شخص ان الفاظ سے اس سے خبر دے رہا ہے۔اسکی غرض نذر بالکل نہیں ہے۔پس بغیر از قصد کس طرح نذر لازم ہو جائے گی۔اس اعتراض کا جواب ردالمحتار نے عبارت مذکور میں اس طرح دیا ہے کہ قربانی غنی کے ذمہ ایام نحر سے پہلے لازم نہیں ہے۔اگر ایام نحر سے پہلے فقیر ہو گیا تو قربانی ساقط ہو جائے گی۔صحت اخبار کے لیے مخبر عنہ ومحکی عنہ کا وجود شرط ہے۔اگر محکی عنہ موجود نہ ہو تو حکایت درست نہ ہوگی،اس صورت میں قائل الفاظ مذکور کا جو واجب فی الذمہ سے خبر دے رہا ہے۔یہ خبر اس کی غلط ہے۔پس لامحالہ نذر لازم ہو گئی۔اب ایک جانور بوجہ نذر کے ذبح کرے اور دوسرا بوجہ وجوب شرعی کے ذبح کرے۔اگر نذر منظور نہ ہو تو الفاظ مذکور کے ساتھ کلمہ استثناء اِنْ شَاءَاللّٰہ تعالٰی کا ضم کرے۔اس وقت نذر نہ ہوگی۔کیونکہ نذور وغیرہ کلمہ استثناء سے باطل ہو جاتے ہیں۔اس لیے کہ وجود شرط یعنی مشیت ایزدی معلوم نہیں ہے تو جزا یعنی نذر بھی ثابت نہ ہوئی۔اذا فات الشرط فات المشروط. یہ چند احکام اضحیہ کے مختصراً محض فائدے کی غرض سے تحریر کیے گئے۔ واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب.

(اخبار الفقیہ،امرتسر پنجاب،جلد ا مورخہ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۹۱۸ء یوم پنجشنبہ،نمبر شمارہ ۵)

محتاج جس پر قربانی شرعًا واجب نہیں ہوتی،اگر بہ نیت قربانی خریدے کہ عین وقتِ خریداری قربانی ہو،تو اس پر مجرد اس نیت سے خاص اس جانور کی قربانی واجب ہو جاتی ہے

الجواب

از جناب مولانا مولوی حاجی قاری احمد رضا خان صاحب،بریلوی مجدد مائتہ حاضرہ

مولانا غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کہ سوال میں نقل کی،پوری نہیں،اس میں کچھ رہ گیا اور مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ محتاج جس پر قربانی شرعًا واجب نہیں ہوتی۔اگر بہ نیت قربانی خریدے کہ عین وقت شرائیت قربانی ہو تو اس پر مجرد اس نیت سے خاص اس جانور کی قربانی واجب ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اگر وہ جانور مرجائے یا جاتا رہے تو اس پر کچھ واجب نہیں۔اور اگر قبل قربانی اُس کا کوئی ہاتھ کاٹ دے جب بھی وہ یہی جانور قربانی کرے گا۔اور اگر پہلا جانور گم ہونے کے بعد اُس نے دوسرا قربانی کے لیے خریدا اس کی قربانی بھی واجب ہو گئی۔اب اگر دوسرا بھی ایام نحر میں مل گیا تو اس پر دونوں کی قربانی واجب ہے بخلاف غنی جس پر شرعًا اضحیہ واجب ہے۔وہ اگر بہ نیت قربانی خریدے تو اس پر سوا اُس واجب کے کہ بوجہ غنا اُس پر خود ہی واجب ہے۔کوئی اور قربانی واجب نہ ہوگی۔اور وہ واجب بھی خاص اِس خرید کردہ جانور سے متعلق نہ ہوگا۔اسے اختیار رہے گا کہ اسے ذبح نہ کرے اور جانور کی قربانی کردے واجب ادا ہو جائے گا اگرچہ بلاضرورت یہ تبدیل مکروہ ہے کہ جس چیز میں اللہ عزوجل کے لیے نیت کرلی اس سے پھرنا ناپسند ہے۔یہ جانور اگر مرجائے یا گم جائے غنی پر دوسرے جانور سے قربانی ادا کرنا واجب ہوگا۔کہ اُس کا واجب خاص اس جانور سے متعلق نہ تھا۔قربانی کو لٹانے سے پہلے اس جانور کے کسی عضو میں ایسا نقص آگیا کہ مانع قربانی ہو تو اس کی قربانی نہیں کرسکتا اور جانور کے گمنے کے بعد دوسرا جانور قربانی کے لیے خریدا اور پہلا بھی ایام نحر میں ہی مل گیا جب بھی اُس پر ایک ہی قربانی واجب ہے۔ان

احکام میں غنی وفقیر جدا ہیں۔ اور اگر خریدتے وقت نیت نہ کی بلکہ بعد خریداری قصد کیا۔ یا جانور خرید کردہ ہی نہیں ارث میں ملا۔ یا کسی نے اُسے ہبہ کیا۔ یا اپنی بکری کے بچہ پیدا ہوا۔ اُس میں نیت کرلی۔ اس کی قربانی کروں گا تو اس صورت میں اس کی قربانی غنی وفقیر کسی پر واجب نہ ہوگی۔ ہاں نذر وہ چیز ہے کہ اُس سے غنی وفقیر دونوں پر قربانی واجب ہوجاتی ہے۔ فقیر پر اسی قدر اور غنی پر بوجہ غنا اصلی واجب شرعی جدا۔ تو فقیر صرف وہی منت کی قربانی کرے گا اگر دوسرا بہ نیت قربانی جدا نہ خریدا ہو۔ اور غنی پر دو قربانیاں واجب ہوں گی۔ ایک اصلی اور دوسری نذر کی۔ اور اگر نذر خاص کسی جانور معین پر کی تو غنی وفقیر دونوں پر خاص اُسی جانور کی قربانی نذر میں دینا واجب ہوگا اُسے بدل نہیں سکتے۔ مگر نذر کے لیے صیغے معین ہیں۔ جن سے وجوب ہوتا ہے۔

(۱) غنی اگر فقط بہ نیت قربانی خریدے اگرچہ ایام نحر سے کتنے ہی پہلے۔

(۲) یا زبان سے کہے کہ یہ جانور میں نے قربانی کے لیے خریدا ہے۔

(۳) یا قربانی کے لیے پالا ہے۔

(۴) یا خرید کردہ۔

(۵) یا خانہ زاد جانور کو کہے کہ میں اسے قربانی کروں گا اگرچہ ان شاء اللہ نہ کہے۔

تو اِن پانچوں صورتوں میں نذر نہ ہوگی۔ نہ اُس جانور کی قربانی اس پر واجب ہو۔ یونہی صورت خریداری بہ نیت قربانی اور اس کے اقرار کے سوا باقی تین صورتوں میں فقیر بھی اس میں مثل غنی ہے، اس پر بھی وجوب نہ ہوگا، اور ان آٹھوں صورتوں میں اُس کا گوشت غنی وفقیر سب کے لیے روا رہے گا کہ یہ صورتیں نذر کی نہیں۔ پہلی صورت مجرد نیت ہے۔ اور نفس نیت غنی کی اصلاً نذر نہیں۔ نذر کا رکن لفظ ہے۔ دوسری صورت اُس غیر موجب سے خبر ہے نہ کہ انشائے نذر۔ اور تیسری صورت اُس چیز سے خبر ہے جو غنی وفقیر کسی کے لیے موجب نہیں۔ اور چوتھی پانچویں دونوں وعدہ ہیں۔ اور وعدہ نذر نہیں بلکہ نذر کی صرف تین صورتیں ہیں:

ایک فقط اضحیہ میں فقیر سے خاص کہ خریدنا بہ نیت قربانی ہو۔ یہ اگرچہ نظر حقیقی نہیں فقیر کے حق میں حکم نذر میں ہے، باقی دو صورتیں نذر حقیقی ہیں اور فقیر وغنی سب کو عام۔

اول تعلیق کہ اگر میرا یہ کام ہوجاوے تو اللہ عزوجل کے لیے میں ایک جانور۔ یا یہ جانور قربانی کروں گا۔ پہلی صورت میں مطلقا جانور قابل قربانی واجب ہوگا۔ اور دوسری میں خاص یہ جانور۔

دوم صیغہ ایجاب کے اللہ عزوجل کے لیے مجھ پر واجب ہے کہ ایک جانور یا یہ قربانی کروں۔ یا میں اپنے اوپر اس جانور یا ایک جانور کی قربانی واجب کرتا ہوں۔ یا میں نے اپنے نفس پر لازم کی۔ یا میں نے اس کی منت مانی۔ یا اپنے کسی جانور قابل قربانی کو کہا میں نے اسے اضحیہ کردیا۔ میں نے اسے اللہ عزوجل کے لیے قربانی کا جانور کیا۔ ان صورتوں میں البتہ نذر متحقق ہوگی اور ایک جانور یا خاص یہ جانور قربانی کرنا واجب ہوگا۔ یہ بھی اُن صورتوں میں کہ لفظ صالح اخبار نہ ہو۔ یا اخبار قبل وجوب ہو۔ یا بعد وجوب اُس سے ارادہ اخبار نہ کرے۔ ورنہ اصلاً نذر نہ ہوگی۔ مثلاً غنی نے ایام نحر میں کہا مجھ پر اللہ تعالیٰ کے لیے ایک قربانی واجب ہے یعنی وہ

وجوب کہ بوجہ غنا اُس پر خود بایجاب شرع ہے۔ یا فقیر نے کوئی جانور بہ نیت قربانی کبھی خریدا اور کہا مجھ پر اللہ تعالٰی کے لیے اس کا قربانی کرنا واجب ہے۔ یعنی یہ وجوب جو بہ نیت قربانی خریدنے سے اس پر ہوا۔ یہ صورتیں نذر کی نہیں۔

یہ ہے وہ تحقیق و تفصیل و توضیح جو کہ ان سطور کے سوا کہیں نہ ملے گی۔ ظاہر ہے کہ شہروں یا گاؤں میں عام طور پر وہ پہلی صورتیں واقع ہوتی ہیں جن میں اصلاً صورت نذر نہیں تو اُن میں سے غنی کا کھانا۔ غنی کو کھلانا بلاشبہ جائز ہے، تو یہاں نہ کوئی اشکال ہے نہ تردد۔ وللہ الحمد ۔ان افادات پر بعض ارشادات علماء ذکر کریں وباللہ التوفیق!

"درمختار" میں ہے: "لو اشتراها سليمة ثم تعيبت بعيب مانع فعليه إقامة غيرها مقامها إن كان غنياً، وإن كان فقيراً أجزأه ذلك، كذا لوكانت معيبة وقت الشراء لعدم وجوبها عليه بخلاف الغني، ولا يضر تعييبها من اضطرابها عند الذبح، وكذا لو ماتت فعلى الغني غيرها، لا على الفقير؛ ولو ضلت أوسرقت فشرى أخرىٰ فظهرت فعلى الغني إحداهما، وعلى الفقير كلاهما "شمنى"[۱].

"بدائع امام ملک العلماء" میں ہے: "أما الذي يجب على الغني والفقير فالمنذور به بأن قال: لله علي أن أضحي شاة أو بدنة أو هذه الشاة أو هذه البدنة، أو قال جعلت هٰذه الشاة ضحية أو أضحية وهو غني أوفقير، أما الذي يجب على الفقير دون الغني فالمشترى للأضحية إذا كان المشتري فقيراً بأن اشترىٰ فقير شاة ينوي أن يضحي بها، لأن الشراء للأضحية ممن لا أضحية عليه يجري مجرى الإيجاب، وهو الذي نوى بالتضحية، ولوكان في ملك إنسان شاة فنوى أن يضحي بها، أو اشترى شاة ولم ينو الأضحية وقت الشراء ثم نوى بعد ذلك أن يضحي بها لا يجب عليه سواء كان غنياً أو فقيراً؛ لأن النية لم تقارن الشراء فلا تعتبر"[۲].

اسی میں ہے: "ولو نذر أن يضحي بشاة ذلك في أيام النحر وهو موسر فعليه أن يضحي بشاتين عندنا، شاة لأجل النذر، وشاة بإيجاب الشرع ابتداءً إلا إذا عنى به الإخبار عن الواجب عليه بإيجاب الشرع ابتداءً فلا يلزمه إلا التضحية بشاة واحدة، لأن الصيغة يحتمل الإخبار فيصدق في حكم بينه وبين ربه عز شأنه، ولو قال ذلك قبل أيام النحريلزمه التضحية بشاتين بلا خلاف؛ لأن الصيغة لا تحتمل الإخبار عن الواجب؛ إذ لا وجوب قبل الوقت، وَالْإِخْبَارُ عَنْ الْوَاجِبِ –وَلَا وَاجِبَ– يَكُونُ كَذِبًا فَتَعَيَّنَ الْإِنْشَاءُ مُرَادًا بِها"[۳].

(۱) "الدر المختار" كتاب الأضحية ــ ٦/ ٣٢٥.
(۲) "بدائع الصنائع" صفة التضحية ــ ٥/ ٦١.
(۳) "بدائع الصنائع": فصل في شرائط وجوب في الأضحية ــ ٥/ ٦٣.

"ہندیہ" میں ہے: "نذر أن يضحي ولم تسم شاة، عليه شاة ولا يأكل منها، وإن أكل عليه قيمتها، كذا في "الوجيز الكردري"، قال: لله علیّ أن أضحي شاة فضحى بدنة أوبقرة جاز، كذا في "السراجية". "بدائع" میں ہے: "إلا إذا كان عينها بالنذر بأن قال: لله عليّ أن أضحي بهذه الشاة وهو مرسر أو معسر فالمنذور به معين لإقامة الواجب "رسالة النذر للعلامة المحقق زين بن نجيم المصرى رحمه الله صاحب"[1]. "البحرالرائق" میں ہے: "اعلم أن أركان النذر ثلاثة: الناذر والصيغة والمنذور، والناذر مسلم ناوى البقر فيما التزمه، وأما الصيغة فللّٰه عليّ، وعليّ، ونذرت لله، وأنا أفعل إن كان معلقاً كان الحج ان دخلة الداى بخلاف انا احج منجراً فلا يكون نذرا نيّة بلا لفظ. "ردالمحتار" میں ہے: "أفاد أن عدم الصحة لكون الصيغة المذكورة لاتدل على النذر؛ لأن قوله وعد لانذر،والله تعالى أعلم[2].

عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

كتبه

بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

مہر۔۔۔دارالافتاء مدرسہ اہل السنت والجماعت بریلی

مہر۔۔۔احمد رضا خان قادری

مہر۔۔۔ابوالبرکات محی الدین عرف مصطفےٰ رضا خان قادری

مہر۔۔۔محمد امجد علی اعظمی رضوی

مہر۔۔۔محمد عبدالرحمان عرف محمد رضا خان قادری

(اخبار الفقیہ، امرتسر پنجاب، جلد ا مورخہ ۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۳۶ ہجری مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۱۸ء یوم جمعہ نمبر شمارہ ۹ صفحہ ۱۲ تا ۱۳)

کتاب الحظر والإباحۃ

رنڈیوں کے ناچ کو جائز جاننا کفر ہوا کہ زنانِ فاحشہ کی اس ناچ کی حرمت ضروریاتِ دین سے ہے

مسئلہ ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت والجماعت کہ۔۔۔

زید نے اپنے پسر کی تقریب نکاح میں پندرہ بیس روز قبل سے ڈھول اپنے گھر میں رکھوا کر عورتوں سے بجوایا، اور گوایا اور نوبت نقارے بجوائے اور آرائش باغ باڑی آتشبازی کثرت سے جھاڑوں کی روشنی معہ تاشے باجے نوشہ کو سہرہ نقرئی طلائی سے معہ دیگر رسومات ممنوعہ کے بازار میں گشت کرائے مثل برات ہنود کے اور تمام شب دولہن کے گھر پر ناچ رنڈی کا کرایا لوگوں کو ناچ کی دعوت کرکے بلایا، پھر عقد نکاح کرایا گیا اور بروقت رخصت معہ تاشے باجے بکھیر کرتا ہوا روپیہ پیسہ کی اپنے گھر آیا ہر چند کہ زید کو لوگوں نے ایسی حرکات نالائقہ سے منع کیا مگر باز نہ آیا اور فخریہ اصرار کرکے جواب دیتا تھا کہ یہ جملہ امور جائز ہیں کسی میں کچھ حرج نہیں خود رسول اللہ نے ناچ راگ باجہ عورتوں کا سنا دیکھا ہے، اور رنڈی بھی عورت ہی ہے میں ان افعال کو جائز اور ثابت بالحدیث جانتا ہوں باوجودیکہ زید اپنے کو مقتدائے قوم اور بزرگ بننے کا دعوٰی بھی کرتا ہے اور لوگوں کی امامت بھی کرتا ہے، لہٰذا زید کس جرم شرعی کا مرتکب ہے فسق کا یا کفر کا، در صورت کفر اس کی زوجہ نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں اور امامت اس کی جائز ہے یا نہیں، اور لوگوں کو اس سے ترک ملاقات واختلاط وسلام ضروری ہے یا نہیں اور اس کی قوم والے اتفاق کرکے اس کو برادری سے نکال دیں یا نہیں اور جو لوگ اس کے ان افعال وحرکات میں شریک ہوں اور اس سے اتحاد رکھیں میل جول ناتہ رشتہ پیدا کریں ان کا کیا حکم ہے اور انعقاد نکاح میں ایسی مجالس ممنوعہ سے نقصان واقع ہوتا ہے یا نہیں۔ جواب مختصر عام فہم ہونا چاہئے تاکہ عوام کو تنبیہ ہو بینوا بالکتاب وتؤجروا بیوم الحساب فقط (مرسلہ عزیز الدین صاحب مراد آبادی)

الجواب

لہو ولعب کے تاشے باجے، ڈھول، آتشبازی، طلائی نقرئی، سہرا، رنڈی کا ناچ، اس کے لیے لوگوں کی دعوت، روپیہ پیسہ بکھیر کر مال کی اضاعت تفاخر وریا کی حالت، یہ سب افعال گناہ وناجائز وحرام تھے کفر نہ تھے مگر رنڈیوں کے ناچ کو جائز جاننا کفر ہوا کہ زنانِ فاحشہ کی اس ناچ کی حرمت ضروریات دین سے ہے، قرآن عظیم کی متعدد آیات اس کی حرمت پر ناطق ہیں، کما تلوناھا فی الحظر من فتاوانا۔

و"درمختار" وغیرہما میں ہے: "ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ ولا سیماً بالدف یلہو ویزمر"[1]

(۱) "الدر المختار" مطلب المعصیۃ تبقی بعد الردۃ ـــ ٤/ ۲۵۹۔

"وجیز کردری" کتاب السیر فصل في المتفرقات میں ہے: "وقد نقل القرطبي أن هذا الغناء وضرب القضِيْب والرَّقْص حرام بالإجماع عند مالك وأبي حنيفة والشَّافِعي وأحمد، رأيت فتوى شيخ الإسلام السيّد جلال المِلّة والدّين الجِيْلاَنِيْ ﷺ أن مستحل هذا الرّقص كافر، ولما علم أن حرمته بالإجماع لزم أن يكفر مستحله" اھ بالاختصار.

کسی بھی نبی کی توہین مطلقاً اجماعاً کفر مبین ہے

پھر اُس کے دیکھنے کو عیاذاً باللہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کی طرف نسبت کرنا اس سے بدتر کفر اخبث واکبر ہے کہ اس میں حضور اقدس ﷺ پر افتراء کے سوا صراحت سے حضور پُر نور ﷺ کی توہین ہے اور حضور والا تو حضور والا، کسی نبی کی توہین مطلقاً اجماعاً کفر مبین ہے۔ صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وسلم. قال اللہ تعالٰی: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾(1).

پس صورت مستفسرہ میں زید بلاشبہ کافر مرتد ہو گیا اُس کی جورو اس کے نکاح سے نکل گئی، اگر زید توبہ کرے اور اسلام لائے جب بھی عورت کو اختیار ہے کہ اس سے نکاح نہ کرے جس سے چاہے نکاح کرلے، نماز اس حالت میں اُس کے پیچھے نہ فقط حرام بلکہ باطل محض ہوگی جیسے گنگادین یا رام چرن کے پیچھے، بلکہ بدتر کہ وہ کافر اصلی ہے اور یہ مرتد اور مرتد کا حکم کافر اصلی سے اشد ہے، جب تک اسلام نہ لائے اپنے اُن اقوال ملعونہ سے صراحۃً توبہ نہ کرے اُس سے میل جول سلام وکلام سب حرام، برادری والوں پر فرض ہے کہ اُسے برادری سے نکال دیں، جو لوگ ان افعال ممنوعہ میں شرکت کریں گنہگار ہیں اور جو اُس سے میل جول ناتہ ورشتہ کریں سب مستحق نار۔ قال اللہ تعالٰی: ﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾(2).

افعالِ ممنوعہ سے انعقادِ نکاح میں خلل نہیں ہوتا ہے

اور اگر ان دو قول ملعون میں اُس کے شریک ہوں تو وہ بھی اُسی کی طرح صریح کفار اور انہیں سب احکام کفر وارتداد کے سزاوار۔ افعال ممنوعہ سے انعقاد نکاح میں خلل نہیں ہوتا۔ ہاں اگر دولہا دولہن میں کوئی ایک یا جمیع حاضرین جلسہ ایجاب وقبول وہ عقیدہ کفریہ رکھتے ہوں تو نکاح نہ ہوگا۔ یونہی اگر حاضرین میں صرف ایک مرد یا عورت یا ایک مرد ایک عورت یا دو عورتیں مسلمان باقی عقائد کفریہ والے تو وہ بھی اس حکم میں ہیں۔ أما علی الأول فلأن المرتد لا نكاح له ولا مع مرتدها والمرتدة لا نكاح لهما ولا مع مرتد، وأما على الأخر فلاشتراط شاهدين مسلمين في نكاح مسلمين فلا انعقاد بحضر مرتدين، كما لا يخفى واللہ ﷻ أعلم.

---

(۱) "القرآن": [۳۳: الأحزاب: ۵۷].
(۲) "القرآن": [۱۱: هود: ۱۱۳].

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

بلاشک ناچ رنگ رنڈیوں کا اور اسراف بیجا اور بکھیر مال کی اور اس کا ضائع کرنا اور نقرہ وسونے کا سہرہ مردوں کے لیے یہ سب ناجائز ہیں تو اس کو ہرگز جائز نہ جاننا چاہئے۔

مہر۔۔۔ شگفتہ محمد گل بینظیر ۱۳۰۰

فی الواقع غیر مشروع کاموں سے مسلمانوں کو احتراز لازم ہے۔ محمد نعیم الدین عفی عنہ۔

بلاشک جواب مجیب کا صورت مسؤلہ میں صحیح ہے اس لیے کہ ناچ اور مرتکب باجہ وغیرہ کا فاعل وسامعین وجالسین ہر دو فساق فجار میں سے ہیں مگر اہل سنت کے نزدیک حکم تکفیر ان پر جائز نہیں ہے فقط

مہر۔۔۔ شد محمد نور عالم ۱۳۰۲

المعروف گڑبڑ شاہ پنجابی مقیم مراد آباد۔
الجواب صحیح والرائے نجیح

محمد قاسم علی عفی عنہ

جواب مجید صحیح ہے مگر حکم تکفیر اس وقت عائد ہوگا کہ کوئی تاویل نہ ہوسکے۔

مہر۔۔۔ مولانا محمد عالم علی خلف محمد قاسم علے

بہر حال مرتکب ان امور کا بیشک اسلام اور مسلمین میں فتنہ وفساد ڈالنے والا ہے واللہ اعلم

محمد حسن عفی عنہ مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد ۱۳۰۵

الجواب صحیح محمد عبداللہ
الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی ۱۳۰۱ ("فتاوی رشیدیہ"، حصہ دوم، ص ۱۰۶، ۱۰۷)

بلاشبہ والدین، استاد، پیر اور دیگر اہل علم وفضل کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز و مستحب ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مسئلہ ۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ۔۔۔

والدین اور استاد اور پیر اور دیگر اہل علم وفضل کے ہاتھ پاؤں چومنا شریعت مطہرہ میں ممنوع اور گناہ ہے یا نہیں اگر ایسا کسی سے اپنے مقتدا کے ساتھ صادر ہو۔ تو کیا اس پر توبہ کرنا واجب ہے۔ زید کہتا ہے کہ یہ حرام ہے اس سے توبہ کرنا ضروری ہے بینوا وتوجروا۔

الجواب

مولانا مولوی محمد عماد الدین صاحب سلمہ کا جواب بہت صحیح ہے بلاشبہ والدین کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز ہے اور علماء وصلحاء

ورثۂ سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلاۃ والثنا کی دست بوسی وقدم بوسی سنت مستحبہ ہے۔ كَمَا فَصَّلْنَاهُ فِي فتاوانا بما لا مزيد عَلَيْهِ وَأكثرنا من الْأَحاديث الناصبة به والداعية إليه وفي ما ذكر المجيب كفاية والله وَلي الهداية. اور اس میں انکار کی شق وہی نکالتے ہیں جو تعظیم محبوبان و مقبولان خدا سے منکر ہیں۔ قدم بوسی کو سجدہ سے کیا تعلق قدم بوسی لب برپانہادن ہے اور سجدہ پیشانی برزمین نہادن مسلمانوں پر بدگمانی حرام ہے۔

قَالَ الله تعالى: ﴿يَاۤأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ؕ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾(۱). اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو، بیشک بعض گمان گناہ ہے. وَقَالَ رَسُوْل الله ﷺ: «إيَاكم والظَّنِ فَاِنَّ الظَّن اَكْذَبُ الحديثِ»(۲) بدگمانی سے بچو؛ کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

گمانِ خبیث دلِ خبیث ہی میں پیدا ہوتا ہے

وَقَالَ سَيِّدِيْ زَرُوْقْ ﷺ الظن الخبيث انها ينشوء من القلب الخبيث. گمان خبیث خبیث ہی دل میں پیدا ہوتا ہے والعیاذ باللہ تعالی. ہاں اگر کوئی سجدہ کرے تو اُسے منع کرنا فرض ہے یہ دوسری بات ہے قدموسی کو سجدہ سمجھ کر منع کرنا وہی گمان خبیث ہے اور براہ تواضع اگر دست بوسی کو بھی منع کرے تو وہ اس سے منع نہیں اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھنا ہے۔

«وَإِنَّمَا الْأَعْمَال بالنيات، وإنما لكل امرىء ما نوى» والله تعالى أعلم.

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

حوالہ تقبیل یادست بوسی وقدم بوسی، ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ یوم پنجشنبہ

تعزیہ داری بدعت وگناہ ہے

مسئلہ ۳: تعزیہ محرم میں بطوریادگاری امام حسن حسین على جدهما وعليهما السلام بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

تعزیہ بدعت وگناہ ہے، یادگاری امام ان کے ذکر فضائل ونذر ثواب سے ہو۔

ہمارے ائمہ کے مذہب صحیح معتمد میں دربارۂ ہلالِ رمضان وعید فاصلہ بلاد کا اصلاً اعتبار نہیں

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مسئلہ ۴: جناب سید محمد علی صاحب مقام مطبع سرکاری، فرید کوٹ، ضلع فیروز پور، پنجاب از فیروز پور

(۱) "القرآن": [٤٩:الحجرات:١٢].
(۲) "صحيح البخاري" باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر ــ ٨/ ١٩.

۲۴ر رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ/۵ر اگست ۱۹۱۵ء

حضرت افضل العلماء مولانا مفتی احمد رضا خاں صاحب دامت فیوضہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار "دبدبہ سکندری" سے معلوم ہوا کہ ملک آسام میں رؤیت ہلال سہ شنبہ کو ہو کر چہار شنبہ کو پہلا روزہ ہوا۔ یہاں پنجاب اور عموماً اکثر حصہ ملک ہندوستان و ماڑواڑ میں چہار شنبہ کی رویت جمعرات کا پہلا روزہ ہے۔ اب اس صورت میں ہمارے واسطے کیا حکم ہے؟ کیا ہم پر اس روزہ کی قضا لازم آئے گی اور کس قدر فاصلہ تک رؤیت ہلال کا ایک حکم مانا جاسکتا ہے۔ اگر ۲۹ر رمضان مبارک کو جو رؤیت ملک آسام کے حساب سے ۳۰ر ہوجائے گی چاند نہ دکھے، یا گرد وغبار کی وجہ سے نہ دیکھا جاسکے، تو یہاں پورے ۳۰ر روزے رکھے جائیں، یا ملک آسام کی تحقیق تصدیق پر عید کرلی جائے، یہ بھی واضح خیال انور رہے کہ یہاں رؤیت رمضان پر کوئی غبار یا ابر نہیں تھا، مطلع کھلا ہوا تھا، چاند کوشش سے بھی نظر نہیں آیا، اس حکم سے جلد آگاہی فرمائی جائے۔ رمضان المبارک کا وقفہ کم رہ چکا ہے، اگر عام فیض کے خیال سے اس مسئلہ کو اخبار "دبدبہ سکندری" میں شائع بھی فرمادیا جائے تو مشکوری اہل اسلام کا باعث ہو۔ والسلام

راقم نیاز سید محمد علی از مقام ریاست فرید کوٹ ضلع فیروزپور مطبع سرکاری

۲۴ر رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ/۵ر اگست ۱۹۱۵ء

("دبدبہ سکندری"، ۹ر اگست ۱۹۱۵ء ص:۱۴)

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہمارے ائمہ کے مذہب صحیح معتمد میں دربارۂ ہلال رمضان وعید فاصلہ بلاد کا اصلاً اعتبار نہیں۔ مشرق کی رویت مغرب والوں پر حجت ہے وبالعکس۔ ہاں! دوسری جگہ کی رویت کا ثبوت بوجہ صحیح شرعی ہونا چاہیے۔ خط یا تار یا تحریر اخبار یا افواہ بازار یا حکایت امصار محض بے اعتبار۔ بلکہ شہادت شرعیہ درکار۔ "در مختار" میں ہے: "اختلاف المطالع غير معتبر على المذهب وعليه الفتوىٰ فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب إذا ثبت عندهم روية أولئك بطريق موجب كما مر"(۱).

"ردالمحتار" میں ہے: "قوله بطريق موجب كان يحتمل اثنان الشهادة يشهدا على حكم القاضي أو يستفيض الخبر بخلاف ما إذا أخبرا أن أهل بلدة كذا رأوه، لأنه حكاية"(۲). اسی میں ہے: "قال معنى الاستفاضة أن تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن أهل تلك البلدة

(۱) "الدر المختار" سبب صوم رمضان ـــ ۲/ ۳۹۳.
(۲) "الدرالمختار" باب ما يفسد الصوم ومالا ـــ ۲/ ۳۹٤.

أنهم صاموا عن رؤية...الخ"[1].

پس صورۃ مستفسرہ میں ہم کو نہ خبر آسام پر عمل جائز ہے، نہ خبر حیدر آباد پر۔ بلکہ جب تک ثبوت شہادت شرعی نہ ہو، پنج شنبہ ہی کی پہلی ہے اور اگر آئندہ پنج شنبہ کو خدا نخواستہ ابر یا غبار ہو اور رؤیت نہ ہو، تو حرام ہے کہ اس پنج شنبہ کو ۳۰/ مان کر جمعہ کو عید کرلیں۔ بلکہ اس صورت میں ہم پر جمعہ کا روزہ بھی فرض ہوگا۔ اگرچہ قواعد علم ہیأت سے جمعہ آئندہ یکم شوال ہے اور جب کہ ہمیں سہ شنبہ کی رویت ثابت ہی نہ ہوئی، تو جس نے چہار شنبہ کو بہ نیت نفل بھی روزہ نہ رکھا، اس پر بھی اس روزہ کی قضا نہیں کہ ہمارے حق میں یکم شنبہ کو تھی۔

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ
۲۴/ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ
("دبدبہ سکندری"، رامپور ۹/ اگست ۱۹۱۵ء)

زمین پر بوسہ دینا جائز نہیں

مسئلہ ۵: کوئی شخص کسی بزرگ کا خیال یا خاص رسول اللہ ﷺ کا خیال کر کے زمین پر بوسہ دیا آنکھ لگایا تو جائز ہے یا نہیں وہاں پر مزار وغیرہ نہیں ہے؟

الجواب

زمین پر بوسہ دینا جائز نہیں كما في "العالمگيرية" وغيرها.

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

جو جانور چھوڑا جاتا ہے، چھوڑنے والے ہی کی ملک پر رہتا ہے

مسئلہ ۶: سانڈھ جو اس زمانہ میں ہندو بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں کھانا اور بیع اس کا جائز ہے یا نہیں اگر ناجائز ہے تو کیوں اور ہندو اس کو مسلمانوں کو پکڑنے بھی نہیں دیتے؟

الجواب

جانور کہ چھوڑا جاتا ہے چھوڑنے والے ہی ملک پر رہتا ہے جب تک وہ یہ نہ کہے کہ جو اسے پکڑے اسی کا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہندو یہ نہیں کہتے نہ وہ اس کے پکڑنے پر راضی ہیں تو ملک غیر ہونے کی وجہ سے اس کا بیچنا و کھانا سب ناجائز ہے۔

---

[1] "ردالمحتار" سبب صوم رمضان ــ ۲/ ۳۹۰.

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

بلاوجہ جانور کا قتل بھی جائز نہیں، اور مُوذی کا قتل بلاوجہ نہیں

مسئلہ ۷: بلی گیدڑ کتے وغیرہ انسان کو نقصان پہنچاتے ہیں یعنی کھانا خراب کر دیتے ہیں، مرغیوں کو لے بھاگتے ہیں یا اس کے علاوہ نقصان پہنچاتے ہیں آیا ایسی حالت میں اس کو جان سے مار سکتے ہیں یا نہیں اگر شکار کے طریقے سے بلا قصور مار ڈالیں تو اس کا کیا حکم ہے ان صورتوں میں جزا سزا کا کیا حکم ہے؟

الجواب

بلاوجہ جانور کا قتل بھی جائز نہیں اور موذی کا قتل بلاوجہ نہیں۔

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

کھیت کا درخت اس کا ہے جو مال گزاری دیتا ہے

مسئلہ ۸: جس زمین کی مال گزاری رعایا دیتا ہے اس میں درخت لگایا اب اس درخت کے فروخت کرتے وقت مالک اس کی قیمت کا چوتھائی حصہ مانگتا ہے۔ نہ دینے پر اللہ و رسول کے نزدیک ماخوذ تو نہیں ہوگا؟

الجواب

مالک زمین کو اس درخت میں کچھ حق نہیں اس کا مانگنا ظلم ہے۔

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

(از فتاوٰی "اللؤلؤ والمرجان")

بھوت چڑیل اقسام شیاطین سے ہیں

مسئلہ ۹: مسئولہ عبداللہ دوکاندار مقام لوز وضلع نینی تال بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۶ ذی الحجہ ۳۳ھ

بھوت، چڑیل، مسان یہ کس قوم سے ہیں۔ اور دنیا میں یہ مشہور ہے کہ ہندو مرتے ہیں وہ ہو جاتے ہیں اور اکثر پلیدوں پر اپنا اثر کرتے ہیں۔ اور جن کے موقع پر بشکل انسان معلوم ہوتے ہیں اور کسی انسان پر آتے بھی ہیں اور جس وقت آتے ہیں تو اس شخص کی کیسی حالت ہوتی ہے؟

الجواب

یہ اقسام شیاطین سے ہیں۔ اور وہ خیال کہ ہندوؤں کے مردے بھوت ہو جاتے ہیں اور کسی پر آتے ہیں۔ محض غلط ہے۔

وہ اپنے عذاب میں محبوس ہوتے ہیں۔ انہیں اس پر قدرت کہاں۔ البتہ جن اور شیاطین بعض وقت آدمی پر دخل کرتے ہیں۔ کبھی بے ہوش کردیتے ہیں اور کبھی اس کی زبان سے بولتے ہیں اور طرح طرح کی حرکات کرتے ہیں۔

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

مساجد کو توہین پر پیش کرنے والا اور اسلامی مدارس کو ویران کرنے والا سخت فاسق فاجر مستحقِ عذابِ نار و غضبِ جبّار ہے

مسئلہ ۱۰: بسم الله الرحمٰن الرحيم، نحمده ونصلّي على رسوله الرؤف الرحيم، أما بعد:

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ۔۔۔

ہمارے یہاں ایک حضرت ہیں اُن کا حال یہ ہے کہ وہ بالکل ناواقف علم دین و مسائل شرعیہ سے ہیں، اِسی بنا پر جب وہ عید کی نماز کو مع اپنے متعلقین کے عید گاہ میں تشریف لیجاتے ہیں تو اپنے دولت خانہ سے حصار شہر پناہ تک انگریزی باجا و تاشے ڈھول بجواکر اپنے آپ میانہ میں سوار ہوتے اور بعض حاشیہ نشین گاڑیوں میں بیٹھتے ہیں اور بعض ہمراہ چلتے ہیں اسی حال سے حصار شہر پناہ تک جاتے ہیں، اُس کے بعد جب عید کی نماز عید گاہ سے پڑھ کر آتے ہیں تو پھر مزامیر مذکورہ بجواکر شہر میں گشت کرکے اپنے دولت خانہ پر تشریف لیجاتے ہیں اور انھیں اباواجداد کا اور انکا مساجد کو خراب اور ویران کرنا اور نماز اور ذکر اللہ کے اسباب بالکل مساجد میں تیار نہ رکھنا اور مسجد کی فنا میں ہندو کمھاروں کو رکھنا اور اُن کے گدھوں کو مسجد میں پھرنے سے مدت مدیدو عرصہ بعید سے نہ روکنا اور مدرسہ اسلامیہ کے حجروں کو کرایہ پر دے دینا اور اُس میں علم دین کے پڑھنے پڑھانے کو بند کردینا اور مسلمانوں کے اس نفع کی جڑ کو اُکھیڑ دینا ہمارے شہر میں مشتہر ہے اب علماء سے استدعا ہے کہ آنجناب اِن افعال سے شرعاً عادل رہتے ہیں یا فاسق ہوجاتے ہیں۔ مسجدوں کی اہانت کرنے والوں کا شرع شریف میں کیا حکم ہے اور ان کی قضا و فتویٰ شرعاً نافذ ہے یا نہیں اور اسی قسم کے قاضی صاحب تحقیق رویت ہلال موافق شرع شریف کے کرسکتے ہیں یا نہیں اور ان کی منادی سے فرض روزۂ رمضان شریف کا چھوڑنا اور عیدین کرنا جائز ہے یا نہیں بنيوا بياناً شافياً توجروا أجراً وافياً.

الجواب

فی الواقع مساجد کو توہین پر پیش کرنیوالا انھیں کرایہ پر دینے والا خصوصاً کفار کو ان میں بساکر اہانتیں کرنے والا انھیں اور اسلامی مدارس کو ویران کرنے والا سخت فاسق فاجر مرتکب کبائر مستحق عذاب نار و غضب جبار ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ. ایسا نہ قاضی کیا جائے نہ مفتی نہ اُس کے فتوے پر عمل جائز نہ اُس کی تشہیر پر افطار یا عید حلال بلکہ اس کی صحبت سے مسلمانوں کو اجتناب لازم کہ اس کی آگ اُن کو بھی نہ جلادے، مسلمانوں پر واجب ہے کہ امر ہلال و احکام حرام و حلال کسی عالم سنی صحیح العقیدہ فقیہ متدین کے سپرد کریں۔

ألا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد كبير ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم والله تعالى أعلم وعلمه جل مجدة أتم وحكمه عز وشأنه أحكم.

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ
عبدالمصطفٰی احمد رضاخان محمدی سُنّی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ

الجواب صحيح والله تعالى أعلم عبیدالنبی نواب مرزا بریلوی عفي عنه
بجاه المصطفى صلى الله تعالى عليه وعلى أله وصحبه وسلم
نواب مرزا عبیدالنبی

حوالہ: احتراز الصالحين عن شرور الفاسقين

قنوتِ نازلہ جائز ہے، مگر اس کا جواز صرف ایک نازلہ سے خاص، باقی سب میں ناجائز

مسئلہ ۱۱: از شہر دمن عملداری پرتگیز مرسلہ ضیاء الدین صاحب ۲۶/ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۶ھ

بسم الله الرحمٰن الرحيم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ

زید وہابی نے اوّل چند رسائل عقائد وہابیت وگستاخی شان معظمان دین پر مشتمل طبع کیے جس پر علمائے بمبئی وغیرہ نے ۱۳۱۳ھ میں اس کی وہابیت پر فتوی دیا۔ اس نے باصرار جماعت اہل سنت مجبور ہوکر اپنے تحفظ کے لیے ربیع الاول ۱۳۱۴ھ میں ایک پرچہ باظہار توبہ چھاپ کر شائع کردیا، جب اہل سنت اس کی طرف سے مطمئن ہوگئے تو اس نے اپنے اسی زمانہ سابق وہابیت کے تحریرات میں سے ایک تحریر حال کی بتاکر ظاہر کی جس کا تاریخی نام "ضروری سوال" لکھا ہے جس سے وہی ۱۳۱۳ھ پیدا ہے اگرچہ آخر میں ۱۳۱۵ھ لکھ دیا ہے، اس تحریر پر وہ طالب مباحثہ ہے اور چند شرائط بحث لکھے ہیں وہ تحریر خاص اس کے قلم کی لکھی ہوئی مع توبہ نامہ وشرائط مباحثہ حضرات علمائے اہل سنت کے ملاحظے میں حاضر کرکے چند امور کا استفسار ہے!

(۱) اس تحریر میں جو حکم اس نے قرار دیا کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا وقت فتنہ وفساد وغلبہ کفار جائز وباقی وغیر منسوخ ہے اور باقی کسی سختی مثل طاعون ووباء وغیرہ کے وقت جائز نہیں، یہ حکم تفصیلی ہمارے ائمہ کا ہے یا اس شخص کا اپنا اختراع ہے؟

(۲) طاعون یا وباء کے لیے قنوت ماننے کو کذب وبہتان بتانا علمائے کرام وفقہائے اعلام کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں؟

(۳) اس تحریر کے مضامین والفاظ وطرز بیان واملا وانشا سے اس شخص کا بے علم وجاہل اور منصب فتوی کے ناقابل ہونا ظاہر ہے یا نہیں؟

(۴) اگر ظاہر ہے تو نااہل کو مفتی بننا حلال ہے یا حرام، اور اس کے کسی فتوے پر عوام کو اعتماد چاہئے یا نہیں؟

(۵) اس نے اس تحریر میں جو سندیں لکھی ہیں اگر ان سے اس کا مطلب ثابت نہیں تو آیا یہ امر صرف اس کی جہالت وبے علمی سے ہے یا کہیں بددیانتی اور عوام کو فریب دہی بھی پیدا ہوتی ہے؟

(۶) جو اس تحریر ضروری سوال کو صحیح ودرست بتائے وہ جاہل ونافہم ہے یانہیں؟

(۷) شرائط مباحثہ جو اس نے لکھے ہیں وہ اس کے اگلے اشتہار توبہ کے خلاف ہیں یانہیں؟ اور ان سے اس کی قدیم وہابیت کی بو پیدا ہوتی ہے یانہیں بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع یہ تفصیل کہ قنوت نازلہ جائز ہے مگر اس کا جواز صرف ایک نازلہ سے خاص باقی سب میں ناجائز ہمارے ائمہ کرام کا مذہب نہیں، مصنف "ضروری سوال" کی تحریروں سے اس کی جہالت وبطالت صاف ظاہر ہے، بیشک ایسے شخص کو مفتی بننا حلال نہیں نہ اس کے فتوے پر اعتماد جائز، مجیب سلمه القریب المجیب نے جو امور بالجملہ میں لکھے ضرور قابل لحاظ و مستحق عمل ہیں، مسلمانوں کو اس کی پابندی چاہیے کہ بإذنه تعالٰی مضرت دینی سے محفوظ رہیں۔ وبالله العصمة والله ﷻ أعلم۔

کتبہ: عبده المذنب أحمد رضا البریلوي عفي عنه
بمحمد المصطفی النبي الأمّي ﷺ
حوالہ "اجتناب العمال عن فتاویٰ الجھال"
("تحفہ حنفیہ" (۱۳۱۸ھ)، پرچہ ۷، جلد ۴، ص ۱۱ پر اس فتوی میں کچھ اضافات ہیں)

بعض اشعار کا حکم

مسئلہ ۱۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ اشعار ؏

دل از عشق محمد ریش دارم — رقابت باخدای خوش دارم
عشق حضرت کا نہ لے نام دلا ہو شمین — آکہیں خالق سے نہ مضمون رقابت نکلے

کیسے اور حکم انکا کیا ہے اور بعد تنبیہ صحت پر اصرار جائز اور تاویلات مفید ہیں یانہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

قبل از بیانِ حکم تحقیق معنی اشعار حسب محاورہ شعرا ضرور ہے۔ معنی رقابت باصطلاح شاعران فارس وارد و مخالفت وعناد ورشک وحسد کو متضمن یا مستلزم، اور دوسرے کا محبوب سے مجرد محبت رکھنا صحتِ اطلاق رقیب کے لیے غیر کافی۔ ولہذا کہیں اُن کے کلام میں ذکر اس صفت اور اُس کے موصوف کا خیر وخوبی کے ساتھ نہیں پایا جاتا، جہاں کہیں لکھتے ہیں سب وشتم وطعن وتشنیع وکلمات حسد ودعاہای بدو امثالہائے کلمات کریہ واقوال قطیعہ سے یاد کرتے ہیں، اور اولاد ووالدین کو نہ رقیب کہیں نہ اُن کے نسبت الفاظ مذکورہ لکھیں پس جناب باری جل شانہ وعظم برہانہ کو اپنے سے یہ نسبت قرار دینا گویا یہ کہنا ہے کہ العیاذ باللہ اللہ تعالٰی اُس شخص کا مخالف اور اُس سے رشک وحسد رکھتا ہے شعر اول میں صراحۃً ادعائے رقابت ہے پس باعتبار معنی متبادر

ومحاورات شعراُسکے کلام بیہودہ ومخالف شریعت مطہرہ ہونے میں کیا شبہہ شعر ثانی میں اگرچہ اس صریح دعوے سے احتراز اور جناب باری کو اپنا رقیب قرار دینے سے انکار ہو مگر طریقہ احتراز یہ ہے کہ عشقِ حضور میں خوفِ رقابت خدا تسلیم کرکے راساً عشق ومحبت کے نام لینے سے منع کرتا اور باز رکھتا ہے اور یہ امر بھی بدووجہ مخالف شریعت غرا ہے۔

اللہ تعالٰی کی ذاتِ اقدس میں عیوب ونقائص کا وَہم واِحتمال بھی گستاخی وسوءِ ادب ہے

اولاً اگر علی سبیل التنزل معنی شعر یہی قرار دیئے جاویں کہ عشق حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں رقابت باری کا ایک وہم واحتمال ہے تاہم اس نسبت کے ایہام میں ایہام رشک وحسد پیدائش محصل ظاہر کلام یہ ہے کہ عشق ومحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام نہ لینا چاہیے مبادا خدائے تعالٰی مخالف ہوجائے اور عیاذ باللہ یہ رشک وحسد پیش آوے بُرظاہر کہ حضرت قدوس سبحانہ میں عیوب ونقائص کا وہم واحتمال بھی گستاخی وسوءادب سے خالی نہیں۔

ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک نبی کریم کو اپنے والدین، اولاد، سب آدمیوں اور اپنی جان سے زیادہ عزیز تر نہ رکھے

ثانیاً: محبت حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر یہ گمان فاسد کرنا اور اُس کے نام لینے سے باز رکھنا سفاہت برسفاہت اور شرعاً از قبیل یاوہ گوئی وہذیانات حب وولا ہمارے سید ومولی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اصل ایمان وموجب رضائے رحمٰن ہے بندہ کو جسقدر اُس جناب سے عشق ومحبت زیادہ ہو اُسی قدر ایمان کامل اور حضرت معبود سے نزدیکی وقرب زیادہ حضور خود ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

«لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين». تم میں کسی کا ایمان پورا نہیں ہوتا جب تک مجھے اپنے باپ اور اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ دوست نہ رکھے دوسری روایت سے ثابت ہے کہ جب تک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنی جان سے زیادہ نہ چاہے گا کمال ایمان نہ پائے گا نہ کہ العیاذ باللہ عشق جناب کے نام لینے سے مخالفت اِلٰہی اور اس جانب سے رشک وحسد کا گمان ہو جیسا کہ ظاہر شعر ثانی سے مترشح ہے پس بلاریب دونوں شعر خلاف شریعت بیضا اور سخت بیہودہ وبیجا ہیں مگر پہلا دوسرے سے قبیح ترکہ اُس میں کھلاکھلا ادعائے رقابت ہے اہل اسلام کو امثال اس کلام سے احتراز لازم اور تاویلات وتصرفات اس حکم سے نجات نہ دیں گے کہ ایسا لفظ کہنا کہ جس کے معنی متبادر ہیں۔ جناب باری یا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ادنی گستاخی ودیگر قبائح شرعیہ پائے جائیں بلکہ اُن کا مجرد احتمال ہی ہو طریق ادب کے خلاف اور شرعاً بیجا اور بعد تنبہ اُس پر اصرار کرنا اور درپے تصحیح ہونا اور زیادہ برا ہے هذا والعلم عند واهب العلوم عالم كل سر مكتوم.

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
احمد رضا خان ولد مولوی نقی علی خان

لله دره وعلى الله أجره — محمد نقی علی عفی عنہ
مولوی نقی علی خان ولد مولوی رضا علی خان

جناب سید المرسلین ﷺ اصل مدارِ ایمان ہے، جس قدر اس میں کمی ہے اسی قدر ایمان کا نقصان ہے

جواب مذکور درست وصواب اور حضرت مجیب مستحق اجر وثواب ہیں اس واسطے کہ ازدیار محبت قلبی اور غلبہ شوق وعشق دلی ساتھ جناب سید المرسلین ﷺ کے اصل مدار ایمان ہے جس قدر اس میں کمی ہے اسی قدر ایمان کا نقصان ہے اور اظہار اس وصف کمال کا اور نام لینا اُسکا زبان سے بھی بہ نیت خیر بمقتضائے وأما بنعمة ربك فحدث کے ضرور ہے پس شعر اُردو میں جو بخوف نکلنے مضمون رقابت کے حضرات کے عشق کے نام لینے سے دل کو ممانعت ہے باعتبار معنی ظاہر متبادر کے ضلالت وجہالت نامستحسن ہے اور شعر فارسی بھی باعتبار بمعنی متبادر قبیح ومستہجن ہے، ایسے بیجا مضامین گو شعرا کے نزدیک نہایت پسند ہوں اور عقلاً ہذیان نہ ہوں مگر شرعاً نہایت بیجا ہیں اور مقام نعت شریف میں کہ نہایت جائے ادب ہے استدلال کلام ائمۂ شریعت سے لازم ہے استناد اقوال واشعار شعرائے بے قید سے نازیبا ہے البتہ جب تک قائل کا اعتقاد معنی متبادر پر بغیر تاویل کے ثابت نہ ہو حکم کفر قطعی کا نسبت شخص معین کے جائز نہیں اور اگر اصرار والتزام اُس معنی فاسد کا قائل کو ہو تو البتہ اس میں خوف نقصان ایمان کا ہے اور تاویل وتوجیہ خلاف ظاہر گو کفر سے مانع ہے مگر پھر بھی ممنوع ہونا تو وہ ایسے مضمون کا برقرار ہے۔ والله تعالى أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب حرره الفقير عبد القادر القادري عفي عنه فی الواقع ایسے کلمات جناب باری جل جلالہ کے حق میں بڑی بے ادبی کے موجب ہیں بلکہ اصرار اس پر موجب تعزیر ہے والله أعلم.

حرره الراجي عفو ربه القوي أبو الحسنات محمد عبد الحي تجاوز الله عن ذنبه الجلي والخفي!

أبو الحسنات محمد عبد الحي. ("قیام الملۃ والدین" صفحہ ۱۷۷ تا ۱۷۹)

تصویر بنانا اور بنوانا دونوں حرامِ قطعی وکبیرۂ شدیدہ ہیں

مسئلہ ۱۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

تصاویر کا بنانا، بنوانا اور گھروں میں لگانا یا لٹکانا اور اس کو تعظیماً بطور یادگار دیکھنا یا رکھنا یا ایسے کام میں اعانت کرنا یا اس پر رضا مندی ظاہر کرنا جیسے کہ اب میونسپل کمیٹیوں میں تجویز پیش ہو رہی ہے کہ مسٹر تلک اور مسٹر گاندھی کی تصاویر ہر کمیٹی میں لگائی جائیں اور مسلمان بھی اس تحریک میں شامل ہیں اس کی بابت شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ بينوا توجروا.

(المستفتی: خادم اسلام عبد اللہ از لدھیانہ، چوک نیم)

الجواب

تصویر بنانا اور بنوانا دونوں حرام قطعی وکبیرہ شدیدہ ہیں اس کا مرتکب مستحق عذاب اشد ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:
«أَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَتَلَ نَبِيًّا، أَوْ قَتَلَهُ نَبِيٌّ والمُصَوِّرُونَ»(۱) قیامت میں سب سے سخت تر عذاب

---

(۱) "شعب الإيمان": بر الوالدين، فصل في عقوق الوالدين، رقم ٧٥٠٤، ج١٠، ص٢٨٨،

اس پر ہوگا جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا جسے کسی نبی نے قتل فرمایا اور مصوروں پر۔

مصوّرین عذابِ نار کے مستحق ہیں

یہ تو مصوروں کا حال ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے قاتلوں کے ساتھ ہیں اور تصویر بنوانے والے ان کی مثل نہیں بلکہ ان سے ستر (۷۰) درجہ خبیث تر ہیں ظاہر ہے کہ گناہ کرنے والا نافرمانی کرتا ہے اور گناہ کرانے والا نافرمانی کا حکم دیتا ہے تو اپنے حکم سے حکمِ الٰہی کا معارضہ کرتا ہے تصویر بنانے والا اپنا پیٹ پالنے کے لیے گناہ کرتا ہے اور بنوانے والا اس مبغوضِ خدا کو دوست رکھنا پسند کرتا ہے اور ارتکابِ خبیث سے استحسان خبیث بدرجہا اخبث ہے ولہٰذا حدیث میں ارشاد ہے «قُسِمَتِ النَّارُ سَبْعِيْنَ جُزْءاً، فللآمر تِسْعٌ وَسِتُّوْنَ، وَلِلْقَاتِلِ جُزْءٌ وَحَسْبُهُ» وہ آگ جو قتلِ ناحق کی سزا رکھی گئی ہے ستر حصے کی گئی ہے اس میں انہتر حصے تو حکم دینے والے کے لیے اور ایک حصہ قاتل کے لیے کہ اس کے عذاب کو وہی بہت ہے۔رواه الإمام أحمد عن رجل من الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنہم بسند صحیح یہ بنانے اور بنوانے والے کا حکم ہے اور جتنے اس پر جس طرح اعانت یا خواہش کریں سب ان کے شریک اور حکم میں متحد ہیں بلکہ جو وصف قدرت منع نہ کریں وہ بھی، قال الله تعالى: ﴿كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾[1].

ایک دوسرے کو بُرائی سے نہ روکنا بہت ہی بُرا کام ہے

"جو بُری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے، وفي الحديث: «كَلَّا وَاللهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلَتَأْخُذُنَّ عَلَى يَدَيِ الظَّالِمِ، وَلَتَأْطُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا، وَلَتَقْصُرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قَصْرًا أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللهُ بِقُلُوبِ بَعْضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ، ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ»[2] یوں نہیں، خدا کی قسم یا تو تم ضرور بھلائی کا حکم کروگے اور ضرور برائی سے روکوگے اور حدِ شرع سے بڑھنے والے کے ہاتھ پکڑلوگے اور ضرور اسے سچے طور سے حق پر مجبور کروگے اور ضرور ناحق سے اس کا ہاتھ کوتاہ کروگے ورنہ ضرور اللہ تعالٰی تم میں سے ایک فریق کے دل کو دوسرے کے دل پر مارے گا یعنی دونوں فریق کے دل خباثت میں ایک سے کردیگا اور ضرور ضرور تم منع نہ کرنے والوں پر لعنت فرمائے گا جیسے ان اسرائیلیوں پر فرمائی تھی جو مرتکبان معاصی کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ رواه أبو داود عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ.

گھروں میں تصاویر لگانا، لٹکانا حرام ہے اور ان گھروں میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں

اور جس نے نہ بنائی نہ بنوائی کسی ذی روح کی تبیین تصویر رکھنا چاہتا ہے وہ اگر بطور اہانت رکھے مثلاً فرش پا انداز میں کہ لوگ

---

(۱) "القرآن": [٥: المائدة: ٧٩].

(۲) "أبو داود": كتاب الملاحم ـ باب الأمر والنهي، رقم ٤٣٣٦، ٤٣٣٧، ج٤، ص ١٢١، ١٢٢.

اس پر پاؤں رکھیں یا رکھ کر چلیں، اس پر جوتا رکھیں تو حرج نہیں کہ اس نے مبغوضِ خدا کی توہین کی اور مؤاخذہ مبغوضِ خدا کی تعظیم پر ہے نہ کہ توہین پر لیکن گھروں میں مکانوں میں لگانا یا لٹکانا حرام ہے کہ یہ اس کا احترام ہے رحمتِ الٰہی کے فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: «لاَ تَدْخُلُ الملاَئِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلاَ صُورَةٌ»[1].

تصاویر کو یادگار اور تعظیم سے رکھنے والوں اور مشرکوں بت پرستوں میں فرق صرف ایک ہی قدم کا ہے

یہ ان جاہلوں فاسقوں کے لیے تھا جو مبغوضِ خدا کو اپنے جاہلانہ خیال میں صرف زینتِ مکان سمجھ کر رکھیں اس کی کوئی تعظیم [مقصود] نہیں ہوتی بلی اور کتے کی تصویریں بھی لگاتے ہیں بلکہ بعض لوگ سور کی بھی، لیکن وہ جو اسے یادگار بنائیں اسے تعظیم سے رکھیں اسے عظمت کی نگاہ سے دیکھیں ان میں اور مشرکوں بت پرستوں میں ایک ہی قدم کا فرق ہے بت پرستی کی جڑیں ہی یہی ہیں، كما ذكره المفسرون تحت قوله تعالى: ﴿وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ وَّ لَا یَغُوْثَ وَ یَعُوْقَ وَ نَسْرًا﴾[2].

چنانچہ مذکورہ بالا آیت کے تحت "تفسیر بغوی" میں ہے: "هَذِهِ أَسْمَاءُ آلِهَتِهِمْ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْب "هَذِهِ أَسْمَاءُ قَوْمٍ صَالِحِينَ كَانُوا بَيْنَ آدَمَ وَنُوحٍ فَلَمَّا مَاتُوا كَانَ لَهُمْ أَتْبَاعٌ يَقْتَدُونَ بِهِمْ وَيَأْخُذُونَ بَعْدَهُمْ بِأَخْذِهِمْ فِي الْعِبَادَةِ فَجَاءَهُمْ إِبْلِيسُ وَقَالَ لَهُمْ: لَوْ صَوَّرْتُمْ صُوَرَهُمْ كَانَ أَنْشَطَ لَكُمْ وَأَشْوَقَ إِلَى الْعِبَادَةِ، فَفَعَلُوا ثُمَّ نَشَأَ قَوْمٌ بَعْدَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ إِبْلِيسُ: إِنَّ الذين مَنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَهُمْ فَعَبَدُوهُمْ، فَابْتِدَاءُ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ كَانَ مِنْ ذَلِكَ وَسُمِّيَتْ تِلْكَ الصُّوَرُ بِهَذِهِ الْأَسْمَاءِ لِأَنَّهُمْ صَوَّرُوهَا عَلَى صور أولئك الْقَوْمِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ"[3].

بتوں کی عبادت کی ابتداء تصویر سازی سے ہوئی

یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر ان کے معبودوں کے نام ہیں، محمد بن کعب نے فرمایا کہ "دراصل یہ ان صالحین کے نام ہیں جو حضرت آدم نوح علیہما الصلاۃ والسلام کے درمیانی زمانہ میں تھے، جب یہ لوگ فوت ہو گئے تو ابلیس ان کے متبعین جو ان کی پیروی کرتے اور ان کی ترغیب کے باعث عبادت میں منہمک رہتے تھے کے پاس آیا اور ان سے کہنے لگا کہ اگر تم ان صالحین کی تصویریں (بت/مجسمے) بنالو تو اس کے ذریعے تمہیں نشاط بھی ملے گا اور تمہارا شوقِ عبادت بھی بڑھے گا، پس انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر ان کے بعد جو قوم آئی تو ابلیس نے ان سے کہا کہ تم سے پہلے کے لوگ انہی کی عبادت کیا کرتے تھے تو وہ لوگ ان کی عبادت کرنے لگے، یوں بتوں کی عبادت کی ابتدا ہوئی۔ "اور ان بتوں کے یہ نام اس لیے رکھے گئے کہ ان کی شکلیں ان صالحین کی

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب في....، رقم٣٢٢٢، ج٤،ص١٣٠.
(٢) "القرآن": [٧١:النوح: ٢٣].
(٣) "تفسير بغوي": پاره٢٩، سورة نوح، تحت الآية.

صورتوں پر تھیں۔ ﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾[1]۔

تصویروں کی تعظیم نے بت پرستی کا بیج بویا

یہ تصویریں جن کی تعظیم نے بت پرستی کا بیج بویا اولیاء اور صالحین کی تصویریں تھیں نہ کہ (معاذاللہ) کفار و مشرکین کی جو یہاں اصل منشاء سوال ہے، تلک اور گاندھی کی تصویروں کو یادگار بنانا اور انہیں تعظیماً رکھنا بحکم فقہ بلکہ قرآن و حدیث کفر ہے یہ محبت کفار پر دلیلِ بین ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾[2] تم میں سے جو ان سے محبت رکھے گا وہ بے شک انھیں میں سے ہے۔ حدیث میں فرمایا: «من هوى الكفرة فهو معهم»[3] جو کافروں سے دوستی رکھے وہ انھیں کے ساتھ ہو گا۔ متعدد حدیثوں میں حلف کے ساتھ فرمایا «حَشَرَهُ اللّٰهُ مَعَهُمْ» اللہ تعالٰی انھیں کے ساتھ ان کا حشر کرے گا۔

ہنود و مشرکین کا دین ہی تصویر پرستی ہے

ہنود و مشرکین کا دین ہی تصویر پرستی ہے جو مسلمان کہلانے والا اس میں شریک ہوگا اس پر فرض ہوگا کہ وہ توبہ کرے اور از سر نو اسلام لائے پھر اگر اپنی عورت کو رکھنا چاہے گا اس سے تجدید نکاح لازم ہوگی حکم شرع تو یہ ہے مگر آج کل مسلمان کہلانے والوں کی نگاہ میں حکم شرع سے زیادہ ذلیل کوئی چیز نہیں اس سے تمسخر کرتے ہیں اس کی ہنسی بناتے ہیں یا کم از کم اس کے حضور گردن نہیں جھکاتے، اس کی پرواہ دل میں نہیں لاتے اول تو سنتے ہی نہیں کہ یہ اولڈ فیشن ملّوں کے بکھیڑے ہیں، اور بہت تہذیب و انسانیت برتی تو یوں کہ مولویوں کے جھگڑے ہیں ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپتے ہیں انہوں نے دائرۂ اسلام تنگ کر دیا، اور اگر کہیں پھنس گئے اور مجبورانہ سنیں تو ایک ہوا تھی کہ کان کو چھو کر نکل گئی وغیرہ وغیرہ، غصہ کی ضرورت نہیں ایک ذرا اللہ و رسول کو سامنے کرکے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں یہ علانیہ ہو رہا ہے یا نہیں؟ کہ گاندھی کا حکم سر پر اور واحد قہار کے احکام پاؤں تلے، گاندھی کی آواز سنی ایک بھیڑ پروانے کی طرح دوڑ پڑی اور خادمانِ شرع قرآن عظیم کے ارشاد، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سناتے ہیں اور کلمہ پڑھنے والے کان نہیں رکھتے۔ کیا یہ دین ہے؟ کیا یہ اسلام ہے؟ كلّا واللہ [ہرگز نہیں قسم بخدا] خادمانِ شرع پر یہ الزام ہے کہ بکثرت کفر کا فتوی دیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ روزانہ بکثرت کفر اُگتے ہیں، نت نئے کفر ہوتے ہیں، ان پر روز تازہ فتوے نہ ہوں تو کیا ہو؟ کیا علما ایک دو کفر کو کفر کہہ کر چپ رہیں اور ہزاروں کفر ایجاد کریں انھیں کچھ نہ کہیں؟ حاکم عادل پر الزام نہیں آسکتا کہ چوری اور ڈاکے کی سزائیں بکثرت دیتا ہے، جرائم پیشہ کیوں واردات بکثرت کرتے ہیں جتنی کثرت سے چوری اور ڈاکے ہوں گے اتنی ہی کثرت سے سزائیں ہوں گی فصل سے تو فصل اور روزانہ تو روزانہ، اپنے روز افزوں تازہ کفر نہ دیکھنا اور اُلٹا

---

(۱) "القرآن": [۷۱: النوح: ۲۳].
(۲) "القرآن": [٦: المائدہ: ۵۱].
(۳) "المعجم الأوسط" باب المیم۔ من اسمه مقدام، رقم ۸۹۷۸، ج۹، ص۱۳.

خادمانِ شرع پر الزام رکھنا اسی دین سے آزادی کا نتیجہ ہے کہ اسلام کی رسی دین سے نکال چکے ہیں اور مشرک کو اپنا رہنما بنا چکے ہیں اس کے اشارے پر چلتے ہیں جو وہ کہتا ہے وہی کرتے ہیں۔ وسیعلم الذین کفروا أي منقلب ینقلبون، نسئل الله العفو والعافية ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم، والله تعالٰی أعلم (۱).

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(۱) إخبار "الفقیه" امرتسر، جلد ٤، شماره ۲۰، صفحه ۸، ۹.

فتاوی

ماں باپ، اولاد، اور استاذ کے حقوق کا بیان

مسئلہ ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ...

ہندہ نے انتقال کیا اور شوہر اور ایک شیر خوارہ بچہ اور ایک نانی اور دو بھائی حقیقی چھوڑے بعد وفات ہندہ آپس میں من حیث ترکہ پانے کی نزاع واقع ہوئی ہندہ، کے بھائیوں نے ہندہ کے شوہر سے دین مہر خالدہ اُخت حقیقی ہندہ کا جو قبل شوہر ہندہ کے نکاح میں تھی اور بعد لاولد فوت پانے اُس کے ہندہ نکاح میں آئی تھی اداکاری کا مطالبہ کیا اور چونکہ خالدہ اُخت ہندہ کا دین مہر واقعی واجب الادا تھا تو جو حصہ ۸ متروکہ کہ شوہر نے پایا وہ شوہر ہندہ نے محض دیانتداری سے بعوض دین مہر چھوڑ دیا مگر ازانجا کہ برادران ہندہ کے جس نے اپنا دین مہر معاف کر دیا تھا نیت صاف نہ تھی۔ چہارم حصہ متروکہ ہندہ کو بھی اُسی دین مہر سابق میں ملا کر ہضم کرنا چاہا اور ہندہ کی نانی کو بھی نالش پر ابھارا تو شوہر ہندہ نے محض بغرض استحفاظ حصہ چہارم اپنے مصلحۃً یہ بیان کرنا شروع کیا کہ ہندہ نے مرض الموت میں اپنی کل جائداد اپنے شیر خوار بچہ کو ہبہ کر دیا جس کا کوئی گواہ بجز شوہر ہندہ کے نہ تھا اور بعض مقامات میں بذریعۂ تحریر بھی شوہر ہندہ نے اُس وقت تک ہبہ کا اقرار کیا کہ وہ ششم حصہ بھی خود اپنے مال سے اسم فرضی اپنے پسر کے خرید نہ لیا اور من بعد برابر کاغذات وغیرہ پر خود اپنے اور اپنے شیر خوار لڑکے کی طرف سے بحیثیت ولایت کے دستخط کرتا رہا اور برابر وہ جائداد پسر ہندہ کے قبضے میں حسب حصہ رسدی کے رہی تاآنکہ وہ لڑکا عاقل وبالغ ہوا۔ پھر اس کی شادی بھی ہوئی تو اب وہ لڑکا کل متروکہ اپنی مادر متوفیہ ہندہ پر دعوی کرتا ہے اور چہارم حصہ پدری اور اُس حصے پر جو اُس کے باپ شوہر ہندہ نے اپنے پسر کے نام سے اسم فرضی ہندہ کی نانی سے خرید ا تھا دونوں کو ہضم کرنا چاہتا ہے اور کچہری میں مقدمہ دائر کیا ہے اور اپنے پدر کے اقرار ہبہ کو جو قبل خریداری ششم حصہ کو وہ مصلحۃً بیان کرتا رہا استدلال میں پیش کرتا ہے اور کسی حال میں باوجود فہمائش بلیغ منازعت سے باز نہیں آتا اور باپ کی تعظیم وتکریم کرنا تو درکنار بیان پدر کو غلط اور لغو جانتا ہے اور حقوق پدری کا مطلق خیال نہیں کرتا تو ایسی صورت میں علمائے دین اُس مصلحتی اقرار پدر متعلق ہبہ کے کیا ارشاد کرتے ہیں اور اُس پسر کی اس تکرار وفساد کو صحیح و درست جانتے ہیں یا بالعکس۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اولاد کو حقوق پدری کا خیال نہ کرنا اس کے ساتھ تمرد ومخالفت سے پیش آنا اپنے لیے عذاب شدید نار وغضب رب قہار کا واجب کرنا ہے، اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں فرض کیا کہ والدین کے ساتھ احسان کرو انھیں ہوں نہ کہو ان سے اعزاز واکرام کا کلام کرو، اُن کے لیے خالص محبت سے تذلل کا بازو بچھاؤ اُن کے لیے دعا کرو کہ الٰہی ان پر رحم فرما جیسا انھوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: «ثلاثة لا یدخلون الجنة: العاق لوالدیه، والدیوث، والرجلة من

النساء»(۱) تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کو ستانیوالا اور دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت۔ رواہ النسائي والبزار بإسناد ین نظیفین والحاکم في صحیحه "المستدرك" عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: «ثلاثة لا يقبل الله عزوجل منهم صرف ولا عدل: عاق ومنان ومكذب بقدر».(۲) تین شخص ہیں کہ اللہ تعالٰی نہ اُن کے نفل قبول کرے نہ فرض۔ ماں باپ کو ایذا دینے والا اور صدقہ دے کر فقیر پر احسان رکھنے والا اور تقدیر کا جھٹلانے والا۔ رواہ ابن أبي عاصم في "كتاب السنة" بإسناد حسن عن أبي أمامة رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: «ملعون من عق والديه، ملعون من عق والديه ملعون من عق والديه»(۳) ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے۔ رواه الطبراني والحاكم عن أبي هريرة رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: «رضا الله في رضا الوالد وسخط الله في سخط الوالد»(۴) اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں۔ رواه الترمذي والحاكم بسند صحيح والطبراني عن عبد الله بن عمرو والبزار عن عبد الله بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: «كل الذنوب يؤخر الله تعالى منها ما شاء إلى يوم القيامة إلا عقوق الوالدين، فإن الله يعجله لصاحبه في الحياة قبل المات»(۵) سب گناہوں کی سزا اللہ چاہے تو قیامت کے لیے اُٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کو ستانا کہ اُس کی سزا مرنے سے پہلے زندگی میں پہنچاتا ہے۔ رواه الحاكم والأصبهاني والطبراني في "الكبير" عن أبي بكرة رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مال کے لیے ماں باپ سے مخاصمت کتنی بے حیائی بے باکی کافر نعمتی ناپاکی ہے! رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: «لا تعقن والديك وإن أمراك أن تخرج من أهلك ومالك»(۶) خبردار ماں باپ کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تجھے حکم دیں کہ اپنی جورو بچوں مال متاع سب سے نکل جا۔ رواه الإمام أحمد بسند صحيح على أصولنا والطبراني في "الكبير"۔

دوسری روایت میں ہے: «أطع والديك وإن أخرجاك من مالك ومن كل شيء هو لك»(۷) اپنے ماں

---

(۱) "السنن الكبرى": للبيهقي باب الرجل يتخذ الغلام ــ ۱۰/ ۳۸۱.
(۲) "المعجم الكبير": للطبراني أبو سلام الأسود، عن أبي أمامة ــ ۸/ ۱۱۹.
(۳) "شعب الإيمان": تحريم الفروج وما يجب من ــ ۷/ ۳۳۰.
(٤) "شعب الإيمان": بر الوالدين ــ ۱۰/ ۲٤۷.
(٥) "المستدرك على الصحيحين": كتاب البر والصلة ــ ٤/ ۱۷۲.
(٦) "مسند أحمد": حديث معاذ بن جبل ــ ۳٦/ ۳۹۲.
(۷) "المعجم الأوسط": من بقية من أول اسمه ميم ــ ۸/ ۵۸.

باپ کا حکم مان اگرچہ وہ تجھے تیرے مال اور تیری سب چیزوں سے تجھے باہر کر دیں۔ رواه الطبراني في "الأوسط" بسند صالح كلاهما عن معاذ بن جبل ﷺ.

اونا شکر خدا ناترس مال لایا کہاں سے۔ تیرا گوشت پوست استخوان سب تیرے ماں باپ کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: «أنت ومالك لأبيك».(۱) تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے۔ یہ اُس وقت ارشاد ہوا کہ ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! میں مال وعیال رکھتا ہوں اور میرے باپ میرا سب مال لے لینا چاہتے ہیں، یعنی پھر میں اور میرے بال بچے کیا کھائیں گے فرمایا تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے تجھے اُس سے انکار نہیں پہنچتا۔ رواه ابن ماجه بسند صحيح عن جابر والطبراني في "الكبير" عن سمرة بن جندب وعبد الله بن مسعود ﷺ.

حدیث میں ہے: ایک شخص حاضر خدمت ہو کر عرض رسا ہوئے کہ: يا رسول الله إن أبي يريد أن يأخذ مالي. یا رسول اللہ میرے باپ میرا مال لے لینا چاہتے ہیں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: «ادعه لي». انھیں ہمارے حضور میں حاضر کرو۔ جب حاضر آئے اُن سے ارشاد ہوا تمھارا بیٹا کہتا ہے کہ تم اُس کا مال لے لینا چاہتے ہو، عرض کی حضور اسی سے پوچھ دیکھیں کہ میں وہ مال لے کر کیا کرتا ہوں، یہی کہ اس کی پھوپھیاں اور اس کے قرابتی ہیں یا میرا اور میرے بال بچوں کا خرچ۔ اتنے میں جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم حاضر آئے اور عرض کی یا رسول اللہ! اس مرد پیر نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کیے ہیں جو ابھی خود اُس کے کان نے نہیں سنے ہیں، یعنی ہنوز زبان تک نہ لایا، حضور پر نور ﷺ نے فرمایا: تم نے اپنے دل میں کچھ شعر کہے ہیں جو ابھی تمھارے کان نے بھی نہ سنے وہ سناؤ اُن صاحب نے عرض کی: اللہ ہمیشہ حضور کے معجزات سے ہمارے دل کی نگاہ ہمارا یقین بڑھاتا رہے پھر یہ اشعار عرض کرنے لگے:

غذوتك مولوداً ومَنْتُك يافعاً ... تُعَلُّ بما اجني عليك وتُنهل
إذا ليلة ضافتك بالسقم لم أبت ... لسقمك الا ساهراً أتململ
تخاف الردي نفسي عليك وإنها ... لتعلم أن الموت حتم مؤكل
كأني أنا المطروق دونك بالذي ... طرقت به دوني فعيني تهمل
فلما بلغت السن والغاية التي ... إليك مرا ما فيك كنت أؤمل
جعلت جزائي غلظة وفظاظة ... كأنك أنت المنعم المتفضل
فلينك إذلم ترع حق أبوتي ... فعلت كما الجار المجاور يفعل

(۱) "سنن ابن ماجه": باب ما للرجل من مال ولده ـ ۲/ ۷۶۹.

فأوليتني حق الجوار ولم تكن علي بمالي دون مالك تبخل

میں نے تجھے غذا پہنچائی جب سے تو پیدا ہوا اور تیرا بار اٹھایا جب سے تو پٹھا ہوا۔ میری کمائی سے تو بار بار مکرر سیراب کیا جاتا۔ جب کوئی رات بیماری کا غم لے کر تجھ پر اُترتی میں تیری ناسازی کے باعث جاگ کر لوٹ کر صبح کرتا۔ میرا جی تیرے مرنے سے ڈرتا حالانکہ اُسے خوب معلوم تھا کہ موت یقینی ہے اور سب پر مسلط کی گئی ہے۔ میری آنکھیں یوں بہتیں کہ گویا وہ مرض جو شب کو تجھے ہوا تھا نہ مجھے۔ مجھے ہوا تھا نہ تجھے۔ میں نے تجھ کو یوں پالا اور جب تو پروان چڑھا اور اس حد کو پہنچا جس میں مجھے امید لگی ہوئی تھی کہ اس عمر کا ہو کر تو میرے کام آئے گا تو تو نے میرا بدلہ سختی و درشت خوئی کیا گویا تیرا ہی مجھ پر فضل واحسان ہے۔ اے کاش جب تو نے حق پدری کا لحاظ نہ کیا تھا تو ایسا ہی کرتا جیسا پاس کا ہمسایہ کرتا ہے۔ ہمسایہ پن کا حق تو مجھے دیتا اور مجھ پر اس مال سے کہ اصل میں تیرا نہیں میرا ہی تھا بخل نہ کرتا۔ ان اشعار کو استماع فرماکر حضور پر نور رحمت عالم ﷺ نے گریہ کیا اور بیٹے کا گریبان پکڑ کر ارشاد فرمایا: «اذهب أنت وما لك لأبيك».[1] جا، تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے۔ رواه الطبراني في "المعجم الصغير" والبيهقي في "دلائل النبوة" عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما.

باپ اگر محتاج ہو تو بقدر حاجت بیٹے کے فاضل مال سے اس کی اجازت کے بغیر لے سکتا ہے

حکم سعادت تو یہ ہے مگر بایں ہمہ قضاءً باپ بیٹے کی ملک جدا ہے۔ باپ اگر محتاج ہو تو بقدر حاجت بیٹے کے فاضل مال سے بے اس کی رضا واجازت کے لے سکتا ہے زیادہ نہیں اور یہ لینا بھی کھانے پینے پہننے رہنے کے لیے اور حاجت ہو تو خادم کے واسطے بھی، بیٹے کے روپے پیسے سونے چاندی ناج کپڑے یا قابل سکونت پدر مکان سے ہو۔ ہاں یہ اشیانہ ملیں تو انھیں اغراض ضروریہ کے لیے اس کے اور اموال سے جو خلاف جنس حاجت ہوں بحکم حاکم یا حاکم نہ ہو تو علی المفتی بہ بطور خود بھی لے سکتا ہے۔ مثلاً کھانے کی ضرورت ہے ناج یا روپیہ نہ پایا تو کپڑے برتن لے سکتا ہے۔ یا کپڑوں کی ضرورت ہے اور دام یا کپڑے نہ ملے تو ناج وغیرہ بیچ کر بنا سکتا ہے نہ یہ کہ اس کی جائداد ہی سرے سے اپنی ٹھہرا لے۔

"درمختار" میں ہے: "في المبتغى للفقير أن يسرق من ابنه الموسر ما يكفيه إن أبى ولا قاضي ثمة وإلا أثم".[2] "ردالمحتار" میں ہے: سيأتي قريباً لو أنفق الأبوان ما عندهما للغائب من ماله على نفسهما وهو من جنس النفقة لا يضمنان لوجوب نفقة الأبوين والزوجة قبل القضاء حتى لو ظفر بجنس حقه فله أخذه، ولذا فرضت في مال الغائب خلاف بقية الأقارب ونحوه في "المنح" و"الزيلعي"، وفي زكاة "الجوهرة" الدائن إذا ظفر بجنس حقه له أخذه بلا قضاء ولا رضاء، وفي "الفتح" عند قوله ويحلفها

(۱) "دلائل النبوة": للبيهقي باب ما جاء في إخباره من قال ــ ٦/ ٣٠٤.
(۲) "الدر المختار": مطلب في نفقة الأصول ــ ٣/ ٦٢٢.

بالله ما أعطاها النفقة وفي كل موضع جاز القضاء بالدفع كان لها أن تأخذ بغير قضاء من ماله شرعاً اھ فقول المتبغي ولا قاضي ثمه محمول على ما إذا كان يأخذه من خلاف جنس النفقة كالعروض، أما الدراهم والدنانير فهي من جنس النفقة فلا حاجة فيها إلى القاضي وتمامه في "حاشية الرحمتي" وقد أطال و أطاب.(۱)

یہاں کہ شوہر ہندہ نے کل متروکہ اپنے پسر کے نام جانب ہندہ سے ہبہ بتایا اور اسی پر کارروائی کی وہ شرعاً اپنے اقرار پر مؤاخذ ہے اور اُس کا دعوی کہ اُس وقت اپنی چہارم بچانے کے لیے ایسا مصلحۃً محض غلط کہہ دیا تھا ہرگز یوں مسموع نہیں، جب وہ خود اتنی مدت تک چہارم کے لیے جھوٹ ظاہر کرتے رہنے کا مقر ہے تو کیا اعتبار ہے کہ اس کے وہی بیانات ممتدہ سچے ہوں اور اب بیٹے کی حرکات کے باعث ناراض ہو کر اس کے اضرار کے لیے یہ اظہار کرتا ہو۔ غرض کوئی مقر صرف اپنے اقرار سے پھر کر نفع نہیں پاسکتا، مرض الموت کا ہبہ جبکہ وارث کے نام ہوا اگرچہ تمام وکمال اجازت دیگر ورثہ پر موقوف رہتا ہے اور بعض نہ مانیں تو اُن کے حق میں باطل ہوجاتا ہے مگر ماننے والے کے حق پر ضرور نافذ رہتا ہے اور یہ شیوع کہ بعد کو عارض ہوا تمامی ہبہ کو مضر نہیں ہوتا۔

"تنویر" میں ہے: "المانع شيوع مقارن لا طارىء". "ہندیہ" میں ہے: "لا يمنع الشيوع صحة الإجازة". تو وہ اجازت شوہر ہندہ اس کے اپنے حق چہارم پر ضرور اثرانداز ہوئی اور اُسے محض دعوی سے چہارم پانے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ رہانانی کا ششم کہ اس کی عدم تسلیم کے باعث محفوظ رہا تھا جبکہ اُس نے اپنے پسر کے نام خریدا وہ بھی اُس کا ہوگیا کہ اگر اصل خریداری اسی کی طرف سے اُسی کے نام ہوئی جب تو ظاہر ہے کہ ابتداءً لڑکا ہی اُس کا مالک ہوا، اور اگر خود خریدا اور بیع نامہ میں لڑکے کا نام لکھا دیا تو اب یہ نہ ٹھہرائیں گے کہ خریداری سے اصل مالک یہ خود ہوا۔ لأن الشراء متى وجد نفاذاً على المشتري نفذ، كما في "الدر" وغيره.

اور پھر لڑکے کے نام بیع نامہ لکھانا اس کی طرف سے پسر کو ہبہ ہوا۔ لأنه دلالة التمليك وقد بيناه في فتاوانا تاکہ یہ وہم نہ گزرے کہ جب ماورائے ششم کا مالک لڑکا وہی ششم بوجہ ہبہ ہندہ حسب اقرار شوہر ہوچکا اور یہ ششم بذریعہ شرا اس شخص کی کمائی ہو اور ہنوز نامنقسم ہے تو بیٹے کے نام لکھا دینا شے مشاع کا اپنے شریک کو ہبہ کرنا ہوا اور وہ علی المذهب المعتمد جائز نہیں۔ "در مختار" میں ہے: "تم بالقبض في مقسوم، ومشاع لا يقسم لا فيما يقسم ولو لشريكه، كما في عامة الكتب فكان هو المذهب "مختصراً(۲).

بلکہ جب وہ مال اس کے قبضے میں پہنچا اور یہ اقرار کرچکا تھا کہ وہ تمام وکمال بذریعہ ہبہ ایک پسر ہے تو اپنے اسی اقرار پر مؤاخذ

(۱) "رد المحتار": مطلب في نفقة الأصول ــ ۳/ ۶۲۲.
(۲) "الدر المختار": كتاب الهبة ــ ۵/ ۶۹۲.

ہوکر یہ ششم بھی سپرد پسر کرنا ہوگا اور وہ بیعنامے میں اس کا نام لکھانا اسی کی تکمیل ٹھہرے گا بالجملہ اس اقرار کے باعث اب یہ دعوی ایسانہ رہا جیسا ایک وارث ثابت الوراثہ کا دعویٰ صاف و آسان ہوتا۔ اب حکم یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں اگر مہر ہندہ واقعی معاف ہوگیا اور اس کے بھائی اسے ناحق دباتے تھے اور اس کے پاس کوئی ذریعہ تحفظ سوا اس اقرار کے نہ تھا جسے اب وہ غلط وبربنا سی مصلحت بتاتا ہے تو اولاً اس سے گواہ مانگے جائیں اگر گواہان شرعی سے ثبوت دیدے کہ یہ اقرار محض کاذب و فرضی تھا فبہا ورنہ بیٹے سے حلف لیا جائے کہ واللہ میرے باپ کا وہ اقرار مذکور سچا تھا اور فرضی نہ تھا اگر وہ حلف سے انکار کرے تو اس کے باپ کا دعوی ثابت مانا جائے گا اور حلف کرلے تو رد ہوجائے گا۔

"درمختار" میں ہے: "أقر رجل بمال في صك واشهد عليه به ثم ادعى أن بعض هذا المال المقر به قرض وبعضه رباً عليه فإن أقام على ذلك بيّنةً تقبل، وإن كان متنا قضاً لأنا نعلم أنه مضطر إلى هذا الإقرار "شرح وهبانية".[1] اسی میں ہے: "أقر ثم ادعى المقر أنه كاذب في الإقرار يحلف المقر له أن المقر لم يكن كاذباً في إقراره عند الثاني"[2] توقضاءً یہ فیصلہ ہے اور فیصلہ سعادت وہ تھا کہ «أنت ومالُك لأبيك» تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے۔ اپنی دونوں جہان کی بھلائی چاہتا ہے تو اسی فیصلے پر سر رکھدے کہ یہ فیصلہ اس کے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے اور مسلمان وہی ہے جو لوگ فیصلہ دل سے مان لے اللہ عزوجل فرماتا ہے تیرے رب کی قسم مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے باہمی جھگڑوں میں اے نبی اپنی تجھے حکم نہ بنائیں پھر تیرے فیصلے سے اپنے دلوں میں اصلا تنگی نہ پائیں اور قبول کرلیں مان کر۔ اللہ عزوجل توفیق عطا فرمائے آمین واللہ تعالیٰ أعلم.

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمّي ﷺ

مہر..... عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۲۴ھ

(حوالہ "تحفہ حنفیہ" جلد ۱۰۔ صفحہ ۹ تا ۱۶، پرچہ ۱، محرم ۱۳۲۴ھ)

ذکرو دعا اور تلاوت وآدابِ قرآن کریم کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ قول کہ امام سنن ونوافل کے بعد بھی مقتدیوں کی جانب منہ کرکے دعامانگے، محض بے اصل ہے

مسئلہ ۱: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کہتا ہے کہ بعد فرض پڑھنے کے امام کو لازم ہے کہ مقتدیوں کی جانب منہ کرکے دعامانگے اور بعد سنن اور نوافل کے امام مقتدیوں کی جانب منہ کرکے پھر دعامانگے اور عمرو کا یہ قول ہے بعد فرض کے دعامانگنا جانب مقتدیوں کے منہ کرکے یا کعبہ رخ یا دہنے یابائیں پھر کر سب طرح درست ہے بلکہ مسنون ہے اور بعد سنن اور نوافل کے امام مقتدیوں کو پابند دعا کانہیں کرسکتا تو اس صورت میں ازروئے شرع شریف زید راست پر ہے یا عمرو بینوا توجروا سوال دوم فرض کی جگہ نفل اور سنت پڑھنا درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

جواب مسائل از مولوی شکر اللہ صاحب

الجواب: درصورت مرقومہ بالا واضح ہو کہ عمر کا قول ازروئے شرع شریف صحیح اور درست ہے۔ اس واسطے کہ آنحضرت (۱) سے خاص کرکے بجانب (۲) قبلہ دعامانگنا پایا (۳) نہیں گیا بلکہ یمین ویسار وغیرہ بوقت دعا پھرا کرتے تھے چنانچہ حدیث یمین ویسار کے پھرنے کی "ابن ماجہ" (۴) میں موجود ہے وھو ھذا عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قال رأیت النبي ﷺ (۵) ینفتل عن یمینه وعن یساره في الصلاۃ رواہ "ابن ماجه" (۶) اور بعد سنن اور نوافل کے امام مقتدیوں کو پابند دعا کانہیں کرسکتا اس واسطے کہ یہ امر آنحضرت ﷺ (۷) سے ثابت نہیں اور نہ کسی (۸) آثار صحابہ (۹) سے کما لا یخفی علی أولی النُھیٰ واللہ أعلم بالصواب جواب سوال دوم درصورت مرقومہ ثانیہ مخفی نہ رہے کہ فرض کی جگہ نفل اور سنت پڑھنا افضل نہیں ہے بلکہ دوچار قدم ہٹ کر پڑھنا افضل ہے یادوقدم ہٹ جاوے فرض کی جگہ یادوچار کلمہ (۱۰) باتیں کر (۱۱) کرکے پڑھے تو درست (۱۲) ہے۔ کما لا یخفی علی ماھر الحدیث واللہ أعلم بالصواب فقط۔

حررہ: محمد شکر اللہ

ابوتراب حیدر علی ۱۲۹۸ محمد جمیل ۱۲۹۸

حبیب محمد السد ۱۲۹۶ شکر محمد اللہ ۱۲۸۴ھ

جواب ہر دو سوال مذکور از جناب مولنا دام بالسرور

الجواب

ومن اللہ سبحنه توفیق الحق والصواب!

زید کا قول کہ امام سنن و نوافل کے بعد بھی مقتدیوں کی جانب منہ کرکے دعا مانگے محض بے اصل ہے شرع مطہر میں کہیں اس کا پتا نہیں بلکہ احادیث صحیحہ میں سنن و نوافل کا گھروں میں پڑھنا افضل فرمایا۔ فقد صح من رواية زيد بن ثابت ﷺ عن النبي ﷺ أنه قال: «صلوا أيها الناس في بيوتكم فإن أفضل صلاة المرئ في بيته إلا المكتوبة» رواه البخاري وعنه ﷺ «عليكم بالصلاة في بيوتكم فإنّ خير صلاة المرئ في بيتۃ إلا الصلاة المكتوبة». رواه مسلم إلى غير ذلك من الأحاديث.

پس جب مقتدی اس فضیلت کے لیے اپنے اپنے گھر جاکر مشتغل تنفل ہوں گے تو زید کا حکم کیونکر بجا رہ سکتا ہے اور یہ امر حتمی زید کا کہ امام کو مقتدیوں کی طرف منہ کرکے دعا مانگنا لازم ہے اگر مراد اس کی لزوم سے وجوب یا تاکد ا ستنان ہے تو باالاجماع باطل مسلمان کو روا نہیں کہ راہ شرع میں نادیدہ قدم رکھے اور آنکھیں بند کرکے زبان کھول دے اور اگر قوت و ندابِ استحباب مقصود کہ اسے بھی کبھی بلفظ لزوم تعبیر کرتے ہیں كما لا يخفى على الناظر في كلمات القوم.

تاہم اس حکم علی الاطلاق کا کہیں نشان نہیں محض اختراع زید ہے ہاں صرف بعض شروح مقدمہ سے جس کا مصنف ایک مرد مجہول و غیر فقیہ ہے اس صورت میں کہ مقتدی نو(۹) سے زائد ہوں بالتعیین اس امر کے استحباب کا پتا چلتا ہے مگر کتب معتبرہ مثل فتاویٰ خلاصہ وغیرہا اس کی مساعدت نہیں کرتیں اور اگر ہو بھی تاہم بطلان قول زید میں شبہ نہیں بلکہ اگر امام کے مقابل بلاسترہ وحائل کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اسے مقتدیوں کی جانب منہ کرنا ہرگز روا نہیں بلکہ "فتاوی ذخیرہ" و "درمختار" میں تو اس ممانعت کو مطلق رکھا اگرچہ امام اور اس مصلی میں چند صفیں حائل ہوں اور اسی کو ظاہر الروایہ ٹھہرایا اگرچہ امام ابن امیر الحاج کو اس اطلاق میں منازعت ہے۔

قال في "الدر المختار" وخيّره في "المنية" بين تحويله يمينًا وشمالاً وأماما وخلفاً وذهابه لبيته واستقباله الناس بوجهه دلو دون حشرة ما لم يكن بحذاه مصل ولو بعيداً على المذهب" اهـ. وقال في "الذخيرة" هذا هو ظاهر المذهب، لأنه إذا كان وجهه مقابل وجه الإمام في حالة قيامه يكره وإن كان بينهما"(۱).

بعد اختتام نماز امام کا داہنی یا بائیں طرف پھرنا اولی و بہتر ہے

مفوف تحقیق یہ ہے کہ امام کو داہنی طرف پھرنا اولی ہے اکثر عادت کریمہ حضور سید المرسلین ﷺ یہی تھی۔ أخرج مسلم في "صحيحه" من حديث البراء "كنا إذا صلينا خلف النبي ﷺ أحببنا أن نكون عن يمينه يقبل علينا لوجهه" الحديث وأيضا عن أنس قال أكثر ما رأيت النبي ﷺ ينصرف عن يمينه وفي "رد المحتار" عن "شرح المنية" أن انحرافه عن يمينه أولى.(۲) اور بائیں طرف پھرنا بھی بہتر اور حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے ماثور بلکہ

(۱) "الدر المختار": فروع قرأ بالفارسية أو التوراة ـ ۱/ ۵۳۱.
(۲) "صحيح مسلم" باب استحباب يمين الإمام ـ ۱/ ۴۹۲.

"صحیح مسلم" میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مذکور، أكثر ما رأيت رسول الله ﷺ ينصرف عن شماله و في "الحلبة" عن "فتاوى الإمام الفضلي" و"محيط رضي الدين" والمستحب أن ينصرف إلى يمين القبلة ثم قال العلامة ومشى عليه قاضي خان في "فتاوه".

اور "بدائع" میں یمین ویسار دونوں جانب کو برابر رکھا اور اسی کو صحیح ٹھہرایا "كما في "ردالمحتار" اور مقتدیوں کی طرف منہ کرنا بلاخلاف اسی صورت میں جائز ہے جب امام کا کسی نمازی سے مطلق سامنا ہو اگرچہ چند صفوں کے فصل سے اور یہ فعل بھی حضور سید السادات علیہ الصلاۃ والتحیات سے اوقات خاصہ میں منقول وأحاديثه في الصحيحين وغيرهما. باقی رہا رو بقبلہ بیٹھا رہنا یہ ہر چند نماز فجر میں فعل و قول حضور افضل العلمین ﷺ سے ثابت مانا گیا۔

ففي "صحيح مسلم" و"سنن أبي داود" وغيرهما عن جابر بن معرة رضي الله عنه قال كان النبي ﷺ إذا صلى الفجر تربع في مجلسه حتى تطلع الشمس حسناء وأخرجه الإمام أبوحنيفة رضي الله عنه بلفظ إذا صلى صلاة الصبح لم يبرح من موضعه حتى تطلع الشمس و تبيض وأخرج الطبراني في "معجمه الأوسط" عن ابن عمر رضي الله عنهما قال كان رسول الله ﷺ إذا صلى الفجر لم يقم من مجلسه حتى يمكنه الصلاة وقال من صلى الصبح ثم جلس في مجلسه حتى يمكنه الصلاة كان بمنزلة حجة وعمرة متقبلتين[1].

بعد اختتام نماز امام کا رو بقبلہ بیٹھے رہنا علی الاطلاق مکروہ ہے

مگر فقہائے کرام اسے علی الاطلاق امام کے لیے مکروہ کہتے اور اس کی ممانعت پر اجماع نقل فرماتے ہیں. ففي "الحلبة" عن "الذخيرة" وإذا فرغ الإمام من صلاته أجمعوا على أنه لا يمكث في مكانه مستقبل القبلة سائر الصلوات في ذلك على السواء ثم قال العلامة وقد صرح غير واحد بأنه يكره له ذلك ...إلخ، أقول وأما الأحاديث المذكورة فلعلها ليست نصوصاً في المقصود وعليك بتلطيف القريحة". اور یہیں سے ثابت ہوا کہ قول عمرو بھی خطا و غلط سے خالی نہیں اور اس کے قول کی مطلقاً تصحیح عدم تنقیح و نقصان تنقید سے ناشی ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم.

جواب سوال دُوم ۲:

فرض کی جگہ نوافل و سنن پڑھنا امام کے حق میں مکروہ ہے، فقد أخرج أبو داود وابن ماجه واللفظ له عن المغيرة بن شعبة أن رسول الله ﷺ قال: «لا يصلي الإمام في مقامه الذي صلى فيه المكتوبة حتى يتنحى عنه» وفي "الدر المختار" ويكره للإمام التنفل في مكانه لا للمؤتم وقيل يستحب كسر

---

(۱) "سنن أبي داود" باب في الرجل يجلس متربعاً ــ ٤/ ٢٦٣.

الصفوف[1]۔ "منیہ" میں ہے: "لا يتطوع (يعني الإمام) في مكانه بل يتقدم أويتأخر أو يحرف يميناً أو شمالا أويذهب إلى بيته فيتطوع ثمه".

سنن ونوافل کی ادائیگی کے لیے مقتدی ومنفرد کامکان تبدیل کرنا احسن ہے

اور یہ کراہت باتیں کرنے سے ہرگز مندفع نہیں ہوتی کہ ارشاد حدیث و الفاظ فقہا عام ہیں نہ اس تخصیص کا شرع سے ثبوت۔ ومن ادعى فعليه البيان، اور مقتدی و منفرد کو اگرچہ وہیں پڑھنا مکروہ نہیں، کما قدمنا عن "الدر" من قوله لا للمؤتم. علامہ شامی فرماتے ہیں: "ومثله المنفرد". "صحیح بخاری شریف" میں ہے: عن نافع قال: "كان ابن عمر يصلي في مكانه الذي صلى فيه الفريضة وفعله القاسم"[2].

مگر تبدیل مکان انھیں بھی احسن ہے۔ فقد روى أبو داود وابن ماجه عن أبي هريرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: «أ يعجز أحدكم أن يتقدم أو يتأخر أو عن يمينه أو عن شماله في الصلاة يعني في السبحة"[3]. "منیۃ المصلی" میں ہے: "وأما المقتدي والمنفرد إن لبثا جاز، وإن قاما إلى التطوع في مكانهما جاز والأحسن أن يتطوعا في مكان آخر".

لیکن بعض علمانے مقتدیوں کے حق میں بھی اس کے مسنون ہونے کی تصریح کی، كما في "الشامية" عن "الحلبة" عن "محيط الإمام رضي الدين" والله ﷻ أعلم وعلمه جل مجده أتم وأحكم.

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ
احمد رضا خان ولد مولوی محمد نقی علی خان ۱۲۸۶

ادھر سے سخن پروری میں کد تحریر مولانا مدظلہ کارد

مجیب اول کے دونوں جواب صحیح ہیں اس پر الزام عدم تنقیح ونقصان تنقید کا صرف بایں اعتبار کہ امام کا مقتدیوں کی جانب منہ کرنا ایک صورت خاصہ میں ناروا ہے خالی از تکلف نہیں، شرط فقدان مانع واسطے تصحیح اس قول کے بس ہے ورنہ جس صلوٰۃ مکتوبہ کے بعد سنن مؤکدہ کا پڑھنا بلا مہلت ممتدہ ضروری ہے وہاں یمین ویسار پھر کر بیٹھنا کب صحیح ہوگا، پس متعرض بعض شقوق مستثناۃ دون بعض ہونا باوصف جائز نہ ہونے کلام مجیب کے بہ محمل صدق وصواب بہ ادنٰی تاویل والتفات داب مناظرین سے خارج اور جب

(۱) "سنن ابن ماجه" باب ما جاء في صلاة ــ ۱/ ۴۵۹.
(۲) "صحيح البخاري" باب مكث الإمام في مصلاه بعد ــ ۱/ ۱۶۹.
(۳) "سنن ابن ماجه" باب في الرجل يتطوع في مكانه ــ ۱/ ۲۶۴.

تکلم مثل تقدم و تاخر و انحراف وغیرہ کے موجب اندفاع کراہت تنفل بجائے ادائے مکتوبہ از روئے حدیث نبوی جو منقول ہے۔

"مشکوۃ شریف" کی فصل ثالث باب السنن وفضائلہا میں ثابت تو اس پر مجیب ثانی کا یہ دم مارنا کہ من ادعی فعلیہ البیان ناشی ہے عدم تتبع و استقراء حدیث سے۔ عن عمرو بن عطاء قال: «إن نافع بن جبير أرسله إلى السائب يسأله عن شيء رآه منه معوية في الصلاة فقال: نعم صليت معه الجمعة في المقصورة فلما سلم الإمام قمت في مقامي فصليت: فلما دخل أرسل إلي فقال لا تعد لما فعلت إذا صليت الجمعة فلا تصلها بصلاة حتى تتكلم أو تخرج فإن رسول الله ﷺ أمرنا بذلك أن لا نوصل بصلاة حتى نتكلم أونخرج» رواه مسلم۔ محمد یعقوب علی خاں عفا اللہ عنہ

خورشید خامہ جناب مولانا کا افق تحقیق سے طلوع فرمانا، اور شب شبہات مخالفین کی دفعۃً سحر ہوجانا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، لاسيما على حبيبه المصطفى وآله وصحبه الكرام الشرفاء وعلينا معهم دائماً أبداً [وبعد:]

اس میں فقیر احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی غفر الله تعالٰى له ذنبه الماضي والآتی نے جناب مولوی محمد یعقوب علی خاں صاحب دامت فیوضہ کی اس تحریر شریف کو جس میں تصویب مجیب گویا محض توطیہ اور اصل موضوع فقیر کا تخطیہ ہے مطالعہ کرکے نہایت شادمانی کی کہ الحمدللہ ابھی وہ لوگ باقی ہیں جنہیں اپنے نزدیک اظہار حق و ابطال باطل میں توفیر جِد و تشمیر ساعد منظور نظر ہے اگرچہ بتقدیر زبانی خطأ في الفكر واقع اور اصابت صواب سے حاجز و مانع ہو مگر اس کے ساتھ ہی سخت تأسف موجب تلہف مار بر خزینہ و سیر در لوزینہ بن کر یہ پیش آیا کہ ہوائے اختلاف کو صبائے صواب و نسیم انصاف سے دست و گریبان پایا۔ کاوش تدقیق ناخن بدل کہ سنگ ست و سخت تراوش تحقیق عرق منفعل کہ شور ست و کرخت اگرچہ جب اس مناظر کے طرز عجیب و وضع و ترکیب و انداز ہنر و پرداز تیغ و سپر کو بنگاہ غور دیکھیے تو دل گواہی دیتا ہے کہ حاشا یہ ناآزمودہ کاریاں جناب مولانا کے طریقہ جالشکری و وتیرہ نہر پروری سے بالکل جدا ہیں، یہ تو کوئی نہایت ہی نوآموز شخص ہے جسے اس کے نصیب نئے نئے میدان شیران خونخوار و ہزبران فیل شکار میں لائے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ تعجب ہوتا ہے کہ پھر مولانا دام فیضہ نے اس کی حرکات غیر منتظمہ کو اپنی طرف نسبت فرمانے میں کیا فائدہ تصور فرمایا ہے۔ خیر بہر تقدیر کا نا ما کان، ادب و ہنر دونوں باگیں لیے ہوئے چند کلمات مجملہ اس طرح عرض کیے جاتے ہیں کہ روئے سخن پردگیان روپوش کی طرف ہو کہ مولانا کا ادب نہ جائے اور مطالبہ جواب جناب مولانا سے ہو کہ مطارحہ قاصرین سے عار نہ آئے وبالله تعالى التوفيق وبيده أزمة التحقيق!

قول القائل: مجیب اول کے دونوں جواب صحیح ہیں۔

اقول: ایک بھی نہیں۔

قولہ: اس پر الزام عدم تنقیح و نقصان تنقید کا صرف بایں اعتبار... الخ

اقول: بات سمجھ تو لیے ہوتے جبھی جواب پر کمر کستے، افسوس کہ اردو عبارت وہ بھی سلیس اور فہم معنی میں یہ کشاکش۔ اب سرے سے عرض کروں، زید کا دعویٰ تھا کہ ہمیشہ استقبال مقتدیان لازم ہے، عمرو کہتا تھا: جہات اربعہ یکساں، اور سب طرق مسنون۔ مجیب اول نے قول عمرو کی حرف بحرف تصحیح کی۔ مجیب ثانی غفر اللہ تعالٰی لہ نے اول قول زید کا ابطال پھر حکم مسئلہ مسئولہ کی تنقیح کی کہ تیامن افضل اور تیاسر بھی خوب، اور استقبال مقتدیان کا علی الاطلاق استنان کیسا؟ بعض صور میں تو جواز بھی نہیں، ہر آشنائے طرز کلام سمجھ سکتا ہے کہ یہاں روئے سخن جانب زید ہے، اس کلمہ کو مجیب اول پر مبنائے اعتراض ٹھہرانا اگر نافہمی ہے تو عجیب، اور تیسیر جواب کے لیے ہے تو سخت غریب، ہاں جہاں سے صورت چہارم کا ذکر شروع ہوا کہ باقی رہا رو بقبلہ بیٹھنا... الخ، اور اس میں مجیب ثانی نے کراہت و ممانعت نقل کی تو البتہ یہاں سے خطائے عمرو ظاہر اور جہات اربعہ میں تسویہ باطل ہوا۔ یہی مبنائے اعتراض و باعث الزام ہے کہ جب اس کا قول خطا و غلط سے خالی نہ تھا تم نے کیا سمجھ کر علی الاطلاق تصحیح کردی۔ کاش اتنا ہی دیکھا ہوتا کہ فقیر کے یہ الفاظ تفریعی۔ اور یہیں سے ثابت ہوا کہ قول عمرو بھی خطا غلط سے خالی نہیں... الخ۔ صورت چہارم یعنی استقبال قبلہ کے بعد مذکور ہیں یا شق سوم یعنی توجہ بمقتدیان کے ساتھ؟ افسوس یہ بھی نہ جانا کہ یہیں اسم اشارہ ہے جو مشار الیہ قریب کی طرف ناظر ہوتا ہے۔ حضرت من اگر مبنائے اعتراض صورت سوم تھی تو یہ تفریع وہیں ہوتی، فصل اجنبی پر کیا باعث تھا؟ خیر بعض غلط کاروں نے تو حرکت اجسام میں طفرہ روا رکھا تھا، اب کوشش مناظرین سے اسمائے اشارہ بھی رم آہو سیکھ کر طفرہ کی شلنگ بن گئے۔ ہاں یہ عذر بجا ہے کہ جس بنا پر فقیر کا اعتراض تھا قطعا لاجواب تھا، اب بنا بدل کر جواب کا موقع تو ملا اگرچہ عقلا انگشت بدنداں رہ جائیں۔ ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم.

قولہ: شرط فقدان مانع واسطے تصحیح اس کے قول کے بس ہے۔

اقول: بات نہ بدلیے، صورت چہارم کی طرف چلیے، وہاں مانع شرع مطہر ہے اس کا فقدان کیونکر متصور ہے۔

قولہ: ورنہ جس صلاۃ مکتوبہ کے بعد سنن مؤکدہ... الخ۔

اقول: یک نشد دو شد، میرا کلام نہ سمجھے تو کلام غیر تھا، اپنی بات سمجھنے میں کیا زہر تھا، خود ہی قید امتداد لگائیے اور آپ ہی اس بنا پر تیامن و تیاسر ناروا ٹھہرائیے۔ کیا جتنی دیر میں آدمی لا إله إلا الله وحده، لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد یا لا إله إلا الله وحده، لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم ولا نعبد إلا إياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا إله إلا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون. پڑھ لے کہ بعد سلام ان کا پڑھنا احادیث صحیحہ میں وارد اور کلمات فقہا اس کے مساعد اس قدر دیر میں یمین و یسار پھرنا ممکن نہیں؟ شاید انحراف کے لیے کچھ گھنٹے درکار ہیں؟ ہائے رے آدمی کی بے وقعتی کہ اسم اشارہ سے بیجان چیز

جس کی کل دو تین حرف کی کائنات وہ تو ایسی جستیں بھرے کہ طرفۃ العین میں دنیا کے اِس پار یا اُس پار، اور آدمی سا جاندار ایسا افتادہ دیوار کہ ہلتے ہلتے سالہا در کار، خیر جب ہم فساد مبنیٰ ثابت کر چکے تو اس بنا کے صلاح وسقم سے کیا بحث۔

قولہ: پس متعرض بعض شقوق مستثناۃ...الخ۔

اقول: مجیب ثانی نے نہ کسی صورت مستثنیٰ کی بنا پر اعتراض کیا نہ کسی اور مستثنیٰ کو چھوڑ دیا، نہ یہاں کوئی مستثنیٰ نہ اس کے اعتراض کا یہ مبنیٰ، خدا جانے مناظر صاحب کس سے لڑ رہے ہیں اور کون سے وقت کے پھول منہ سے جھڑ رہے ہیں، الٰہی توفیق تحقیق رفیق فقیر فرما، آمین۔

قولہ: اور جب تکلم مثل تقدم وتاخر وانحراف وغیرہ کے موجب اندفاع کراہت الی آخر ما نقل الحیث۔

اقول: سبحٰن اللہ. بس حدیث ہو اور آپ جیسا محقق اے حضرت! ع:

فہم کا حوصلہ معلوم ہے بس جانے دو

واوفراہ! ان سے کیا تعجب جنھیں تقلید ائمہ دین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین عار نہیں، خزی مبین ہے۔ عجب تو مولانا سے کہ باوجود حنفیت تسلیم کرتے ہیں کہ مجیب اول کے دونوں جواب صحیح حالانکہ علمائے حنفیہ کے نزدیک فرض وسنن میں فصل بالکلام مخالف سنت ومسقط اثابت یا رأسا مبطل سنیت، والمسئلۃ شهير وفي الكتب سطير اور اگر تقلید سے کنارہ کش ہو کر گفتگو ہے تو ہمیں خود ہی یقین ہے کہ مناظر صاحب ضرور اپنا مطلب حدیث سے ثابت ہی کر لے جائیں گے اور وہ بھی اس کے مقابل جسے حضرت کی بارگاہ علوم پر خوب ہی اطلاع حاصل۔

جناب من! یہاں دو مسئلے ہیں: تنفل في محل الفريضة اور وصل التطوع بالمكتوبة، کہ ان دونوں میں نسبت عموم وخصوص مطلقا ہے۔ بر تقدیر عدم تحول اگر مثلاً فصل بالکلام بھی نہ ہو تو دونوں متحقق، ورنہ وصل مندفع اور اصل باقی۔ ہاں تحول ایسی چیز ہے کہ اس سے مفادونوں کا ارتفاع ہو جاتا ہے۔ حدیث میں امر ثانی سے مطلقاً منع فرمایا اور امر اول سے صرف امام کو نہی وارد كما رويناه في الجواب.

اب حدیث امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ جس میں دربارۂ مقتدی بحث ہے وہاں بنگاہ غور دیکھیے کہ امیر نے کس بات پر بحث فرمائی، کس امر سے منع کیا، دلیل میں کیا لفظ آیا، ذرا ایک بار میرے کہنے سے دیکھ لیجیے کہ الفاظ امیر لا تصلها بصلاة ہیں۔ یا۔ لا تتطوع في محلها؟ اور مبانی دلیل لا نصل بصلاة ہیں یا لا نتنفل في مقام الفريضة، تو یہ حدیث امیر بعینہ اسی مسئلہ میں ہے جس میں حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بحضور حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ فتوٰی دیا اور مقبول بارگاہ عرش جاہ رہا، وہ حدیث آپ کو یاد نہ ہو تو میں عرض کروں۔

أخرج أبو داود في "سننه" والحاكم في "الصحيح المستدرك" عن سيدنا أبي رمثة رضي الله تعالى عنه وهذا لفظ حديث الحاكم قال: كان أبو بكر وعمر يقومان في الصف المقدم عن يمينه صلى الله تعالى عليه وسلم وكان رجل قد شهد التكبيرة الأولى من الصلاة فصلى نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم ثم سلم عن يمينه وعن يساره حتى رأيت بياض خده ثم

انفتل کا نفتال أبي رمثة يعني نفسه فقام الرجل الذي أدرك معه التكبيرة الأولى ليشفع فوثب إليه عمر فأخذه بمنكبه فمذه ثم قال اجلس فلم يهلك أهل الكتاب إلا أنه لم يكن بين صلا تهم فصل فرفع النبي ﷺ بصره، فقال: «أصاب الله بك يا ابن الخطاب»[۱].

شاید آپ نے حدیث امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لفظ: «قمت في مقامي» دیکھ کر یہ مغالطہ کھایا اور اس قدر خیال نہ فرمایا کہ تحقق خاص کے لیے وجود عام ضرور ہے جب تک قیام فی المقام نہ ہوگا وصل کیونکر متصور ہوگا، یہ لفظ اسی مسئلہ کی تصویر کے لیے تھے، آگے طرز تقریر کو کون دیکھے سمجھے اب اس میں کسے کلام ہے کہ فصل کلام رافع کراہت وصل ہے مگر اس مسئلہ کا تو یہاں ذکر بھی نہ تھا کلام مسئلہ تنفل فی محل الفريضه میں ہے جس سے نہی صرف امام کے حق میں وارد، یہاں ثابت کیجیے کہ باتیں کرنا رافع کراہت ہے جس طرح فقیر نے حدیث "ابی داؤد" و "ابن ماجہ" سے لا يصلي الإمام في مقامه الذي صلى فيه المكتوبة حتى يتنحىٰ عنه روایت کیا، آپ کسی ایسی حدیث میں کہ دربارۂ احکام معتبر ہو حق تکلم دکھادیجیے ودونه خرط القتاد!.

چلو خیر جس طرح ہم نے عدم تنقیح و نقصان تنقید کا سچا الزام قائم کیا تھا آپ نے عدم تتبع و استقرائے حدیث کا طعن تو کر لیا اگرچہ بزور زبان ہی سہی، إنا لله وإنا إليه راجعون! وصلى الله تعالىٰ على سيدنا ومولنا محمد وآله وأصحابه أجمعين. پھر عرض کیے دیتا ہوں کہ یہاں تک مخاطب وہ مناظر صاحب ہیں جنھیں باوجود ان کی پردہ گزینی کے فقیر نے طرز عبارت کی چلن سے دیکھا اور مطالبہ جواب مولانا سے ہے جنھوں نے بمصلحت ان کی طبع آزمائیوں کو اپنی طرف نسبت فرمایا والسلام خير ختام وعلى الله التوكل وبه الاعتصام يوم الجمعة المباركة لثلاث بقين من شهر ميلاد النبي عام تسع وتسعين بعد الألف والمئتين (۱۲۹۹ھ)

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

بمحمد المصطفى النبي الأمّي ﷺ

حوالہ: "الأسد الصوؤل على اجتهاد الطرّار الجهول" ص۷تا۱۷

شریعت میں ثواب پہنچانے کے لیے کوئی دن مقرر نہیں، جب چاہیں کریں

مسئلہ ۲۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کہ۔۔۔

اکثر مسلمان بارھویں ربیع الاول کو فاتحہ جناب سرور کائنات مفخر موجودات حضرت احمد مجتبٰی محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کرتے ہیں اور گیارھویں ربیع الآخر اور نیز ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو فاتحہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اور نیز دیگر اولیاء اللہ کی فاتحہ بہ تعیین وتخصیص تاریخ ویوم کیا کرتے ہیں اور اس تعیین کو واجب ولازم اور موقوف علیہ ایصال ثواب کا نہیں جانتے، اور حقیقت فاتحہ مروجہ اہل اسلام یہ ہے کہ کھانا یا شیرینی بزرگانِ دین وصلحائے مومنین یا فقرا ومساکین کے سامنے پیش کرتے ہیں اور بغرض تبرک اور زیادت ثواب اُن بزرگوں اور فقرا اور صلحا سے دعا واسطے حصول برکت کے چاہتے ہیں اور وہ بزرگانِ دین وغیرہم مثلاً الحمد شریف وسورۂ اخلاص یا پنج آیت یا اور آیات قرآنیہ پڑھ کر ثواب اس قراءت اور اس طعام وشیرینی کا بجناب اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا دوسرے ولیوں اور بزرگوں کو موافق درخواست صاحب طعام وشیرینی بخش دیتے ہیں اور کبھی اہلِ محفل قرآن خوانی کرکے

ثواب اس کا بروحِ میت بخشتے ہیں کبھی خود صاحب طعام کھانے وغیرہ پر فاتحہ وقل ودُرود شریف وغیرہ پڑھ کر اور ثواب پہنچا کر کھانا کھلاتا ہے اور شیرنی تقسیم کرتا ہے کبھی بعد کھانا کھلانے کے کھانے والوں سے فاتحہ ودعا کا مستدعی ہوتا ہے اور وہ کھانے والے فاتحہ اور درود وقل وغیرہ پڑھ کر ثواب اس قراءت اور اس کھانے کا اُن بزرگ یا اُس میت کی روح کو بخش دیتے ہیں اور کبھی وہ مکان جس میں صلحاء وفقراکو بٹھلانا منظور ہے جھاڑو وغیرہ دے کر صاف وپاک کرلیتے ہیں۔ کبھی اُس جگہ پر جہاں فاتحہ ومجلس ہوگی پُوتنہ پھروالیتے ہیں اور یہ سب امور جھاڑو بہارو لیپنا پوتنا صرف بغرض نظافت وصفائی وتطییب قلوب مومنین ہوتے ہیں نہ کسی اور غرض سے آیا یہ سب باتیں جو سوال میں مذکور ہوئیں جائز ہیں یا ناجائز اور موافق شرع کے ہیں یا مخالف اور جو شخص ان امور کو بدعت سیئہ اور بُرا کہے اُس کا کیا حکم ہے اور یہ کہنا اُس کا صحیح ہے یا غلط۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم اللّٰھم لَکَ الْحَمْد

فی الواقع اُمور مذکورہ سوال جائز ومطلوب ومستحب ومندوب ہیں اور منکرین کے اقوال منکرہ باطل ومکذوب۔ ان تمام اُمور کی تحقیق انیق ومنیر رسائل وفتاوائے فقیر غفرلہ المولے القدیر میں مکتوب وسطیر اور ان کی تجویز وتحسین میں کلام علمائے کرام عرب وعجم معروف وشہیر ونامخفی وستیر اور خود یہ جواب عجاب مولانا فاضل مجیب کامل لبیب جزاہ القریب خیراً ویثیب وسلمہ بسلامۃ اللہ ونور سراج الدین بسناہ وذکاہ کہ فقیر نے مواضع متفرقہ سے اجمالاً مطالعہ کیا۔ حصولِ اصول فصول ووصول نصول باعناق فضول کو وافی وکافی ہے اور اُس کا خلاصہ مرام وفذلك کلام بشرط إنصاف وتجنب اعتساف مرض جہل کا نافی وشافی واللہ الهادي وولي الأيادي واللہ سبحانه أعلم وعلمه تعالٰی أتم وأحکم۔

کتبہ: عبدہ المذنب أحمد رضا البریلوي عفي عنه

بمحمد المصطفٰی النبي الأمي ﷺ ۱۳۰۱ھ

(حوالہ "عمدۃ الفاتحہ سوال" صفحہ ۱۱ تا ۱۲ جواب صفحہ ۸۳ تا ۸۴)

عرسِ اولیائے کرام اگر منکراتِ شرعیّہ سے خالی ہو، جائز و مستحسن ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسئلہ ۲۶: از مقام اکلہ رسولپور ڈاکخانہ پر یحبت گڈھ ضلع میرٹھ مرسلہ منشی فدا حسین وحافظ عبدالحکیم وشیخ محبوب الٰہی صاحبان ۱۸/ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دربارۂ عرس متعارفہ مروجہ جو صوفیائے زمان روز انتقال اولیاء اللہ وغیرہ بزرگان کے مقابر پر ہمیشہ بقید تاریخ رحلت وصال مزبورہ بہ ثبوت اس کے کہ پیغمبر خدا ہر سال قبور شہدائے احد پر تشریف لے جاتے اور فرماتے: «السّلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار» اہتمام بلیغ رکھتے ہیں پس علمائے دین

وائمۂ مجتہدین واصحاب متصوفین متقدمین ومتاخرین اس امر میں جن کے قول وفعل باتفاق جمہور امت محمدیہ اولی الفضل والکمال وارباب الوجد والحال قابل التسلیم وواجب العمل ہوں جبکہ مجالس ہجوم زنان وتماشائے مردمان آثار شرکیہ وارتکاب معاصی نظارۂ اجنبیہ لہو ولعب وطوائفان رقاصات آلات مزامیر وغیرہ سے خالی ہوں کیا کیا حکم قائم رکھتے ہیں اور قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں اس کا وجود تھا یا نہیں اعنی اصحاب رسول اللہ وائمہ ہدی میں سے آیا کسی کی قبر کے ساتھ یہ عمل واقع ہوا یا فی الحال دیار عرب وعجم وغیرہ میں سلسلہ ہذا جاری ہے یا نہیں اور موجد اس کا کون شخص ہوا ہے۔ مجوزین جو اس پر حدیث مذکور پیش کر کے استدلال لاتے ہیں طرف ثانی سے ممنوع ہونے میں کیا جواب ہے۔ ہندوستان میں جن مقابر بزرگان پر ایام عرس وغیرہ میں طوائفان مزین ہو کر باساز ومزامیر رقص ومجرہ کیا کرتی ہیں ونیز اکثر گروہ نسواں اہل قبور سے بطریق حاجت برآری یعنی شرک منت ونیاز ویا زیارت مجتمع ہوتی رہتی ہیں۔ والیان ملک اسلام اور مسلمانان اہل اختیارات وذی قوت ایسے لوگوں کو کہ غیر ملحوظ احترام شریعت غرا اور رخنہ انداز ملت بیضا اور معلن بہ فسق وگناہ ہیں بزجر وسختی روک دیے جائیں یا نہیں اور در صورت عدم ممانعت ہر مسلمان صاحب قدرت سے مواخذہ روز حشر باقی رہے گا یا نہیں۔ عورتوں کو زیارت قبور کے باب میں اصح کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

الحمد لله وكفى، والصلاة والسلام على حبيبه المصطفى، وأله وصحبه وسائر العرفاء، أما بعد فسمعت هٰذه الرسالة العلالة لذي فضل ونبالة الولد الأعز الأغر قرة عيني وبهائي وزيني الفاضل المولوي محمد ظفر الدين جعله الله كاسمه ظفر الدين ومن حماة السنن ومحاة الفتن وكماة المؤيدين لَلدين المتين وتفعه بعلمه والمسلمين أمين! فحمدت الله رب الغلمين ورجوت أن سيكون إن شاء الله زهرنا ورداً وتالتنا بعونه وصونه دوحة مَيْدا بفضل الله ثم فضل الحبيب إنه سميع قريب مجيب عز علو عزه وجلاله وصلى الله على الحبيب وأله أمين!

فی الواقع عرس اولیائے کرام کہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو جائز ومستحسن ہے اور رقص فواحش ومزامیر محرمہ کا خلط جس طرح جہاں میں شائع قبیح ومستہجن اس پر اصرار فسق وجہالت اور اُس کا انکار وہابیہ کی ضلالت افراط وتفریط خطا وجہل ہے اور صراط مستقیم وسط وعدل، نعوذ بالله من الإفراط والتفريط ونسأله الثبات على الصراط الوسيط أمين! والله ﷻ أعلم.

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

الحمد كله لله، والصلاة والسلام على حبيبه ومصطفاه، وأله وصحبه وكل مَن اتبعه والاه،

[وبعد:]

نفس عرس وفاتحہ کا جواز واستحباب علمائے کرام اہل سنت نے اس طرح ثابت کردیا کہ کسی عاقل کو سوائے تسلیم کے چارہ نہیں جس کا نفیس خلاصہ اس رسالہ میں موجود۔ باقی عروض عوارض قبیحہ ولواحق غیر شرعیہ سے اگر کہیں کسی وقت عارض ہوجاتے ہیں نفس شئ مستحسن قبیح نہیں ہوسکتی والأمر كله ظاهر لا يحتاج إلى زيادة تطويل فقط والله تعالى أعلم.

حرره العبد المفتقر مطيع الرسول عبد المقتدر القادري الحنفي البدايوني خادم المدرسة القادرية عفا الله عنه. (حواله "مواهب أرواح القدس لكشف حكم العرس")

کتاب العقائد والکلام

عقائد وکلام ودینیات کا بیان

انبیائے کرام گناہوں سے پاک ہیں

مسئلہ: از چھاؤنی احمد نگر پلٹن ۱۲۵ ر مرسلہ منشی عنایت اللہ صاحب بوساطت جناب مولانا مولوی ضیاء الدین صاحب ۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس غیر مقلد کے اعتراض کے جواب میں جو رسالہ "المعتقد المنتقد" کو دیکھ کر ہم حنفیوں پر یوں اعتراض کرتا ہے:

اعتراض: حنفیہ جانتے ہیں کہ نبی "خطا کار" ہیں، حقیقت میں مذہب حنفی ایسا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی قدر ان کے نزدیک ہرگز نہیں ہے دیکھو "فقہ اکبر" ص ۹: "والأنبياء عليهم الصلوة والسلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر، وكانت منهم زلات وخطيات ومحمد صلى الله تعالى عليه وسلم حبيبه وعبده ورسوله ونبيه وصفيه ونقيه لم يعبد الاصنام ولم يرتكب صغيرة ولا كبيرة قط"[1]. اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے خطائیں کیں اور زلتیں ان سے ہوئیں اور زلت کو انہوں نے فعل حرام لکھا ہے، تو گویا کہ حنفیہ کے نزدیک نبیوں سے فعل حرام ہوئے ہیں۔

"نور الانوار": "أفعال النبي سوى الزلة أربعة أقسام: مباح ومستحب وواجب وفرض، وإنما استثنى الزلة؛ لأن الباب لبيان اقتداء الأمة والزلة ليست مما يقتدى به، وهى اسم فعل حرام وقع فيه بسبب القصد لفعل مباح فلم يكن قصده للحرام"[2]. اس سے واضح ہے کہ حضرت سے بھی فعل حرام ہوتا تھا اگرچہ بغیر قصد کے ہو (مختصراً) مہربانی کرکے اس کا جواب عطا فرمائیں۔

الجواب

یہ بے ہودہ وبے معنی اعتراض جس کا منشا صرف جہل وتعصب وبددیانتی وشوخ چشمی ودریدہ دہنی ہے، اس کے مفصل جواب کو مطول کتاب درکار۔ یہاں بقدر کفایت چند مجمل جملوں پر اقتصار۔

اولاً: مسلمان سنی صحیح العقیدہ کے سمجھنے کو بعونہ تعالٰی اسی قدر کافی ہے کہ یہ اعتراض ان نئے ناپاکوں کا اپنا ایجاد نہیں بلکہ

---

(۱) "الفقه الأكبر": ص ۹.
(۲) "نور الأنوار": ص ۲۱۱.

پرانے مجوسوں یعنی رافضیوں نے نہ فقط حنفیہ بلکہ تمام اہل سنت پر یہی اعتراض کیا اور علمائے اہل سنت نے ان اوندھوں کو تازیانہ (۴) جواب سے سیدھا کردیا۔ ان غیر مقلد صاحبوں فضلہ خواران روافض نے صرف اس میں اتنی تازگی کی کہ اعتراض میں خاص حنفیہ کا نام لیا تاکہ عوام جانیں یہ کوئی عقیدہ خاص حنفیوں کا ہے، دیگر اہل سنت اسے نہیں مانتے اور یوں ان کے دل میں حنفیت کی طرف سے شکایت پیدا ہو، حالاں کہ حنفیت وشافعیت کا اختلاف مسائل 2 فرعیہ نماز وروزہ وبیع وشرا میں ہے نہ کہ (معاذاللہ) عقائد الٰہیات ونبوات ومعاد میں۔

عقائد میں چاروں مذہب کے اہل سنت یک جان ویک دل ہیں، تو دھرم دھرم کی یہ تھی کہ سب اہل سنت پر اعتراض کیا ہوتا کہ اہل سنت کا مذہب ایسا ہے جس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کچھ نہیں، اس میں ہمارا یہ نفع تھا کہ عوام اہل سنت کو بھی کھل جاتا کہ معترض صاحب اہل سنت سے خارج گم راہ بددین ہیں، اور تمھارا ایک تو یہ نفع تھا کہ جھوٹ اور خیانت اور فریب دہی کی آفت سے بچتے۔ دوسرا یہ کہ تمھارے بڑے بھائی رافضی صاحب تمھیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے کہ شاباش شاگردو! ہم سے سیکھ کر اہل سنت کی مسلمانی وسنت پر منہ مارنا تو آگیا، امید ہے کہ آگے اور بڑے بول بھی چلو، جیسے غیر مقلدوں کے بڑے گرو نواب صدیق حسن بھوپالی آنجہانی صاف صاف بجرم ترویج تراویح امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو (معاذاللہ) بدعتی گم راہ لکھ کر اپنی قبر وحشر کے لیے بڑا سامان تیار کرکے لے گئے۔

خیر بہر حال بحمد اللہ تعالٰی حنفیہ خوش شاد ہیں کہ الحمدللہ ہم اہل سنت ہیں اور ہم پر اعتراض کرنے والے رافضی نحلت۔

اب اس کا بیان سنیے کہ یہ اعتراض غیر مقلد کی گڑھت نہیں رافضیوں کا پس خوردہ ہے اور فقط حنفیہ پر نہیں تمام اہل سنت پر ہوا، اور علمائے اہل سنت نے جواب دیا ہے، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی "تحفہ اثناعشریہ" میں رافضیوں کے مکروں کے بیان میں فرماتے ہیں: "کید چہارم آنست کہ می گویند کہ اہل سنت در اعتقاد عصمت انبیا قصور میکنند وصدور گناہ از انبیا تجویز می نمایند وشیعہ در حق انبیا اعتقاد کمال نزاہت وطہارت دارند، صغیرہ ونہ کبیرہ را، نہ قبل از نبوت نہ بعد ازاں نہ سہواً نہ عمداً از ایشاں تجویز می کنند، پس مذہب شیعہ اقرب بادب است از مذہب اہل سنت"(۱)۔

پھر جواب میں فرماتے ہیں: "ایں ہمہ افترا وبہتان وتحریف ومسخ ست، زیرا کہ اہل سنت کبائر را عمداً وسہواً بعد النبوۃ تجویز نمی کنند وصغائر را سہواً تجویز می کنند بشرطیکہ اصرار براں نشود وکذب را اصلاً لا عمداً ولا سہواً لا قبل النبوۃ ولا بعدھا تجویز نمی کنند"(۲)۔ پھر فرماتے ہیں: "دریں جا دقیقہ باید دانست کہ شیعہ در اکثر مسائل غلو می کنند واعلٰی درجات ہر چیز را مذہب خود می گیرند، ونظر بواقع ونفس الامر نمی نمایند، پس مذہب ایشاں موہوم وغیر واقع می شود بخلاف اہل سنت کہ دیدہ وسنجیدہ قدم می نہند وواقع ونفس الامر مکذب ایشاں نمی شود، ایں عقیدہ ہم از جملہ آں مسائل ست، زیرا کہ آیات واحادیث بے شمار ناطق ومصرح

(۱) "تحفة اثنا عشرية": ص ٤٨.
(۲) "تحفة اثنا عشرية": ص ٤٨.

اند بصدور زلّات از انبیاء اگر در عصمت غلو نمودہ آید وصدور مطلق جائز نہ گوئیم در تاویل ایں نصوص غیر از کلمات باردہ بدست نخواہد ماند پس از ابتدا معنی عمت رانبوعے باید فہمید کہ دریں ورطہ حیران نشویم" اھ ملخصا[1]۔

ثانیا: یہ چراغ بکفی اور روافض کی رشید خلفی ملاحظہ ہو کہ "فقہ اکبر" شریف کی عبارت خود نقل کی جس میں امام الائمہ سراج الامہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاف ارشاد فرمایا کہ "تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جملہ گناہان کبیرہ وصغیرہ سب سے پاک ومنزہ ہیں پھر حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بالخصوص فرمایا: "کہ وہ اللہ کے حبیب وبندہ ونبی ورسول وبرگزیدہ وپاکیزہ ہیں جنہوں نے کبھی کوئی گناہ صغیرہ بھی نہ کیا"، پھر اس عبارت کو اس افترا کی سند بنانا ہے کہ حنفیہ کے یہاں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہرگز قدر نہیں۔ سبحان اللہ! انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تمام کبائر وصغائر ہر قسم کے گناہ سے پاک ومنزہ جاننے میں ان کی قدر کیا ہوئی قدر تو جب ہوتی کہ تمھارے بڑے بھائی رافضیوں کی طرح زبانی دعوے وہ لمبے چوڑے ہو کر مانا یہ جاتا کہ انبیاء نے (معاذاللہ) کبیرہ گناہ بھی کیے ہیں۔ شاہ صاحب "تحفہ" میں بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں: "اعجب العجائب آنست کہ شیعہ باوصف ایں اعتقاد دور ودراز در کتب خود از ائمہ معصومین روایت می کنند اخبار یکہ دلالت بر صدور گناہان کبیرہ از انبیا می کند بعد از نبوت، روی الکلینی باسناد صحیح عن أبي یعقوب عن أبي عبد الله علیہ السلام أن یونس علیہ السلام قد أتی ذنباً کان الموت علیہ هلاکاً"[2].

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم. نہیں نہیں حنفیہ بلکہ تمام اہل سنت کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کیا قدر ہوتی، ان کی قدر تو غیر مقلد صاحبوں کے یہاں ہے کہ بات بات میں انہیں "ناکارے لوگ" کہیں "چوڑھے چمار" گائیں "مر کر مٹی میں ملنا" کہیں نماز میں ان کی طرف خیال لے جانے کو اپنے "گدھے کے تصور میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر" بتائیں۔

ألا لعنة الله علی الظالمین الذین یؤذون الله ورسوله ولهم عذاب مهین.

اس مبحث کی قدرے تفصیل کے لیے رسالہ **"الکوکبة الشهابیة في کفریات أبي الوهابیة"** ملاحظہ ہو۔

مگر معترض صاحبوں نے یہاں شاگردی روافض پر قناعت نہ کی بلکہ آریوں پادریوں وغیرہم کھلے کافروں کی بھی تقلید کی، وہ کفار (معاذاللہ) قرآن عظیم پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں خدا کو عیاذاً باللہ (خاک بدہن ملعونان) "مکار" بتایا ہے۔ قال تعالٰی: ﴿ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾[3] ان کافروں نے نہ جانا کہ لفظ کے معنی اختلاف زبان ومحاورہ سے مختلف ہوجاتے ہیں، "مکر" بمعنی فریب ودغا وایصال ضرر خفیہ بنا مستحق مذموم ہے، اور اردو میں اس معنی پر شائع اور بمعنی "تدبیر خفیہ" اضرار مستحق سزا ہرگز مذموم نہیں، اور عرب اسی معنی پر اس سے تمدح کرتے ہیں۔ خالد بن ولید نے کفار سے فرمایا کہ "اگر تم مکر چاہو

---

(۱) "تحفة اثنا عشرية": ص ٤٨.
(۲) "تحفة اثنا عشرية": ص ٤٩.
(۳) "القرآن": [۳: آل عمران: ٥٤].

تو واللہ کہ ہم جڑ ہیں مکر کی"(۱)۔ پھر صدور فعل اور شی ہے اور اطلاق مشتق کہ مفید معنی عادت ہو چیزے دیگر۔ اتفاقاً کسی سے کسی کام میں بھول ہو جائے تو اسے "بھلکڑ" نہ کہیں گے نہ اتفاقی لغزش پر "خطاکار"۔ زبان اردو میں اس کا اطلاق جانب معصیت تبادر رکھتا ہے، اور نہ فقط اردو بلکہ عربی میں بھی اسم فاعل معنی تعود و خوگری کی طرف مشعر ہوتا ہے، تو وہ عبارت جس میں صراحۃً تصریح ہو کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر بڑے چھوٹے گناہ سے مطلقاً پاک و منزہ ہیں اس سے یہ معنی تراشا کہ حنفیہ جانتے ہیں کہ نبی خطار کار ہیں وہی آریہ و پادریہ کیہ زلہ خواری ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک اللہ مکار ہے ع:

شنشنة أعرفها من أخزم(۲)

حنفیہ پر محض اِفتراء ہے کہ ان کے نزدیک (معاذاللہ) کسی نبی کا کوئی فعل معصیت وحرام وناروا ہے

ثالثاً: حنفیہ پر محض افترا ہے کہ ان کے نزدیک (معاذاللہ) کسی نبی کا کوئی فعل معصیت و حرام و ناروا ہے، منہ پر آنکھیں ہوتیں تو سوجھائی دیتا کہ یہیں یہیں اسی عبارت میں تو صاف ارشاد ہوا ہے کہ تمام انبیا ہر چھوٹے بڑے گناہ سے مطلقاً پاک و منزہ ہیں، پھر یارب وہ کون سا حرام ہے کہ اصلاً گناہ نہیں؟

ائمہ حنفیہ وعلمائے اہلِ سنّت کے نزدیک زَلّتِ انبیاء کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ افضل کو چھوڑ کر فاضل کا اختیار فرمانا

حرام بھی اگر گناہ نہ ہوا تو کیا چیز گناہ ہوگی؟ بلکہ ائمہ حنفیہ و علمائے اہل سنت کے نزدیک زلت انبیا کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ افضل کو چھوڑ کر فاضل کا اختیار فرمانا۔ اسے اصلاً گناہ سے کچھ علاقہ نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کی عظمت شان و جلالت قدر کے باعث کبھی ترک افضل پر ان کا مولیٰ کمال لطف و رحمت کے ساتھ عتاب محبت فرمائے کہ "حسنات الأبرار سيأت المقربين"، لہٰذا "منح الروض الأزهر" میں عبارت مذکورۂ "فقہ اکبر" کی شرح میں فرمایا: (خطيات) أي: عثرات بالنسبة إلى مالهم من أعلى المقامات وسنى الحالات"(۳).

اسی میں ہے: أما قوله تعالى: ﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ﴾ ...الآية(۴) وكذا قوله تعالى: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى﴾ ...الآية(۵). فمحمول على ترك الأولى بالنسبة إلى مقامه الأعلى"(۶).

---

(۱) "فتوح الشام": ۱/ ۵۷.

(۲) ع "نطفہ کو میں پہچانتا ہوں، ابن اخزم کا ہے" یہ دراصل ابواخزم طائی کے شعر کا مصرعہ ثانی ہے، جو زبان عرب میں بطور مثل مشہور ہے، یہ عام طور پر کسی شخص کے کسی کی بری عادت میں مشابہ ہونے کو بتانے کے لیے مستعمل ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اسے یہاں اسی غرض سے بیان کیا ہے اور بتانا چاہا ہے کہ ان لوگوں میں انبیائے کرام کی گستاخیوں کی عادت آریوں اور پادریوں کی طرح ہے کہ وہ لوگ بھی انبیائے کرام کی بارگاہوں میں خوب گستاخیاں کرتے تھے۔

(۳) "منح الروض الأزهر شرح الفقه الأكبر": ص ۱۷۱.

(٤) "القرآن": [۹: التوبة: ٤۳].

(٥) "القرآن": [۸: الأنفال: ٦۷].

(٦) "منح الروض الأزهر شرح الفقه الأكبر": ص ۱۸۱.

اہلِ سنت وجماعت کی دو عظیم جماعتیں ہیں: اشعریہ اور ماتریدیہ

اہل سنت و جماعت کی دو عظیم جماعتیں ہیں: اشعریہ تابعان امام اجل ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور اکثر شافعیہ اسی مسلک پر ہیں۔ اور ماتریدیہ پیروان امام علم الہدی ابوالمنصور ماتریدی قدس سرہ اور حنفیہ اسی مشرب پر ہیں۔ ان دونوں امام ہمام نے تصریح فرمائی کہ زلت انبیا کا حاصل صرف ترک افضل واختیار فاضل۔ امام جلیل الشان کبیر القدر شیخ الاسلام عبدالعزیز بن احمد بن بخاری علیہ رحمۃ الباری "کشف الاسرار لشرح اصول امام فخرالاسلام بزدوی قدس سرہ القوی" میں فرماتے ہیں: قال الشیخ أبو الحسن الأشعري رضی اللہ تعالیٰ عنہ في عصمة الأنبياء وليس معنى الزلة أنهم زلوا عن الحق إلى الباطل وعن الطاعة إلى المعصية ولكن معناها الزلل عن الأفضل إلى الفاضل والأصوب إلى الصواب وكانوا يعاتبون لجلال قدرهم ومنزلتهم ومكانتهم من الله تعالى"[۱].

یعنی امام ابوالحسن اشعری نے عصمت انبیا میں فرمایا زلت کے یہ معنی نہیں کہ (معاذاللہ) حق سے باطل یا طاعت سے معصیت کی طرف لغزش ہوئی بلکہ یہ معنی ہیں کہ افضل سے فاضل اور زیادہ صواب سے صواب کی طرف نزول واقع ہوا، اور ان کی اس جلالت قدر و منزلت وعزت و وجاہت کے سبب جو انہیں بارگاہ عزت میں ہے اس ترک اولیٰ پر بھی عتاب محبت و لطف ورحمت کیا جاتا ہے۔ محقق علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد فناری علیہ رحمۃ الباری "فصول البدائع فی أصول الشرائع" میں فرماتے ہیں: "قال علم الهدى هي ترك الأفضل، أي: من الأنبياء علیہم السلام"[۲] یعنی امام علم الہدی ابومنصور ماتریدی نے فرمایا کہ زلت ترک افضل کا نام ہے۔

اور اس افضل سے بھی مراد وہ ہے جو انبیاء علیہم الصلاۃ والثنا کی عظمت شان کے لائق ان کے لیے افضل تھا، ورنہ ان کا مفضول کام بھی صدیقین کے افضل کے افضل از افضل فعل سے افضل۔ تابدیگراں چہ رسد۔

دیکھو! بحمد اللہ تعالیٰ یہ عقیدے ہیں حنفیہ کرام وامام اہل سنت نصرہم اللہ تعالیٰ کے۔ **ثم اقول:** فعل کہ بلاقصد صادر ہو ہرگز حرام یا معصیت بلکہ اقسام خمسہ سے کچھ نہیں ہوسکتا کہ یہ تقسیم افعال مکلف من حیث ہو مکلف کی ہے نہ کل ما یصدر عن المکلف کی۔ حرکات نبض ورعشہ وتنفس طبعی وأمثال ذالك کو فرض واجب سنت مندوب مباح مکروہ حرام کچھ نہیں کہہ سکتے، تکلیف افعال اختیاریہ میں ہے، اور فعل اختیاری کو قصد لازم تو جو بلا قصد ہے مقسم ہی سے خارج ہے، اس کا حرام و معصیت ہونا ہرگز متصور نہیں، ہاں بنظر تشابہ صوری محض بطور مجاز کبھی اطلاق آتا ہے، جس کے معنی یہ کہ اگر اس فعل کا کوئی شخص قصد وارادہ کرے تو اس کے حق میں حرام و معصیت ہوگا۔

---

(۱) "كشف الأسرار عن أصول فخر الإسلام البزدوي": باب أفعال النبي صلی اللہ علیہ وسلم ـ ۳/ ۲۰۰.
(۲) "فصول البدائع في أصول الشرائع": ۲/ ۲۲۳.

انبیائے کرام مطلقاً معاصی سے پاک ومنزّہ ہیں

انبیائے کرام مطلقاً معاصی سے پاک و منزہ ہیں، خود انہیں علمائے کرام نے جابجا اس کی تصریح فرمائی۔ علامہ مدقق علائی "افاضۃ الانوار علی متن الانوار" میں فرماتے ہیں: "أفعال النبيﷺ الصادرة عن قصد ولذا قال (سوى الزلة) لأنها اسم لفعل غير مقصود في نفسه وليست بمعصية، وتسميتها بها في ﴿وَعَصَىٰٓ ءَادَمُ رَبَّهُۥ﴾ مجازاً"[1].

امام بخاری نے "کشف" میں ہاں آں کہ زلت کی وہی تفسیر مثل "نورالانوار" ذکر کی صاف فرمایا: "ولكن لا يصح وقوع ما هو معصية منه عن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام فإنهم عصموا عن الكبائر عند عامة المسلمين وعن الصغائر عند أصحابنا"[2] یونہی "بنانی علی الحسامی" میں باوصف تفسیر مذکور صریح تصریح کی: "أما الحرام والمكروه فلا يوجد في أفعال الأنبياء ﷺ لأنهم معصومون عن الكبائر عند عامة المسلمين وعن الصغائر عند أصحابنا خلافاً لبعض الأشعرية"[3] "نسمات الاسحار" میں فرمایا: وهذا الاختلاف إنما هو في جواز الوقوع وعدمه لا في الوقوع نفسه كما نبه عليه اللقاني في اتحاف المريد"[4].

متعصب بدمذہبوں کی عادت ہے کہ دیدہ ودانستہ حق کو باطل ٹھہرا کر اہلِ حق پر اعتراض کرتے ہیں

رابعاً: متعصب بدمذہبوں کی عادت ہے کہ دیدہ ودانستہ حق کو باطل ٹھہرا کر اہل حق پر ایسی بات سے اعتراض کرتے ہیں جس سے خود انہیں بھی مفر نہیں بلکہ ان پر اس کا ورد اشد واعظم ہو۔ غیر مقلدین اتباع ظواہر کا نام لیتے ہیں، ہم پوچھتے ہیں آیت ﴿وَعَصَىٰٓ﴾ تمہارے نزدیک کلام الٰہی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو صریح کافر ہو، اور اگر ہے تو تمہارے نزدیک وہ حق ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کھلے کافر ہو، اور اگر ہے تو اس فعل کا صدور سیدنا آدم علیہ السلام سے قصداً جانتے ہو یا سہواً؟ بر تقدیر اول صاف نص قرآن کے منکر ہو۔ قال تعالى: ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ ءَادَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُۥ عَزْمًا﴾[5] "اور بے شک ہم نے آدم کو ایک تاکیدی حکم فرمادیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا عزم نہ پایا"۔ بر تقدیر ثانی یہی وہ زلت ہے جس سے تم اہل سنت پر معترض تھے اور بحکم قرآن ناچار اس کے خود معترف ہوئے۔ فافهم إن كنت تفهم.

بدمذہبوں کا کتاب مستطاب "المعتقد المنتقد" پر افتراء

خامساً: یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ یہ اعدائے اولیاء اللہ براہ تقیہ اکثر اپنی تحریر وتقریر میں ادعا کرتے ہیں کہ ہم تو حضرت

(۱) "افاضة الأنوار على متن الأنوار": ص ۲۰۵.
(۲) "كشف الأسرار": ۳/ ۱۹۹.
(۳) "حاشية البناني على الحسامي": ۱/ ۳۸۱.
(٤) "نسمات الأسحار شرح إفاضة الأنوار": ص۲۰٦.
(٥) "القرآن": [طٰهٰ: ۱۱۵].

امام اعظم کے معتقد و مداح ہیں، انہیں امام مجتہد جانتے ہیں۔ ہمارے اعتراض تو آج کل کے حنفیہ پر ہیں اور حقیقۃً ان کے قلوب معدن العیوب میں خود حضرت امام انام وسائر ائمہ اسلام ہی سے بغض کی آگ دبی ہے، اب دیکھیے نا کہ نام لیا حنفیہ کا اور اعتراض کیا خود امام الائمہ امام اعظم کی کتاب عقائد "فقہ اکبر" شریف پر، اور کتاب مستطاب "المعتقد المنتقد" سے اس اعتراض واہی کو متعلق کرنا اعجب الاعجوبہ ہے، اس کتاب مبارک میں تو اس مضمون کا کہیں پتا بھی نہیں، و لے از مفتری نتواں بر آمد۔

ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم وصلی الله تعالی علیٰ انبیائه ورسله وسیدهم وآله أجمعین آمین. والله تعالى أعلم.

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأُمّي ﷺ

حضور اقدس ﷺ کے تمام اَوصاف و خصائصِ کمالیہ میں حضور کا شریک و ہمسر قطعاً محال بالذات ہے

مسئلہ ۱: ۶ر ماہ صیام فخام ۱۳۱۱ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ...

حضور اقدس ﷺ کا مثل ممکن ہے یا محال۔ وہابیہ کے ایک متکلم نے دلائل ذیل کہ اُس کے امکان پر قائم کیے صحیح و قبول ہیں یا باطل و مردود؟ بینوا توجروا.

نظیرِ رسول اللہ ﷺ ممتنع بالغیر ہے

خلاصہ تقریر اُس متکلم کا یہ ہے: نظیر رسول اللہ ﷺ ممتنع بالغیر ہے پس ممکن بالذات ہوا پس بلا خلاف متکلمین و مفسرین تحت قدرت داخل ہے۔ "شرح مواقف" میں ہے: "إن قدرته تعالى يعم سائر الممكنات أي: جميعها". اُسی میں ہے: "لأن الوجوب والامتناع الذاتيين يحيلان المقدورية".

(پھر ایک دلیل عقلی لکھتا ہے) جناب رسول اللہ ﷺ واجب ہیں یا ممتنع یا ممکن، شقین اولین تو ظاہر البطلان ہیں، تو لامحالہ آپ ممکن ہیں، اور یہ امر ثابت ہے کہ مثل ممکن کا ممکن ہے، اور جو ممکن ہے اللہ جل شانہ اُس پر قادر ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے مثل پر اللہ جل شانہ قادر ہے، اور یہ ظاہر کہ اگر مثل ممکن کا وصف امکان میں شریک نہ ہوگا تو وہ ممکن کا مثل نہ ہوگا والمفروض خلافه. (پھر ایک بھاری دلیل نہایت دعوے کے ساتھ لکھی ہے کہ یہ ایسی دلیل ہے کہ جس کے دیکھنے کے بعد عوام و خواص اور فہیم و کم فہم کسی کو انکار کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہے گی، وهو هذا)

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ "تفسیر کبیر" میں آیۃ: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا﴾ (۱) کی تفسیر میں صاف لکھتے ہیں: "أنها تدل علی القدرة علی أن يبعث في كل قرية نذيراً مثل محمد وأنه لا حاجة للحضرة الإلهية إلى محمد" انتهى ملتقطاً.

الجواب

اللہ عزوجل پر واجب نہ تھا کہ یہ کمالات عالیہ جو اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو محض اپنے فضل عظیم سے عطا فرمائے حضور کو عطا فرماتا، بلکہ ممکن تھا کہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جگہ احمد بن عبدالمطلب کو دیتا بلکہ کسی کو نہ دیتا بلکہ سرے سے عالم ہی نہ بناتا تو کچھ اس پر لازم نہ تھا، اس میں کسی کو نزاع نہیں جیسا کہ ارباب بصیرت کو بحمداللہ تعالٰی اس میں بھی اصلاً شک وشبہ نہیں کہ وہ اس تقدیر پر احمد بن عبدالمطلب نہ ہوتے مگر حضور پر نور، کما لا يخفى على ذوي النور کہ حضور اسی ذات کریم سے عبارت ہے جو حقیقۃ الحقائق وام الحقائق و مظہر اول وتعین اکمل وخلیفہ مطلق وبلاواسطہ مستفیض من الحق وبلا استثنا مفیض علی الخلق ہے عليه أكمل صلاة وأجمل سلام آمين.

اللہ تعالٰی کے سب نبی وصف نبوت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شریک ہیں

اور اس میں بھی نزاع نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعض اوصاف میں حضور کی مشارکت ممکن بلکہ موجود ہے، اللہ تعالٰی کے سب نبی وصف نبوت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شریک ہیں، نزاع مثل من حیث ہو مثل میں ہے، یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تمام اوصاف وخصائص کمالیہ میں حضور کا شریک وہم سر کہ ہر کمال کا ایک فرد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عارض ہوا اور دوسرا اس مثل مفروض کو۔ یہ قطعاً محال بالذات ہے کہ مثلیت بے اثنینیت واشتراک معقول نہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہزار ہا کمالات عالیہ قابلیت اشتراک بین الاثنین سے منزہ ہیں، جیسے: خاتم النبيين، أفضل المرسلين، أول من خلق الله، أول شافع، أول مشفع، أول من تنشق عنه الأرض إلى غير ذلك.

کہ اول وہ ہے کہ نہ جس سے پہلے کوئی ہو، نہ اس کے ساتھ کوئی ہو۔ یوں ہی آخر وہ ہے کہ نہ جس کے بعد کوئی ہو نہ اس کے ساتھ کوئی ہو، تو یہ ایک ہی پر صادق آسکے گا، اگر دوسرے کو بھی مثلاً خاتم مانو تو تین حال سے خالی نہیں، یا وہ حضور سے پہلے ہوگا تو وہ خاتم نہ رہا کہ حضور اس کے بعد ہیں۔ یا حضور کے بعد ہوگا تو (معاذاللہ) حضور خاتم نہ رہے کہ وہ حضور کے بعد ہے۔ یا حضور کے ساتھ ہوگا تو دونوں خاتم نہ رہے کہ ختمیت جس طرح منافی بعدیت ہے یوں ہی نافی معیت۔ وعلٰی ہذا القیاس اولیت۔ اور ظاہر کہ یہ استحالہ کچھ اس سے ناشی نہ ہوا کہ قرآن مجید میں حضور کو خاتم فرمایا۔ یا یہ اوصاف حضور کو عطا ہوئے۔ بلکہ اس سب سے قطع نظر کر کے ازل میں دیکھیے تو اس وقت بھی یہ اوصاف اشتراک بین الاثنین کے قابل نہیں۔ اور مثلیت بے اشتراک ناممکن۔ تو ثابت ہوا کہ استحالہ مثلیت نفس ذات یعنی نفس ذات وحدت کا متشابہ ہے۔ اسی کا نام محال بالذات ہے۔ اور یہاں معنی اول وآخر میں مخالفین

---

(۱) "القرآن": [۲۵: الفرقان: ۵۱].

کا کلام کرنا قطع نظر اس نافہمی سے کہ اس تقدیر پر کل واحد اول یا آخر نہ ہوگا بلکہ مجموع من حیث ہو مجموع، اور وہ نہیں مگر واحد، ما نحن فیہ میں محض فضول ہے۔ بالفرض اگر دو مقارنون کو بھی اول و آخر بول دیتے ہوں تو یہاں تو ایسا قطعا نہیں، بلکہ حضور کی اولیت و آخریت بالیقین اُسی معنی پر ہیں کہ نہ کوئی ساتھ نہ قبل یا بعد۔ یہ تقریر محفوظ رہے تو مخالفین کے تمام دلائل کی حقیقت کھل جائے کہ محل نزاع سے محض بیگانہ ہیں۔ اب اجمالاً اُس تقریر پریشان کا جواب بھی سُن لیجیے۔

قولہ: نظیر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ممتنع بالغیر ہے پس ممکن بالذات ہوا۔ **اقول:** سبحان اللہ کیا نفیس دلیل ہے جس کا صغری عین مدعی، اے عقل مند! یہی تو ثابت کرنا تمھارے ذمہ تھا کہ ممتنع بالغیر ہے، اس کا ثبوت ہضم اور دلیل تمام۔ یعنی ایسی تمام کہ نام ونشان کچھ باقی نہیں۔

قولہ: مثل ممکن کا ممکن ہے۔ **اقول:** ممکن کا مثل بایں معنی کہ اوصاف جزئیہ یعنی قابل الاشتراک میں اُس کا شریک یہ بے شک ممکن ہے، مگر اوصاف کلیہ میں مشارکت محال بالذات۔ ورنہ زید کلی ہو جائے۔ اور حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہزاروں اوصاف ایسے ہیں جن میں اشتراک کی گنجائش نہیں۔

قولہ: یہ ظاہر ہے کہ اگر مثل... الخ۔ **اقول:** یہ ظاہر ہے کہ اگر مثل واجب کا وصف وجوب میں شریک نہ ہوگا تو وہ واجب کا مثل نہ ہوگا، والمفروض خلافه تو واجب ہوا کہ واجب تعالٰی کا مثل واجب ہو حالانکہ محال بالذات ہے، ولا حول ولا قوة إلا باللہ العلي العظيم.

قولہ: امام فخر الدین رازی... الخ۔ **اقول:** لفظ مثل جس وصف کے ساتھ بولا جائے اگر صرف اُسی میں مماثلت بتاتا ہے نہ باقی میں تو عبارت تفسیر تمھیں کیا مفید، اُس سے صرف وصف انذار میں مشارکت نکلی، نہ (معاذ اللہ) جمیع اوصاف کمالیہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں۔ پھر اسے کون محال مانتا ہے، تمام انبیاء وصف انذار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شریک تھے، اگر اسی قدر پر قانع ہو تو مثل کو محال بالغیر کیوں کہتے ہو، لاکھوں کروڑوں موجود بالفعل ہیں۔ اور اگر تمام اوصاف میں شرکت بتاتا ہے تو امام رازی سے کیوں استناد کرو خود قرآن عظیم ہی سے نہ استناد کرو کہ فرماتا ہے: ﴿قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾[1] تمھاری اوندھی سمجھ پر آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ (معاذ اللہ) کفار تمام اوصاف کمالیہ میں حضور کے ہم سر تھے اور یوں سبھی قول بالوجود ماننا ہوگا استحالہ بالغیر کہ تقیہ کہا تھا دفع ہوگیا آپ سے فہم تحریر کی جرأت حضرات وہابیہ ہی کا کام ہے ولا حول ولا قوة إلا باللہ العلي العظيم واللہ ﷻ أعلم.

كتبہ: عبدہ المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

بمحمد المصطفى النبي الأمّي ﷺ

مہر۔۔۔ عبد المصطفٰی احمد رضا خان محمدی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ

(تحفہ حنفیہ ۱۳۲۴ھ، جلد ۱۰، پرچہ ۷، صفحہ ۹ تا ۱۲)

---

(۱) "القرآن": [٤١: فصّلت: ٦].

معراج مبارک مع جسم اقدس ہے

مسئلہ ۲: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدا سے معراج میں روحانی ملاقات ہوئی یا اسی جسم لطیف کے ساتھ؟

الجواب

معراج مبارک مع جسم اقدس ہے۔

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي صلی اللہ علیہ وسلم

جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حق دیکھا؛ کہ شیطان آپ کی وضع نہیں بناسکتا

مسئلہ ۳، ۴: از مراد آباد لعل باغ مرسلہ مولوی علی اکبر صاحب ۱۹/ رجب مرجب ۲۹ھ

بخدمت اقدس و اعلیٰ جناب مولانا مخدومنا زید مجدکم، بعد تبلیغ نیاز و شوق ملازمت از حد افزوں طرح طرح کے شکوک مستولی ہوتے ہیں۔ امیدوار کہ جواب سے ممتاز فرمایا جاؤں۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شکل مبارک میں شیطان متمثل نہیں ہوتا۔ نفس بھی متمثل ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو شناخت کیا ہے؟ آپ نے ایک کتاب میں فرمایا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاہ ولی اللہ صاحب کو وہ چیز عنایت فرمائی جس سے وہ مقام قدس تک پہنچ گئے۔ یہ شاہ صاحب نے قلمی کتاب میں تحریر فرمایا ہے یا مطبوعہ میں؟

میں خود شرف ملازمت حاصل کرتا مگر سخت بیمار ہوں، دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ صحت عطا کرے تو شرف ملازمت حاصل کرکے اور چند شکوک عرض کروں۔

الجواب

مولانا المکرم أکرمکم اللہ تعالٰی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امور متعلقہ دین میں جس امر میں شک ہو تاوقت انکشاف اجمالاً اتنا اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ میں نے وہ اعتقاد کیا جو اللہ عزوجل کے نزدیک حق ہے۔ اور دفع وسوسہ کے لیے آمنت باللہ ورسولہ اور ھو الأول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شيء علیم. پڑھنا اکسیر اعظم ہے۔ فوراً دفع ہوجاتا ہے۔ اور لاحول شریف کی تکثیر عنایت درجہ نافع ہے۔ مولیٰ عزوجل آپ کو صحت عاجلہ کاملہ عطا فرمائے آمین۔

جواب سوال اوّل

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متواتر حدیث میں فرماتے ہیں: «من رآني فقد رأى الحق فإن الشيطان لا يتمثل بي»[1] "جس

---

(۱) "سنن ابن ماجہ": باب رؤیۃ النبي صلی اللہ علیہ وسلم ــ ۲/ ۱۲۸٤.

نے مجھے دیکھا حق دیکھا کہ شیطان میری وضع نہیں بنا سکتا"۔ رواه الأئمة أحمد والبخاري ومسلم عن أبي قتادة والأولان والترمذي عن أنس والأخيران وأبو داود عن أبي هريرة وفي الباب غيرهم رضي الله تعالى عنهم أجمعين"[1]. نفس کا کسی دوسری شکل میں متشکل ہو کر دھوکا دینا مسموع نہیں۔ اگر واقع میں بھی اسے تمثل کی قدرت ہی نہ دی گئی جب تو جواب ہے کہ شیطان سے معنی عام مراد ہو جو نفس امارہ کو بھی شامل، یا حدیث بحکم دلالۃ النص اسے بھی مشتمل، وإلا لزم أن يكون الدليل أخص من المدعى. بہرحال نفس کا بھی شکل اقدس میں متمثل ہونا ہرگز ممکن نہیں۔ اور وجہ اس کی وہی مباینت کلیہ ہے۔ حق عزوجل حقیقت جامعہ ہے "یهدي من يشاء ويضل من يشاء" اور حضور انور اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خالص ہدایت ہیں اور نفس و شیطان محض اضلال تو ان کا صورت کریمہ میں تمثل باطل و محال، والحمد لله ذي الجلال. اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے کسی شناخت کی کیا حاجت۔ وہ خود اپنی آپ شناخت ہیں۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ والله تعالى أعلم.

جواب سوال دوم ۲

فقیر نے "انباء المصطفٰی" میں شاہ ولی اللہ صاحب کی یہ عبارت نقل کی ہے۔

"فاض عليّ من جنابه المقدس ﷺ كيفية ترقي العبد من حيزه إلى حيز القدس فيتجلى له كل شيء". "حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ قدس سے مجھ پر اس حالت کا علم فائض ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے مقام قدس تک کیونکر ترقی کرتا ہے کہ ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے"۔

یہ عبارت "فیوض الحرمین" کی ہے جو اب طبع ہو گئی ہے۔ صفحہ ۵۹ ملاحظہ ہو۔ والله تعالى أعلم.

کتبہ: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

ایک عالم عالمِ مثال ہے کہ عالمِ اَرواح سے کثیف تر اور عالمِ اَجسام سے لطیف تر ہے

مسئلہ ۵: مرسلہ محمد عبدالحکیم صاحب از سیالکوٹ رسالہ نمبر ۶۔ ۲۰ ربیع الاوّل شریف ۳۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ...

ایک شخص کہتا ہے کہ ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ اس آدم سے پہلے ایک کم دو لاکھ آدم ایسا ہی گزر چکا ہے۔ یہ کہنا کیسا ہے۔ بينوا توجروا.

الجواب

عالم شہادت میں صرف ایک آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ہاں ایک عالم عالم مثال ہے کہ عالم ارواح سے کثیف تر اور عالم اجسام سے

---

(۱) "صحیح مسلم": باب قول النبي ﷺ ـ ٤/ ١٧٧٥.

لطیف تر۔ دونوں کے درمیان ہے۔ اس میں ہر چیز کی بے شمار مثالیں ہیں۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی اللہ جانے کتنی تصویریں ہیں، دو لاکھ پر بھی حصر نہیں کر سکتے۔ قال اللہ تعالٰی: ﴿وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىٕنُهٗ٘ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ (۱).
(ہمارے پاس ہر شے کے بے شمار خزانے ہیں جس کو ہم معلوم اندازہ سے نازل فرماتے ہیں) مگر اس سے آدم علیہ السلام ایک سے زائد نہ ہو جائیں گے۔ آئینہ خانہ میں اگر آدمی جائے تو ہر طرف اپنی صورت کے بے گنتی دیکھے گا۔ مگر وہ ہے ایک ہی۔ واللہ تعالٰی أعلم.

کتبہ: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمّي صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن عظیم نے شہدائے راہِ خدا کو مُردہ کہنے سے منع فرمایا

مسئلہ ۶: مرسلہ جناب مولوی عبدالباری صاحب بنگالی طالب علم مدرسہ اہل سنت وجماعت میمن سنگھ محلہ باٹھ۔ ۵/ ذوالحجہ ۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ...
ایک شخص کہتا ہے کہ شہید کو باعتبار موتِ ظاہر مردہ کہیں گے اور دوسرا ایک شخص ہے وہ کہتا ہے کہ شہید محض مٹی ہے خواہ دفن کریں یا ایسا ہی کہیں ڈال دیں اور کہتا ہے کہ تو جو شہید کو جو کہ شخص مٹی اس کو مردہ کہتا ہے۔ لہٰذا تو کافر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں کون برسرِ حق ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب

قرآن عظیم نے شہدائے راہ خدا کو مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے اور صاف ارشاد فرمایا کہ وہ زندہ ہیں۔ قال اللہ تعالٰی: ﴿وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ (۲) (شہیدوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں خبر نہیں)۔
اور فرماتا ہے جل ذکرہ: ﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۙ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (۳).
"خبردار شہیدوں کو مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ تو اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ روزی دیئے جاتے ہیں۔ شاد ہیں اس پر جو ان کو اللہ تعالٰی نے اپنے فضل سے دیا اور اپنے پیچھے آنے والوں کی خوشیاں منارہے ہیں جو ابھی ان سے نہ ملے۔ اس لیے کہ نہ ان پر کوئی ڈر ہے نہ انہیں غم ہو۔ خوش ہیں اللہ کے احسان اور فضل سے اور اس سے کہ اللہ ایمان والوں کا نیگ ضائع نہیں کرتا۔"
جو شخص شہیدوں کو محض مٹی کہتا ہے قرآن عظیم کا منکر ہے۔ اس پر لازم ہے کہ نئے سرے سے ایمان لائے اور عورت رکھتا ہو تو نئے

(۱) "القرآن": [۱۵: الحجر: ۲۱].
(۲) "القرآن": [۲: البقرة: ۱۵٤].
(۳) "القرآن": [۳: آل عمران: ۱۶۹/ ۱۷۰/ ۱۷۱].

سرے سے اس سے نکاح کرے۔ اور اس کا وہ کہنا کہ خواہ دفن کریں خواہ ویسا ہی کہیں ڈال دیں یہ بھی شہدائے کرام کی صریح توہین ہے اور کلمہ کفر ہے۔ غرض بوجوہ اس پر تجدید اسلام لازم۔ اور پہلے شخص کا یہ کہنا کہ باعتبار موت ظاہری مردہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ بھی محض فضول اور نامناسب ہے۔ جب قرآن عظیم نے صراحۃً انہیں مردہ کہنے مردہ سمجھنے کی ممانعت فرمائی تو ان باتوں کی کیا حاجت ہے واللہ تعالٰی أعلم.

کتبہ: عبدہ المذنب أحمد رضا البریلوي عفي عنه
بمحمد المصطفی النبي الأُمّي ﷺ

ایک بے اصل رسم کی نشان دہی

مسئلہ ۱۱: کیافرماتے ہیں مفتیان شرع اطہر مسئلہ ذیل میں کہ۔۔۔

آج کل یہ رسم ہے کہ شب پانزدہم شعبان معظم کوکسی ظرف میں پانی بھر کر منہ دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس کا منہ نہ معلوم ہو وہ اس سال کے اندر مرجائے گا اس کے متعلق اکثر شواہد وواقعات پیش کرتے ہیں۔ پس ایسی عقیدت رکھنا اور اس پر یقین کرنا کیسا ہے اور اس کی اصل کا اصول اربعہ میں پتہ ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا.

الجواب

یہ محض بے اصل وبے بنیاد ہے اور اس پر یقین واعتقاد جہل ہے۔ واللہ تعالی أعلم.

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر جگہ حاضر ہیں، ہر مسلمان کے دل میں تشریف فرما ہیں

مسئلہ ۱۲: کیافرماتے ہیں علمائے دین زید کہتا ہے کہ۔۔۔

حضور علیہ السلام حاضر وناظر ہیں تمام احوال امت پر، عمر کہتا ہے کہ اس کا قائل کافر ہے ان میں سے کون حق پر ہے بینوا توجروا.

الجواب

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رب عزوجل فرماتا ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ ﴾[1] اے نبی ہم نے بھیجا تم کو شاہد اور بشارت دینے والا ڈر سنانے والا۔ اور فرماتا ہے: ﴿ فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا ﴾[2] کیسا دن ہوگا جب ہم ہر گروہ میں سے ایک گواہ لاویں گے اور تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لاویں گے۔

شاہد شہود سے ہے اور شہود حضور سے، شاہد مشاہدہ سے ہے اور مشاہدہ رویت ہے، تو وہ بیشک شاہد بیشک حاضر ہیں بیشک ناظر ہیں ﴿ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴾[3] طبرانی "معجم کبیر" میں اور نعیم بن حماد "کتاب الفتن" میں اور ابونعیم "دلائل" میں عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: «إن الله قد رفع لي الدنيا

---

(۱) "القرآن": [الأحزاب: ٤٥].

(۲) "القرآن": [النساء: ٤١].

(۳) "القرآن": [الأنعام: ٣٣].

فأنا أنظر إليها وإلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة كأنما أنظر إلى كفي هذه جليانا من الله جلاه لي كما جلاه للنبيين من قبلي» بیشک اللہ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے تو میں دیکھ رہاہوں دنیا اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں یہ اللہ کی طرف سے روشنی ہے جو اس نے میرے لیے کی ہے جیسے مجھ سے پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے کی تھی۔

رب عزّوجل فرماتا ہے: ﴿وَ كَذٰلِكَ نُرِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ﴾[1] اور ایسے ہی ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھاتے ہیں اپنی ساری بادشاہی آسمان وزمین کی تو جس چیز کو اللہ کی سلطنت سے خارج مانے وہی ابراہیم علیہ السلام سے غائب ہے لیکن کوئی چیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سلطنت سے خارج نہیں ہوسکتی تو آسمانوں اور زمینوں میں کوئی چیز ابراہیم علیہ السلام کی نگاہ سے غائب نہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "تفسیر کبیر" میں فرماتے ہیں: رب عزّوجل نے "ارانا" نہ فرمایا کہ انقطاع کا وہم دے بلکہ ﴿نُرِيْۤ﴾ فرمایا کہ تجدد وبقا پر دال ہو تاویل کی گنجائش بہت ہوتی ہے ظاہر لفظ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس ﴿كَذٰلِكَ﴾ کا مشار الیہ بتایا جائے، ہم ایسے ہی دکھاتے ہیں ابراہیم علیہ السلام کو ایسے کیا معنے؟ وہ دوسرا کون ہے جس کے دکھانے سے تشبیہ دی جارہی ہے کہ جیسے انہیں دکھائے اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے ہاں ہم سے سنو وہ مشبہ بہ وہ اصل الاصول کمالات وہ منبع بحار وانہار مرجع اضواء وانور کون ہیں؟

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کے صدقے میں اہل کمال نے کمال پایا۔ تمام فضائل انبیاء وکمالات انبیاء ان کے فضائل کا پرتو ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ امام اجل سیدی ابو محمد بوصیری قدس سرہ قصیدہ مبارکہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

وكلّ آيٍ إلى الرسل الكرام بها فإنما اتّصلت من نوره بهم
فإنه شمس فضل هم كواكبها يظهرن أنوارها للناس في الظلم
حتى إذا طلعت في الكون عم هدىٰ ها العلمين وأحيت سائر الأمم

عزت والے رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام جتنی نشانیاں لائے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے نور مقدس سے ان کو ملیں۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آفتاب فضل ہیں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ستارے ہیں کہ اندھیروں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا نور لوگوں کو پہنچاتے ہیں یہاں تک کہ جب اس آفتاب فضل نے طلوع فرمایا اس کی ہدایت سارے جہان کو عام ہوگئی اور اس نے سب مردہ دلوں کو جلادیا پہلے امام علیہ الرحمۃ قصیدہ مبارک "ام القریٰ" میں فرماتے ہیں:

كيف ترقى رقيك الأنبياء يا سمآء ما طاولتها سمآء
لم يداوك في علاك وقد حا لسنى منك دونهم وسنا

(۱) "القرآن": [الأنعام: ۷۵].

إنما مثلوا صفاتك للناس كما مثل النجوم الماءُ

کیونکر حضور ﷺ کے مرتبہ پر ترقی پائیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اے وہ آسمان جس سے کوئی بلندی میں مقابلہ نہیں کر سکتا، حضور ﷺ کی بلندیوں اور حضور ﷺ کی روشنی بیچ میں حائل ہوگئی انہوں نے تو اپنے کمالات میں حضور کے کمالات کی تصویر دکھائی ہے جیسے پانی ستاروں کی تصویر دکھاتا ہے تو یہ نظیر محیط کو تمام ملکوت السموت والارض کو عام ہے ابراہیم علیہ السلام نے کس سے پائی؟ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ان کی نظیر محیط کی تصویر ذوالصورۃ کے مشابہ ہوتی ہے اسی مشابہت کو تو فرماتے ہیں ﴿ وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ ﴾[1] "جامع ترمذی" و"سنن دارمی" وغیرہما کتب معتبرہ میں بروایات صحیحہ حضرت سیدنا معاذ بن جبل وغیرہ دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہے حضور نور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں: «أتاني ربّي في أحسن صورةٍ فقال لي يا محمد فيم يختصم الملأ الأعلىٰ»[2] میرا رب میرے پاس تشریف لایا ایسا تشریف لایا جو عقول سے وراء اور اس کے جلال وعزت کے شایان شان ہے اس نے فرمایا اے محمد ملاء اعلیٰ باہم کس بات میں مباحثات کرتے ہیں میں نے عرض کی اے میرے رب تو خوب جانتا ہے «فوضع يده بين كتفي فوجدت بردها بين ثديَّ»[3] اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا ٹھنڈک جس کی میں نے اپنے سینے میں پائی اس ہاتھ رکھنے سے کیا ہوا فرماتے ہیں «فعلمت ما بين المشرق والمغرب»[4] میں نے جان لیا جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے «فتجلى لي كل شيء وعرفت»[5] اور فرمایا یعنی میرا دیکھنا ایسا نہیں کہ اجمالی طور پر اشیاء سامنے حاضر ہیں مجمل طور پر دیکھ لیں اور پہچان میں نہ آئیں، نہیں میں نے سب کچھ دیکھا اور سب کچھ پہچانا۔

حضور کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا، حضور کے غلاموں میں سے ایک غلام اور کیسے غلام نہایت عزیز اور پیارے غلام، کیسے بیٹے نہایت محبوب بیٹے، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "السعداء والأشقياء يعرضون عليّ وإنَّ عيني اللوح المحفوظ". "بیشک تمام سعید اور تمام شقی مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں اور بیشک میری آنکھ لوح محفوظ میں ہے"۔ اور فرماتے ہیں ع:

نظرت إلىٰ بلاد الله جمعاً كخردلة علىٰ حكم اتصالي

میں نے اللہ کے تمام ملک کو اس طرح دیکھا گویا وہ ملک میرے سامنے ایک رائی کے دانہ کے برابر ہے۔

---

(۱) "القرآن": [الأنعام: ۷۵].
(۲) "سنن الترمذي": باب ومن سورة: ص ـــ ۵/ ۱۱۹.
(۳) "سنن الترمذي": باب ومن سورة : ص ـــ ۵/ ۱۲۰.
(٤) "المرجع السابق"
(۵) "سنن الترمذي": باب ومن سورة : ص ـــ ۵/ ۱۲۱.

حضرت سیدنا بہاء الحق والدین قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ نے فرمایا: مردوہ ہے کہ تمام روئے زمین اس کے سامنے کف دست کی مثل ہو، فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ مردوہ ہے کہ تمام روئے زمین اس کے سامنے انگوٹھے کے ناخن کے برابر ہو، غرض وہ بلا شبہ حاضر وناظر ہیں ان کا رب عزوجل فرماتا ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ﴾[1] اے ایمان والو سب اللہ کی طرف توبہ کرو توبہ میں یقیناً قطعاً شرعاً جلدی منظور ہے گھڑی بھر کی تاخیر منظور نہیں نہ یہ کہ مہینے دو مہینے کے لیے اٹھا رکھی جائے اور اب قرآن کریم سے پوچھیے توبہ کا طریقہ کیا بیان فرماتا ہے:

﴿ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴾[2].

اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور معافی چاہیں اور آپ بھی ان کے لیے معافی چاہیں تو ضرور اللہ کو پائیں گے توبہ قبول فرمانے والا مہربان توبہ ہم سے مانگتے ہیں اور فوراً مانگتے ہیں اور طریقہ یہ بتلاتے ہیں کہ ان کے حضور حاضر ہو کر توبہ کرو۔ اگر وہ دور ہیں تو فوری توبہ کیسے ممکن اور مدینہ طیبہ حاضر ہونا ہر مسلمان کو کیسے آسان اور اگر گیا بھی تو تاتریاق از عراق کا مضمون، نہیں نہیں یہی معنی ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر ہیں، ہر مسلمان کے دل میں وہ تشریف فرما ہیں، ہر مسلمان کے گھر میں وہ تشریف فرما ہیں۔ حضرت ملا علی قاری "شرح شفائے امام قاضی عیاض" سے اس مسئلہ کی دلیل میں کہ جب کسی تنہا مکان میں جاؤ جہاں کوئی نہ ہو یوں کہو "السلام علیك أيها النبي ورحمة الله وبركاته" فرماتے ہیں: "لأنّ روح النبي ﷺ حاضرة في بيوت أهل الإسلام". "حضور اقدس ﷺ کی روح تمام مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے"۔ یہ لفظ کی تصریح ہے کہ حضور ہر چیز پر حاضر وناظر ہیں ﷺ۔ جو شخص ایسے مسئلے کو جو قرآن عظیم اور حدیث صحیح وارشادات علماء سے ثابت ہے کفر کہے اپنے اسلام کی خبر لے ﴿ هُمْ لِلْكُفْرِ یَوْمَىٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِیْمَانِ ﴾[3] والله تعالى أعلم.

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه

بمحمد المصطفى النبي الأمّي ﷺ

(١) "صح الجواب والله أعلم بالصواب".

الفقیر الآثم محمد شفاعت الرسول قادری الرضوی البرکاتی رام پوری

(٢) "المجيب مصيب"

فقیر حمد اللہ کمال الدین المختص القادری المحمودی عفی عنہ بقلم خود

(٣) "أجاب الحبيب بطرز عجيب فلله در المجيب المصيب هو العالم الفاضل الكامل هو

---

(١) "القرآن": [التحريم: ٨].

(٢) "القرآن": [النساء: ٦٤].

(٣) "القرآن": [آل عمران: ١٦٧].

الأورع الألمعي اللبيب"

دستخط عبدالمعتصم بذیل سیدالمرسلین محمد نعیم الدین خصہ اللہ سبحنہ بمزید العلم والیقین

(۴) "الجواب صحیح وحضرت المجیب نجیح"

الفقیر مصطفی رضا القادری النوری عفي عنه بجاه النبي الأمي ﷺ

دستخط: احمد حسین رامپوری عفی عنہ مقیم درگاہ اجمیر شریف

(۵) "الجواب صحیح صحیح صحیح"

ابوالنصر محمد یعقوب حنفی القادری بلاسپوری

(۶) "الجواب صحیح"

امیر علی خاں بلہاری عنہ الباری مدرس مدرسہ جامع مسجد شاہجہان پور

(۷) "الجواب صواب"

محمد ظہور الحسین النقشبندی عفی عنہ مدرس اول مدرسہ اہل سنت وجماعت واقعہ بانس بریلی

(۸) "جواب صحیح ہے"

قاضی شرافت اللہ ساکن سنتھ واقع بلند شہر

(۹) "هذا هو الحق القراح والصدق الصراح"

حرره الفقير إلى الكريم النبوي واللطف الولوي محمدن المدعو بحامد رضا البريلوي القادري سقاه الله من نهر سنهل كرمه الحردى وحماه عن شر الجر المزدى.

(۱۰) "ذلك كذلك وإني مصدق لذلك"

ابوالعلی امجد علی الاعظمی رضوی عفي عنه

(۱۱) "المجيب اللبيب لا ريب مصيب مما أجاب فلله دره فيما اجتهد وأصاب".

دستخط أنا العبد الفقير الحقير المسكين محمد إكرام الدين البخاري عفي الله عنه الشهير بواعظ الإسلام خطيب وإمام في مسجد نواب وزير خان المرحوم المغفور ببلدة لاهور

(حوالہ "انوار شریعت" جلد ۲۔ ۳۸۲ تا ۳۷۶)

تقلید غیر ان شرائط پر کہ بحرالرائق ودرِ مختار وغیرہ میں مصرح ہیں، بالاتفاق جائز ہے

مسئلہ ۱۳: از ڈاکخانہ خسرو پور ضلع پٹنہ۔ مرسلہ ڈاکٹر محمد واعظ الحق صاحب سعد اللہ پوری

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ...

چاروں اماموں کی تقلید جیسا جس وقت موقع وقت ہو کرنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

اگر موقع ووقت سے مراد ضرورت شرعیہ ہے جس کے بغیر شرعًا چارہ نہیں تو اس محلِ ضرورت میں قدرِ ضرورت تک تقلید غیر ان شرائط پر کہ "بحر الرائق" و "دُرِّ مختار" وغیرہ میں مصرح ہیں۔ بالاتفاق جائز ہے اور اگر وقت وموقع یہ مراد کہ اپنی خواہش نفسانی کے مطابق جہاں جس بات میں مزہ پایا اختیار کرلیا تو یہی تلاعب بالدین ہے اور ناجائز وحرام. كما نص عليه الكرم. والله تعالى أعلم.

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمّي ﷺ
(حوالہ۔ تحفہ حنفیہ۔ جلد ۸، پرچہ ۹، ص ۱)

مسئلہ ۱۴: اولیاء اللہ کی کرامات بعد ممات کے بھی ظاہر ہوتی ہے یا نہیں یعنی جیسے حیات میں فیض ہوتا ہے ویسے ہی بعد ممات بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ بينوا توجروا من الله تعالى.

الجواب

بیشک فیض و امداد حضرات اولیائے امجاد قدسنا اللہ تعالی باسرارہم العزیزہ بعد رحلت و انتقال بھی باقی ہے مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالی علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں: "سوختن گویا روح را بے مکاں ساختن ست ودفن کردن گویا مسکن برائے روح ساختن ست بنا بریں از اولیائے مدفونین ودیگر مومنین انتفاع واستفادہ جاری ست و آنہارا افادہ واعانت نیز متصور راسخ"۔

اور اسی "فتح العزیز" میں ہے: "بعض خواص اولیارا کہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گرداند دریں حالت تصرف در دُنیا دادہ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد واویسیان تحصیل مطلب کمالات باطن از آنہا نمانیا۔ وارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند ومی یابند وزبان حال آنہا درالوقت ہم مترنم بایں مقال ست من آیم بجان کہ توآئی بتن"۔

خود شیخ الرئیس طائفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی "صراط المستقیم" میں لکھتے ہیں: "حضرت مرتضوی را کہ نوع تفضیل بہ حضرت شیخین ہم ثابت ست وآں تفضیل بجہت کثرت اتباع ایشاں دو ساطت مقامات و ولایت بل سائر خدمات ست مثل قطبیت وابدالیت واغوثیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضٰی تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشان ست وور سلطنت سلاطین وامارت امرایمت ایشاں راد خلی ست کہ ہر سیاحان عالم ملکوت مخفی نیست... الخ اس مسئلہ کی تحقیق میں ایک کتاب ضخیم تیار ہو سکتی ہے لیکن درخانہ اگر کس ست یکحرف بس است والله تعالى أعلم.

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمّي ﷺ

(حواله "كتاب نشاط السكين على حلق البقر السمين"، ص ١١٤).

مہر: أحمد رضا خان ولد مولوي محمد نقي علي خان ١٢٨٦

ہم کس منہ سے سیدنا امام اعظم اور سیدنا غوثِ اعظم کے درمیان تفاضل بیان کریں، وہ ہماری شریعت کے امام اور یہ ہماری طریقت کے امام مفرَد

مسئلہ ۱۵: از سورت محلہ سگراپورہ، مولوی اسمٰعیل مرحوم، مرسلہ سراج الدین ابن حافظ محمد بریوان ۲۷ صفر ۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ...

بطور اعتقاد اہل سنت کے آیا إمامنا الإعظم والأفخم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ افضل ہیں حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر یا عکس اس کا۔ بينوا توجروا.

الجواب

امام عبدالوہاب شعرانی "میزان الشریعۃ الکبریٰ" میں فرماتے ہیں: "الإمام أبو حنيفة رضي الله تعالى عنه سئل عن الأسود والعطاء وعلقمة أيهم أفضل فقال: والله ما نحن بأهل أن نذكرهم فكيف نفاضل بينهم". یعنی ایک روز امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سوال ہوا امام علقمہ وامام اسود شاگردان حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ، وامام عطاء ابن ابی رباح استاذ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین میں کون افضل تھا۔ فرمایا ہم ان کے ذکر کرنے کے قابل نہیں۔ نہ کہ ان میں ایک کو دوسرے سے افضل بتائیں۔

حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ ارشاد تواضعاً تھا۔ اور یہاں قطعاً حقیقت امر ہے۔ حاش للہ۔ ہمارے منہ اس قابل نہیں کہ حضور سیدنا امام اعظم یا حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کا نام پاک اپنی زبان سے لیں۔ یہ بھی رحمت الٰہیہ ہے کہ اس نے ہمیں اپنے محبوبوں کے ذکر کی اجازت دی ہے۔ ہم کس منہ سے ان میں تفاضل بیان کریں۔ وہ ہماری شریعت کے امام اور یہ ہماری طریقت کے امام مفرد۔

عہدہا بالب شیریں دہناں بست خدائے ماہمہ بندہ وایں قوم خداوندانند

اور یہاں اسی "میزان" میں انہیں امام شعرانی کا یہ قول "اعتقادنا أن أكابر الصحابة والتابعين والأئمة المجتهدين كان مقامهم أكبر من مقام باقي الأولياء بيقين". وارد ہے کہ حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بلا شبہ واصلان عین الشریعۃ الکبریٰ کے سرداروں میں سے ہیں اور اس کے واصلوں کو یہی امام شعرانی اسی "میزان" میں فرماتے ہیں:

"من أشرف على عين الشريعة الأولى يشارك المجتهدين في الاغتراف من عين الشريعة، فإنه ما ثم أحد حق له قدم الولاية المحمدية الا ويصير بأخذ أحكام شرعه صلى الله تعالى عليه وسلم من حيث أخذها المجتهدون وينفك عنه التقليد لجميع العلماء إلا لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ثم إن نقل عن أحد من الأولياء أنه كان

شافعياً أو حنيفياً مثلاً فذلك قبل أن يصل مقام الكمال"(۱).

(جو عین شریعت کے چشمہ صافی پر پہنچ جاتا ہے تو وہ اس نہر حقیقت سے چلو لینے میں مجتہدین کا شریک وسہیم ہوتا ہے۔ اور جو شخص ولایت محمدیہ کے درجہ عظمٰی پر فائز ہو جاتا ہے وہ وہیں سے احکام حاصل کرتا ہے جہاں سے ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔ اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا تمام علمائے امت کی تقلید سے آزادی ہے۔ اور بعض اولیاء کے بارے میں جو یہ آیا ہے کہ یہ حنفی یا شافعی تھے وغیرہ تو یہ ان حضرات کے مقام کمال تک پہنچنے سے پہلے کی بات ہے۔)

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ محی الدین ہیں، احیاء دین کے لیے قائم کیے گئے۔ اور مذہب حنبلی اسلام کا ربع ہے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدنا امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا: «جعلتك ربع الإسلام» ہم نے تمہیں اسلام کا چہارم کیا۔ یہ مذہب قریب اندراس تھا، لہٰذا اس کے احیاء کے لیے اس پر افتاء فرماتے۔ ہاں حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے حضرات عالیہ امام مالک و امام شافعی و امام احمد ومن بعدهم من الائمة الكرام رضی اللہ تعالٰی عنہم پر فضل تابعیت ہے۔ امام تابعی ہیں۔ رأى أنساً رضی اللہ تعالٰی عنہ. اور باقی حضرات میں اور کوئی تابعی نہیں۔

ملا علی قاری سے "مرقات" میں سہو واقع ہوا کہ امام مالک کو تابعی کہا

ومَا وقع من القارى في "المرقاة" من تابعية الإمام مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ، فسهو ظاهر لا يلتفت إليه. "اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالٰی سے "مرقات" میں جو یہ سہو واقع ہوا کہ حضرت امام مالک تابعی ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ قابل التفات نہیں"۔ گدائے قادری عرض کرتا ہے۔

صحابیت ہوئی پھر تابعیت — بس آگے قادری منزل ہے یا غوث
ہزاروں تابعی سے تو فزوں ہاں — وہ طبقہ مجملاً فاضل ہے یا غوث

واللہ تعالٰی أعلم.

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

کرامات سیدنا غوث اعظم حق ہیں

مسئلہ ۱۶: از بریلی مدرسہ منظر اسلام، مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب۔ ۱۶ ربیع الاول شریف ۳۸ھ

چہ می فرمودند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ...

بر طرف حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کرامتہا حق است مثل احیائے موتی و مرد شدن زن از دعائے ایشاں یا نہ؟

(۱) "الميزان الكبرى": فصل ــ ۱/ ۲۸.

الجواب

احیاء موتی حق است باسانید صحیحہ مروی وپسر شدن دختر مسموع ودر بعض رسائل مکتوب است۔ فاما سندش معلوم نیست۔

وهو تعالٰی أعلم.

کتبه: عبده المذنب أحمد رضا البریلوي عفي عنه
بمحمد المصطفی النبي الأمي ﷺ

علم غیب

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب اکرم کو تمام اوّلین وآخرین کا علم عطافرمایا، شرق تا غرب عرش تا فرش سب انھیں دکھایا

مسئلہ ۱: حضرات کرام علمائے عظام اہل سنت وجماعت دام فیضہم اِس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ...

(۱) زید دعوے سے کہتا ہے کہ حضرت سلطان الانبیا محبوب کبریا محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے تمام غیوبات کا علم عطافرمایا ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہوا۔ یا آئندہ ہوگا حتی کہ بدء الخلق سے لے کر جنت ودوزخ میں داخل ہونے تک کے تمام احوال اور اپنی اُمت کے تمام خیر وشر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالتفصیل پہچانتے ہیں اور جمیع اولین وآخرین کو مثل کفِ دستِ مبارک کے ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اور اس دعوے کے اثبات میں آیات قرآنی مثل: ﴿ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۞ ﴾ (۱) اور ﴿ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴾ (۲) اور ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ (۳) اور ﴿ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾ (۴).

وغیرہا من الآیات اور بکثرت احادیث صحاح اور اقوال علماء راسخین فقہاو محدثین ومفسرین پیش کرتا ہے، بکر اس عقیدے کو شرک وکفر کہتا ہے اور دعوے کرتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کچھ نہیں جانتے حتی کہ آپ کو اپنے اور اپنی اُمت کے خاتمہ کا حال بھی معلوم نہیں تھا۔ اور کہتا ہے کہ جو کوئی رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے علم ذاتی کہے وہ مشرک ہے اور جو کوئی یہ کہے کہ اللہ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا ہے وہ بھی مشرک ہے۔ اور اپنے دعوے کے اثبات میں "تقویۃ الایمان" کی عبارتیں پیش کرتا ہے۔ اب علمائے ربانی کی جناب میں بادب التماس ہے کہ اِن دونوں میں کون برسرِ حق اور موافق عقیدہ سلف صالح حضرات اہل سنت وجماعت کے ہے اور کون مبتدع اور ضال ومضل۔ بینوا توجروا۔

(۲) جو شخص شیطان کے علم کو رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم سے بڑھا کر کہے اس کا کیا حکم ہے۔

الجواب

اللھم لك الحمد عدد ما تعلم، صلِّ علیٰ مَن علّمته ما کان وما یکون وما لم یعلم، وکان

(۱) "القرآن": [٤:النساء:١١٣].
(۲) "القرآن": [٨١:التكوير:٢٤].
(۳) "القرآن": [٣:آل عمران:١٧٩].
(٤) "القرآن": [٧٢:الجن:٢٧].

فضلك عليه عظيماً، وعلیٰ آله وصحبه وسلم تسليماً، [وبعد:]
فی الواقع زید کا قول حق و صحیح اور بکر کا زعم مردود و قبیح ہے حضرت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم سید عالم کو تمام اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا، شرق تا غرب عرش تا فرش سب انہیں دکھایا، ملکوت السموات والأرض کا شاہد بنایا، روزِ اوّل سے قیامت تک کا سب ما کان وما یکون انہیں بتایا، جس کے دلائل کی کافی تفصیل بقدر حاجت مولانا الفاضلِ الکامل الجیب سلمہ المولی القریب المجیب نے بیان فرمائی۔

اور اگر کچھ نہ ہو تو قرآن عظیم شاہد عدل و حکم فصل ہے، قال تعالیٰ: ﴿ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾[1] وقال تعالیٰ: ﴿ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ ﴾[2] وقال تعالیٰ: ﴿ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ﴾[3].

اقول: جب قرآن مجید ہر شی کا بیان ہے اور اہل سنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں تو فرش تا عرش تمام کائنات جملہ موجودات اِس بیان کی احاطہ میں داخل ہوئے اور من جملہ موجودات کتاب لوح محفوظ بھی ہے تو بالضرور یہ بیانات محیط اُس کی مکتوبات کو بھی بالتفصیل شامل ہوئے، اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھ دیکھئے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿ وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴾ وقال تعالیٰ: ﴿ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴾. وقال تعالیٰ: ﴿ وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾.

نکرہ حیز نفی میں مفیدِ عموم ہے۔ نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے، بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں

اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ نکرہ حیز نفی میں مفیدِ عموم ہے اور لفظ کُل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل نہیں ہوتا۔ اور عام افادۂ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے، بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں، نہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو عموم قرآن کی تخصیص کر سکے گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن، اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اُس کے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہو سکے، تو بحمد اللہ تعالیٰ نہ فقط نص صریح بلکہ آیات محکمہ سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور ﷺ کو اللہ عزوجل نے تمام موجودات و جملہ ماکان ومایکون الی یوم القیمۃ مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ اور یہ علم قرآن عظیم کی، تبیاناً لکل شيء ہونے نے دیا۔ اور پُر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت و سورت کا، تو نزول جمیع قرآن سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہو:

---

(۱) "القرآن": [۱٦: النحل: ۸۹].
(۲) "القرآن": [۱۲: یوسف: ۱۱۱].
(۳) "القرآن": [٦: الأنعام: ۳۸].

﴿لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾[1] یا فرمایا جاتا: (لا تعلم) ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطہ علم مصطفوی کا نافی نہیں۔ آخر خود حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: «فتجلی لی کل شيء وعرفت».

علم الٰہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی

اور امام ترمذی و بخاری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اسے (معاذاللہ) شرک کہنا قرآن عظیم پر حرف رکھنا ہے۔ بصیرت کے اندھوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علم الٰہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی۔ وہ واجب یہ ممکن۔ وہ قدیم یہ حادث۔ وہ نامخلوق یہ مخلوق۔ وہ نامقدور یہ مقدور۔ وہ ضروری البقا یہ جائز الفناء۔ وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل۔ ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون کو۔

بالجملہ بکر پُر مکر کے گمراہ بددین ہونے میں اصلاً شبہہ نہیں۔ رہا وہ ذریت شیطان کہ اپنے اس بزرگ لعین کے علم ملعون کو علم اقدس حضور عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زائد کہے اس کا جواب اس کفرستان ہند میں کیا ہو سکتا ہے، إنشاء الله القهار روز جزا وہ ناپاک اپنے کیفر کفرے گفتار کو پہنچے گا، یہاں اسی قدر کافی ہے کہ یہ ناپاک کلمہ صراحةً محمد رسول اللہ کو عیب لگانا ہے اور حضور کو عیب لگانا کلمہ کفر نہ ہو تو اور کیا کلمہ کفر ہوگا۔ نسال الله العفو والعافية في الدين والدنيا والأخرة.

نعوذ به من الفور، بعد الكور ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم وصلى الله تعالى على سيد المرسلين محمد وآله وصحبه أجمعين والحمد لله رب العالمين، والله ﷻ أعلم

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمي ﷺ

تصدیقات

نصیر الدین حسن خان ۱۳۰۰ھ

محمد حامد رضا خان عرف ولد مولوی محمد احمد رضا خان محمدی سنی حنفی قادری

محمد عبد الرحمن عرف محمد رضا خان قادری

عبد المصطفی احمد رضا خان محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ

محمد سلطان احمد خان

(حوالہ "اعلام الاذکیاء باثبات علوم الغیب لخاتم الانبیاء")

درج ذیل آیت میں علم غیب ذاتی کی نفی ہے

مسئلہ ۲: قصبہ بشارت گنج ضلع بریلی فتح محمد ۱۲ رجمادی الآخر ۱۳۳۶ھ یوم ہفتہ

(۱) "القرآن": [۴۰: غافر: ۷۸].

کتاب المناقب والفضائل

فضائل ومناقب کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱ تا ۱۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) پنجتن رضی اللہ تعالٰی عنہم کون کون حضرات ہیں۔ زید کہتا ہے پنجتن حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہم ہیں اور جو ان کے سوا کسی کو پنجتن سمجھے اور جانے وہ مردود اور اللہ تعالٰی کی اس پر لعنت ہے اور بکر کہتا ہے حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ اور امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ پنجتن ہیں، اور

لی خمسة أطفي بها حر الوباء الحاطمة المصطفي والمرتضي وابناهما والفاطمة

یہ کہاں تحریر ہے اور کس مذہب والے کا شعر ہے۔

(۲) اور کوا کھانا کس مذہب میں درست ہے۔

(۳) اور قیامت کا تعین ہونا کہ اتنی مدت اور باقی ہے۔

(۴) قیامت میں جو آفتاب سوا نیزے پر ہوگا وہ دوسرا آفتاب ہوگا۔

(۵) قبر میں شہیدوں سے منکر نکیر سوال وجواب نہیں کریں گے۔

(۶) آدم علیہ السلام جن کی پیشانی میں نور نبی اکرم روحی فداہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے قبل بہت آدم ہو چکے ہیں۔

(۷) قیامت میں سب لوگ برہنہ اٹھیں گے علی العموم۔

(۸) چالیس ہزار فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا۔

(۹) آدمیوں کی روح ملک الموت قبض کرتے ہیں اور جانوروں کی روح اللہ تعالٰی قبض کرتا ہے۔ بینوا بیاناً شافیاً، توجروا اجراً وافیاً.

الجواب

جواب سوال اوّل

بکر کا قول صحیح ہے اگر کوئی اپنی اصطلاح میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پنجتن کہے یا پانچ انبیائے اولوالعزم حضور سید عالم ونوح وابراہیم وموسٰی وعیسٰی علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کہے بجا وزیبا ہے وہ لفظ کہ اور کو جانے تو چنیں وچناں ہے، محض مردود

وہذیان، واللہ تعالٰی أعلم.

یہ شعر فی نفسہ اچھا ہے۔ شعر کے لیے کوئی سند درکار نہیں ہوتی، غالبًا ناظم سنّی ہوگا کہ مقبولیت شعر اس پر دال ہے اور ممکن کہ کوئی شیعی ہو کہ روافض بھی بظاہر ان محبوبان حق کو مانتے اور ان سے توسل کو اچھا جانتے ہیں، واللہ تعالٰی أعلم.

جواب سوال دُوم ۲

کوّا کھانا حرام ہے، ولا نجیب إلاّ عن مذهبنا، کما نصّ عنه "الدّر المختار" عن الخلاصة، والله تعالى أعلم.

جواب سوال سوم ۳

"المسؤل عنها بأعلم من السّائل" اللہ جانے یا اُس کے بتانے سے اُس کا رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، والله تعالى أعلم.

جواب سوال چہارم ۴

یہ بھی محض بے ثبوت وباطل ہے۔ واللہ تعالٰی أعلم.

جواب سوال پنجم ۵

یہ حق ہے حدیثوں میں ارشاد ہوا کہ شہدا کے لیے فتنۂ قبر نہیں، کفی ببارقة السیوف علی رأسه فتنة تلواروں کی بجلیاں جو اُس کے سر پر چمکیں او وہ قائم وثابت قدم رہا یہی آزمائش اُسے کافی ہے، اب دوسری آزمائش سوال نکیرین کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالٰی أعلم.

جواب سوال ششم ۶

عالم شہادت میں ایک ہی آدم ہیں وہ عالم مثال ہے جس میں ہر شے کی لاکھوں تصویریں تمثالیں موجود ہیں، ﴿وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ٘ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾(۱) واللہ تعالٰی أعلم.

جواب سوال ہفتم ۷

ہاں یہ حدیث میں وارد ہے، واللہ تعالٰی أعلم.

جواب سوال ہشتم ۸

قرآن عظیم کا ارشاد یہ ہے کہ ﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ﴾ الف لام استغراق کا پھر کلھم سے تاکید پھر اجمعون سے تاکید پر تاکید تو استثنائے چہل ہزار کیونکر متصور اور قصداً سجدہ نہ کرنا تو ملائکہ معصومین علیہم الصلاۃ والتسلیم سے معقول ہی نہیں۔ ہاں حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بتاویل قوله تعالى: ﴿اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ﴾ ایک صنف ملائکہ کو اس درجہ استغراق مشاہدہ شیون جمال وجلال مانا کہ انہیں آدم وعالم کسی کی خبر نہیں، نہ وہ حکم کے مخاطب تھے نہ انہیں خبر ہوئی مگر حق یہ

(۱) "القرآن": [۱۵: الحجر:۲۱].

کہ یہ بھی ظاہر نص کے خلاف و نامسلم ہے واللہ تعالٰی أعلم.

جواب سوال نہم ۹

آدمیوں جانوروں ہر ذی روح کی جان اللہ قبض فرماتا ہے جل وعلا اللہ یتوفی الأنفس مدبرات الامر میں یہ کام ملک الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی دیا اور اس میں تخصیص انس وجن ووحش وطیر کچھ نہیں، سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سوال ہوا کیا مچھر کی روح بھی ملک الموت قبض کرتے ہیں، فرمایا کیا مچھر نفس رکھتا ہے، کہا ہاں، فرمایا تو اس کی روح بھی وہی قبض فرماتے ہیں۔ نسأل اللہ الختام علی الإیمان ان میں بعض سوال فضول ولایعنی بھی تھے۔

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: «من حسن إسلام المرء ترکه ما لا یعنیه» واللہ تعالٰی أعلم.

کتبه: عبده المذنب أحمد رضا البریلوي عفي عنه
بمحمد المصطفٰی النّبي الأمّي صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مہر۔۔۔ عبدالمصطفٰی احمد رضا خان محمدی سنی حنفی قادری

حضرت علی کو پانچ ۵ چیزیں وہ ملیں جو حضرت ابوسعید خدری کو تمام دنیا ومافیہا سے زیادہ عزیز ہیں

مسئلہ ۱۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ...
ساقی کوثر بروز قیامت حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہوں گے یا نہیں اور یہ دیگر خلفائے کرام کے لیے بھی ہے یا نہیں، بيّنوا توجروا.

الجواب

امام احمد "کتاب المناقب" میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "أعطي عليٌّ خمساً هن أحبّ إليّ من الدّنيا وما فيها ـ إلى قوله ـ وأما الثّالثة فواقف على عُقْر حوضي يسقي من عرف أمّتي". علی کو پانچ چیزیں وہ ملیں جو مجھے تمام دنیا ومافیہا سے زیادہ عزیز ہیں ازانجملہ یہ کہ وہ میرے حوض کے گھاٹ پر کھڑا ہوگا جسے میری امت سے پہچانے گا اسے پلائے گا۔ رواه العقيلي فقال حدثنا إبرهيم بن عبد الله الفارسي نا محمد بن يحيیٰ بن الضريس خلف بن المبدرك نا شريك عن أبي إسحاق عن الحارث عن علي كرّم الله تعالى وجهه، قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: «أعطيت في على خمس خصال لم يعطها نبي في أحدٍ قبلي» الحديث، فذكر نحوه قريباً من معناه.

ابوبکر شافعی "غیلانیات" میں راوی: حدثنا أبو حمزة أحمد بن عبد الله المروزيّ نا داود بن الحسن العسكري نا بشر بن داود، عن شابور على بن عاصم عن حميد عن أنس رضي الله عنه، قال قال رسول الله ﷺ: «إنّ على حوضي أربعة أركان فأوّل ركن منها في يد أبي بكر، والرّكن الثّاني في يد عمر، والرّكن

الثالث في يد عثمان، والركن الرابع في يد علي، فمن أحبّ أبا بكر، وأبغض عمر لم يسقه أبو بكر، ومن أحبّ عمرو أبغض أبا بكر لم يسقه عمر، ومن أحبّ عثمان، وأبغض علياً لم يسقه عثمان، ومن أحبّ علياً، وأبغض عثمان لم يسقه علي» ...الحديث[1].

یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: بیشک میرے حوض پر چار ارکان ہیں: پہلا رکن ابوبکر کے ہاتھ ہوگا، دوسرا عمر تیسرا عثمان چوتھا علی کے ہاتھ میں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ توجو محبت ابوبکر کا دعوی کرے اور عمر سے کینہ رکھے ابوبکر صدیق اُسے آب کوثر نہ پلائیں گے اور جو عمر سے دوستی جتائے اور ابوبکر کا محب نہ ہو عمر فاروق اُسے نہ پلائیں گے۔ اور جو محبت عثمان کا مدعی ہو اور علی سے بغض رکھے عثمان ذی النورین اُسے نہ پلائیں گے اور جو دوستی علی کا ادعا کرے اور عثمان کا دوست دار نہ ہو اُسے علی مرتضی نہ پلائیں گے رضي الله تعالى عنهم أجمعين. وسقانا بمنّه وكرمه من أيديهم يوم الدّين!.

نیز طریق ابراہیم بن عبداللہ المصیصی یوں مروی: عن وكيع عن سفيان عن عمرو بن دينار، عن ابن عبّاس عن النبي ﷺ أنّه قال: «إذا كان يوم القيمة يكون أبو بكر الصّديق على أحد أركان الحوض، وعمر على الثاني، وعثمان على الثّالث، وعلي على الرّابع، فمن أبغض واحداً منهم لم يسقه الأخرون».

یعنی حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فرماتے ہیں: جب روز قیامت ہوگا حوض کوثر کے ایک رکن پر ابوبکر صدیق ہوں گے دوسرے پر عمر تیسرے پر عثمان چوتھے پر علی توجوان میں ایک سے بغض رکھے گا۔ باقیوں میں سے بھی اسے کوئی نہ پلائے گا۔ أماتنا الله على حبّهم، وأعاد نامن ذبّهم، وسقانا من شربهم، وجعلنا من حربهم أمين! والله تعالى أعلم.

كتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمّي، ﷺ
مہر۔۔۔ عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان محمدی سنی حنفی قادری

حضور شیخ عبدالقادر جیلانی والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی ہیں

مسئلہ ۱۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ۔۔۔

أنا الحسني والمخدع مقامي وأقدامي على عنق الرّجال

یہ شعر قصیدہ غوثیہ مبارک کا ہے اور اس سے یہ ظاہر ہے کہ خود حضرت محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ نے دعوی حسنی النسل ہونے کا کیا ہے اور بعض لوگ آنحضرت کو حسنی النسل نہیں مانتے کہتے ہیں کہ۔۔۔

(۱) امام حسن کی اولاد باقی نہیں۔

---

(۱) "الفوائد" الشهير "الغيلانيات": حديث أم معبد الخزاعية ــــ ۱/ ۱۰۶.

(۴) خود عبدالقادر صاحب جیلانی نے اپنے کو بلقب شیخ کہا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ فی الحقیقۃ شیخ ہیں نہ کہ اولاد حسن۔ بالفرض اگر مانا بھی جائے کہ آنحضرت اولاد حسن ہیں تو عرب میں اولاد حسن کو شریف کہتے ہیں اور اولاد حسین کو سید پھر بھی حضرت عبدالقادر صاحب سید نہ کہلائیں گے شریف کہلائیں گے۔ بینوا توجروا.

المستفتی سید محبوب شاہ حنفی المذہب اڈواتہ۔ ضلع ہزارہ

الجواب

حضور سید الاسیاد قطب الارشاد غوث الافراد سلطان بغداد صلی اللہ تعالٰی علی جدہ الکریم وآبائہ الکرام وعلیہ وبارک وسلم قطعًا سید حسنی ہیں اور والدۂ ماجدہ کی طرف سے حسینی۔ اکابر ائمہ کرام نے اس کی تصریح کی اور نسب نامۂ اقدس آفتاب کی طرح مشہور ومعروف ہے۔

"بہجۃ الاسرار" شریف میں ہے: "أخبرنا الفقيه العالم أبو المعالي أحمد بن الشّيخ المحقّق أبي الحسن علي بن أحمد بن عبد الرزّاق بن عيسى الهلالي البغدادي. قال: أخبرنا قاضي القضاة أبو صالح نصر، قال: أخبرنا والدي عبد الرّزّاق، قال: سألت والدي الشّيخ محي الدّين عن نسبه قال: عبد القادر بن أبي صالح موسى جنگی دوست بن أبي عبد الله بن يحيى الزّاهد بن محمد بن داود بن موسى بن عبد الله بن موسى الجون بن عبد الله المحض، ويلقب أيضاً بالمجل بن الحسن المثنّى بن الحسن بن عليّ بن أبي طالب رضي الله تعالى عنهم"(۱).

اسی کتاب میں آگے بڑھ کر لکھا ہے: "إنّ أباه الحسن بن الحسن بن علي، وأمه فاطمة بنت الحسين بن علي رضي الله تعالى عنهم"(۲). شیخ بمعنی قوم معلوم ہندیوں کی اصطلاح خاص ہے۔ عرب میں کسی قوم کا نام شیخ نہیں۔ اصل لغت عرب میں شیخ بمعنی بزرگ و پیر ہے اور محاورۂ عامۂ عرب خصوصًا اہل علم و معرفت میں بمعنی استاد و مرشد مستعمل ہے۔ اسی معنی پر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا ہے: "للإنس مشايخ وللجن مشايخ، وللملائكة مشايخ، وأنا شيخ الكل" آدمیوں کے لیے شیخ ہیں اور جنوں کے لیے شیخ ہیں اور فرشتوں کے لیے شیخ ہیں اور میں ان سب شیخوں کا شیخ ہوں۔

سادات حسنی و حسینی سب سیّد اور سب شریف ہیں

کیا جاہل دیوانے اس کے یہ معنی تراشیں گے کہ بعض فرشتے بھی قوم کے شیخ ہیں۔ حاشا بلکہ وہی معنی ہیں کہ آدمی جنوں فرشتوں سب کے لیے اُن کی قوم میں مرشد ہیں اور میں ان سب مرشدوں کا مرشد ہوں، ولہذا حضور پر نور رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پیر پیران کہا

---

(۱) "بهجة الأسرار"، ذكر نسبه وصفته رضي الله تعالى عنه، ص ۱۷۱.
(۲) "بهجة الأسرار"، ذكر نسبه وصفته رضي الله تعالى عنه، ص ۱۷۳..

جاتا ہے۔ سادات حسنی وحسینی سب سید اور سب شریف ہیں۔ یہ تفرقہ کہ سادات حسنی کو شریف اور سادات حسینی کو سید کہا جائے بعض لوگوں کی ایک بہت نئی حادث اصطلاح ہے۔ ہمارے ملک میں دونوں قسم کے حضرات کو سید ہی کہا جاتا ہے اور شریف کا اطلاق شیخ سید مغل پٹھان چاروں قوم پر آتا ہے۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اولاد باقی نہ ماننا سخت جاہل کور منش کا کام ہے اُسے اتنا بھی نہیں معلوم کہ حضرت سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ جو امام موعود و منتظر ہیں امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ ہی کی اولاد ہوں گے اور احادیث کو دیکھیے تو لفظ سید کا اطلاق نسب کریم سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

"صحیح بخاری" شریف کی حدیث میں ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کنار اقدس میں لے کر فرمایا: «إنّ ابني هٰذا سيّد لعلّ الله أن يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين» [1]. بیشک میرا یہ بیٹا سید ہے، امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالٰی اس کے سبب مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔

دوسری حدیث میں ہے۔ حضرت بتول زہرا خاتون جنت سیدة النسا صلی الله تعالی علی أبيها الكريم وعليها وعلى بعلها وبنيها وبارك وسلم نے حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی حضور نے اپنے ان دو بیٹوں کو کیا عطا فرمایا ارشاد ہوا: «أمّا الحسن فله جودي وسودي، وأمّا الحسين فله هيبتي وجرأتي». حسن کے لیے میری سخاوت اور میری سیادت ہے اور حسین کے لیے میری ہیبت اور میری شجاعت ہے۔ صلی الله تعالی عليه وعليها وعليهما وعلى ابنهم الغوث الأعظم وبارك وسلم. غرض جہالت لاعلاج مرض ہے، اللہ تعالٰی پناہ دے!۔

کتبه: عبده المذنب أحمد رضا البريلوي عفي عنه
بمحمد المصطفى النبي الأمّي صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مہر۔۔۔ عبدالمصطفٰی احمد رضا خان محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱